نئی صلیبی جنگ کی حقیقت

مصنف : الشیخ یوسف العییری رحمہ اللہ

میری تمنا ہے کہ اسے شائع کیا جائے اور انگریزی میں ترجمہ کر کے امریکی کانگریس کے آفس میں رکھا جائے۔

Website: http://www.muwahideen.co.nr

Email: help@tawhed.webege.com

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نئی صلیبی جنگ کی حقیقت

مصنف: الشیخ یوسف العُییری رحمہ اللہ

دوسرا ایڈیشن: مع اضافہ و تصحیح

رجب: ۱۴۲۲ھ

میری تمنّا ہے کہ اسے شائع کیا جائے اور انگریزی میں ترجمہ کر کے امریکی کانگریس کے آفس میں رکھا جائے۔

اسلامی لائبریری

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

نائن الیون کا واقعہ جب رونما ہوا اور اس کے اثرات نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لینا شروع کیا تو امریکہ اور اس کے حواریوں کی ترجمانی کرنے کے لیے ذرائع ابلاغ سے لیکر درباری علماء تک سب موجود تھے، مگر اسلام کی ترجمانی کرنے والا اور اس واقعہ کا منصفانہ جائزہ لینے والا کوئی بھی کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہر کوئی اپنی حکومت اور مفادات کی زبان بولتے ہوئے امریکہ اور اپنی حکومت کی چاپلوسی کرنے میں لگے ہوئے تھے اور نام نہاد علماء بھی ان کی خواہشات کے مطابق فتاوی جاری کر رہے تھے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے جزیرۂ عرب کے عالم دین شیخ یوسف العییری رحمہ اللہ نے اس واقعہ کی اسلامی شرعی حیثیت سے مصنفانہ تحقیقی جائزہ لینے اور تمام شبہات اور پروپیگنڈوں کا خوش اسلوبی سے قرآن وسنت کی روشنی میں رد کرنے کے لیے اس کتاب کو نائن الیون کے واقعہ کے فورا بعد لکھنا شروع کیا اور صرف دو ہفتے کے کم ترین عرصہ میں اسے لکھ کر نشر کیا۔

اس کتاب کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کے مولف نے نائن الیون کے تمام پہلوؤں اور مفروضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے بارے میں ایسی دوررس روشنی ڈالی ہے کہ آج تک عصر حاضر کے بڑے سے بڑے علماء اور تجزیہ نگار بھی نائن الیون کے اس واقعہ کے بارے میں یہ بصیرت اور مصنفانہ دانشمندی پر مبنی موقف نہیں رکھتے ہیں۔ اس کتاب کی افادیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس میں اسلام کی رو سے ان مسائل کو اجاگر کیا گیا جنہیں آج کے بڑے سے بڑے علماء بھی ذکر کرنے سے کتراتے ہیں اور ان کے بارے میں انہیں کچھ علم نہیں ہے۔ یہ کتاب کسی بھی واقعہ اور حالات کا اسلامی رو سے جائزہ لینے کے اصول و قواعد پر مشتمل بھی ہے اور اسی وجہ سے یہ کتاب آج

بھی باطل تنظیموں اور درباری علماء کے رد کے لیے بہت مفید ہے اور ان کے منہج و موقف کو غلط ثابت کرنے کے لیے اب بھی شمشیر بے نیام ہے۔

اس قدر کم وقت میں شیخ یوسف العییری رحمہ اللہ نے یہ کتاب تحریر کر کے امت مسلمہ پر بہت بڑا احسان کیا ہے اور اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ نے اپنے ایک بیان میں اس کتاب کی تعریف کی اور اسے عصر حاضر کے شبہات اور پروپیگنڈوں میں اسلامی موقف پہچاننے کی ایک بہترین کتاب قرار دیا اور اسے پڑھنے کا مشورہ دیا۔

اس قدر اہمیت کی حامل کتاب کا اردو ترجمہ جہادی میڈیا کے ایک بھائی ابو عمر رحمہ اللہ کی دلی مراد تھی اور آج الحمدللہ مختلف جہادی میڈیا کے اداروں نے ان کی اس ادھوری کاوش کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کے مصنف شیخ یوسف العییری رحمہ اللہ اور بھائی ابو عمر رحمہ اللہ کو جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین

فہرست

دوسرے ایڈیشن کا مقدمہ

الحمدللہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین وبعد:

پہلے ایڈیشن کو آٹھ دن کے مختصر عرصے میں نکالنے کی وجہ سے کتاب کے مواد پر پڑنے والا منفی اثر یہ ہے کہ ایک تو اس میں کئی خامیاں رہ گئیں دوسرا مواد بھی کم تھا اس لیے میں نے چاہا کہ اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کروں کہ جس میں سابقہ خامیوں اور کمی کا ازالہ کردوں۔ اس یقین کے ساتھ کہ انسانی کوشش ناقص ہی ہوتی ہے جبکہ کمال تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو حاصل ہے۔

میں نے دوسرے ایڈیشن میں بہت سے موضوعات کا اضافہ کیا جن میں سے اہم یہ ہیں۔

۱۔ میں نے اس کتاب کا ہدیہ تبریک اُس شخصیت کے نام لکھا ہے کہ جس کا میں خود پر حق سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔

۲۔ ڈاکٹر محمد عباس کا مقالہ کتاب کے مقدمے میں پیش کیا ہے جس میں انہوں نے بعض امریکی جرائم سے پردہ اٹھایا ہے۔

۳۔ اس کتاب کا خلاصہ لکھا ہے اور کفار کے معصوم لوگوں کا قتل کن حالات میں جائز ہے اس بات کے چند دلائل دیئے ہیں

۴۔ (ان حملوں کے نتیجے میں حاصل ہونے والے عالمی مادی نقصانات) کے عنوان سے ایک فصل کا اضافہ کیا ہے۔

۵۔ (کفار کی مدد کا (حقیقی) مطلب جس سے اہل علم وفضل غافل ہوگئے) کے عنوان کے تحت علماء کے اقوال کا اضافہ کیا ہے جن میں انہوں نے کفار کی مدد کرنے سے روکا ہے۔

۶۔ (کفار کی مدد کرنے کا مطلب۔۔۔)اس فصل میں کفار کے ساتھ تعاون کرنے کو کفر نہ کہنے والے کو جواب دیا ہے کہ حاطب رضی اللہ عنہ کی حدیث اسکی دلیل نہیں بنتی۔

۷۔ فصل(اللہ کے دین کے سپاہیوں سوار ہو جاؤ)میں صلیبی قیادت کے جاری کردہ بعض بیانات کا اضافہ کیاہے جن میں وہ اسلام اور اسلامی طرز زندگی کے خلاف جنگ کی دعوت دیتے ہیں۔

۸۔ باب(دور حاضر کے مسلمانوں پر جہاد کا شرعی حکم) کے تحت منہج پر نظر ثانی کی دعوت دی ہے۔

۹۔ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ کا ایک خطاب نقل کیاہے جس میں وہ پوری دنیا کے مسلمانوں اور علماء سے مدد مانگ رہے ہیں۔

۱۰۔ کتاب کی نئی ترتیب میں بعض نصوص کو مقدم اور بعض کو مؤخر کیاہے، مجمل عبارتوں کی وضاحت کی ہے اور طباعت یا کمپوزنگ یا گرامر کی جو غلطیاں مجھے مل سکیں انہیں درست کیاہے۔

اللہ تعالیٰ سے میری دعاہے کہ وہ ہمارے اس کام کو اپنی رضا کے حصول کا ذریعہ بنادے اور اس میں کسی طرح کی کوئی کمی نہ رہنے دے اور جو کچھ ہم نے لکھا اسے ہمارے لیے مفید بنائے اور اسے ہمارے حق میں حجّت بنائے نہ کہ ہمارے خلاف بلاشبہ وہ ایسا کرنے پر غالب اور قادر ہے۔

مؤلف: یوسف العییری

انتساب

---۔ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد اللہ بن یوسف عزام شہید کے نام۔

---۔ میدان جہاد کے مجدّد زمان (یعنی شیخ اسامہ) کے نام۔

---۔ اُس عالم با عمل کے نام جس نے اپنے عمل سے دین کے بنیادی عقائد کی ترجمانی کی اور دین سے اپنی محبت کو اپنے خون سے اجاگر کیا۔

---۔ اس عالم کے نام کہ جس نے دور حاضر میں بہادری و شجاعت اور قربانی کی اعلیٰ ترین مثالیں قائم کیں

---۔ اُس عالم کے نام کہ جس نے اپنی پوری زندگی اپنے قدموں کو اللہ کی راہ میں غبار آلود رکھا۔

---۔ اُس عالم کے نام کہ دنیا جس کے در پر آئی تو اُس نے جہاد کی خاطر اُس سے منہ پھیر لیا

---۔ اُس عالم کے نام کہ جس نے اپنی زندگی اُمّت کی عزت کے لیے وقف کر دی اور اس کی موت اِس اُمت کی حیات بن گئی

---۔ اُس عالم کے نام جسے جہادی میدان ایک بہادر کے نام سے جانتے تھے اور جہادی میدان اس کی آواز سے پہچانے گئے

---۔ اس بے مثال شخصیت کے نام جسکی بازگشت ابھی تک دلوں میں گونج رہی ہے اور جذبات کو ابھارتی اور طاقتوں کو نبرد آزما ہونے کی ترغیب دیتی ہے

۔۔۔ اُس بہادر اور شیر کے نام کہ جس نے کسی چیز کی پرواہ نہ کی جو لڑکپن میں معرکوں میں شریک ہوا، انہیں میں جوان ہوا اور پھر بڑھاپے میں ایک عالم بن کر ان (معرکوں) کی قیادت کی۔

۔۔۔ اس عالم کے نام کہ جس کے قتل سے دل غمگین ہوا جبکہ دشمن اُس کے قتل سے خوش ہوا، جو اکیلا تمام دشمنوں پر عذاب تھا۔

۔۔۔ اُن تمام لوگوں کے نام کہ جو اس شخص کی قیادت میں اکٹھے ہو گئے

میں اس کتاب کو ان سب کے نام منسوب کرتا ہوں۔

کتاب کا خلاصہ

الحمدللہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔ وبعد

جب حق کی تلاش، دلیل ڈھونڈنے، پھر دلیل سے استدلال کر کے علم حاصل کرنے اور مطالعہ کرنے سے ہمتیں عاجز آگئیں تو حق کو بیان کرنے اور اُسکا پرچار کرنے کا کام کمزور پڑ گیا۔

چونکہ آج لوگ اپنی دلیلوں میں کمزور ہیں اور مسائل واحکام کو صرف سرسری طور پر ہی جانتے ہیں۔

اس صورتحال کو دیکھ کر میں نے اس کتاب کا خلاصہ لکھنے کا فیصلہ کیا کیونکہ دنیا کا اصول ہے کہ اگر سب نہ مل سکے تو زیادہ سے زیادہ حاصل کرلینا چاہیئے۔

مجھے اندیشہ تھا کہ اس کتاب کی طوالت سے گھبرا کر کچھ لوگ اسے بالکل بھی نہ پڑھیں اور خیر کثیر سے محروم رہ جائیں چنانچہ شروع میں ہی خلاصہ لکھ کر میں نے کتاب کو اس طبقے سے قریب کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ کتاب میں موجود مواد کی وضاحت ہو جائے، اور جو مزید کا طالب ہو اسے مکمل کتاب پڑھنی چاہیئے تاکہ اس میں موجود مواد کو سمجھ سکے اور توفیق دینے والا تو اللہ ہی ہے۔

امریکہ میں موجود کفار کی عورتوں اور بچوں کے قتل کے جواز کے اصول وضوابط کی وضاحت سے قبل ایک اوراہم مسئلے کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ امریکہ دارالحرب (یعنی اسلام اور مسلمانوں کی جان، مال، عزت پر حملہ آور ملک) ہے یا دارالامان (یعنی جس ملک کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ ہو)؟

راجح قول کے مطابق امریکہ نہ تو آج دارالامان ہے نہ پہلے کبھی تھا اور اگر ہم اپنے مخالف کی بات تسلیم کرتے ہوئے یہ فرض کرلیں کہ وہ دارالامان (یعنی جس ملک کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ ہو) ہے تو ہم کہیں گے کہ اس نے نصف صدی سے بھی پہلے یہودیوں کے فلسطین پر قبضہ کرانے اور اس کے

اصلی باشندوں کو وہاں سے نکال کر دربدر کر دینے میں (یہویوں کی) مدد کر کے اپنے اس معاہدے کو توڑڈالا تھااسطرح وہ دوبارہ دار الحرب (یعنی اسلام اور مسلمانوں کی جان ،مال،عزت پر حملہ آور ملک) بن گیا۔

علاوہ ازیں وہ اپنے عہد کو توڑ کر اُس وقت بھی دارالحرب بن گیا تھا جب اس نے عراق، سوڈان اور افغانستان پر پابندیاں لگائیں اور ان پر حملہ کیا اور مسلمانوں پر چڑھ دوڑا۔

لہٰذا اس بات پر (تمام مسلمانوں کا) اتفاق ہے کہ امریکا دارالحرب ہے اور دارالحرب کو ہر قسم کا نقصان پہنچانا مسلمانوں کے لیے جائز ہے اس میں رہنے والوں کی جان، مال اور عزتیں مسلمانوں کے لیے حلال ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محارب (جنگجو / حملہ آور) قوموں کے ساتھ ایسا ہی کیا:

ان کی عوام کو اغواء کیا جیسا کہ بنی عقیل کے ساتھ کیا

ان کے تجارتی قافلے پر حملہ کیا جیسا کہ قریش کے ساتھ کیا

ان کے سرداروں کے قلعوں پر قاتلانہ حملے کیے جیسا کہ کعب بن اشرف یہودی اور سلمہ بن ابی الحقیق یہودی کے ساتھ کیا

ان کی زمینوں کو جلا دیا جیسا کہ بنی نضیر کے ساتھ کیا

ان کے قلعوں کو (ان پر سنگباری کر کے) گرایا جیسا کہ طائف میں کیا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسطرح کے اور بہت سے افعال۔

رہی بات امریکا میں منگل مبارک کے دن ہونے والی کاروائیوں (یعنی ۱۱ ستمبر کے حملوں) کی تو جو شخص ان کاروائیوں یا انہیں سرانجام دینے والوں کی مذمت کرنا چاہتا ہے تو ہمارے خیال میں اسے انتظار کرنا چاہیئے کیونکہ ابھی تک کسی دلیل سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ ان کے کرنے والے مسلمان ہیں۔

رہا صلیبی حکومت کا اعلان کہ یہ کاروائیاں مسلمانوں نے کی ہیں تو یاد رکھیں کہ انکی جاری کردہ تحقیقات ''کتاب و سنت'' کے مطابق نہیں ہیں لہٰذا شرعی طور پر یہ جائز نہیں کہ ان (تحقیقات) کی بنیاد پر کوئی شرعی حکم لگایا جائے۔

چنانچہ ہمارا مطالبہ کہ انتظار کریں اور ان تحقیقات کی بنیاد پر کسی شخص پر کوئی (شرعی) حکم لگانے میں جلد بازی مت کریں بالکل بجا ہے۔

اور سب کو یہ جان لینا چاہیئے کہ مسلمانوں کی جان، مال اور عزتوں میں اصل حرمت ہے اور یہ کسی شرعی جواز مثلاً قصاص یا ارتداد یا حد کے بغیر حلال نہیں ہو سکتیں۔ اسی طرح کفار کی جان مال اور عزتوں میں اصل حلت ہے اور یہ کسی عہد یا ذمے یا اَمان کے بغیر حرام نہیں ہوتیں۔

رہا حربی (جنگجو) تو اس کی جان، مال اور عزت میں اصل حلت ہے البتہ ان کی عورتیں، بچے، بوڑھے، مزدور اور جو لڑ نہیں سکتے اس شرعی حکم سے خارج ہیں کیونکہ ان کے مستثنٰی ہونے کے دلائل موجود ہیں۔

چنانچہ امریکا میں ہونے والی کاروائیاں اگر مسلمانوں کی ہیں تو یہ شرعی طور پر جائز ہیں کیونکہ یہ محارب (جنگجو) ملک کے خلاف ہیں اور اس میں رہنے والے بھی حربی (جنگجو) ہیں۔

ممکن ہے کوئی کہے کہ ان کاروائیوں کے نتیجے میں بے گناہ (معصوم) عورتیں، بوڑھے اور بچے مارے گئے جبکہ ان کا قتل حرام ہے اگرچہ وہ حربیوں (حملہ آوروں) کے ہی ہوں جیسا کہ ابھی ذکر ہوا تو پھر یہ کاروائیاں شرعی طور پر کیسے جائز ہو سکتیں ہیں؟

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ کفار کے بوڑھوں بچوں اور عورتوں کے قتل کی حرمت مطلق (عام) نہیں ہے بلکہ چند مخصوص حالات میں انہیں بھی قتل کرنا جائز ہے جبکہ وہ دارالحرب (جنگجو ملک) کے رہنے والے ہوں لیکن یہ حالات مخصوص واقعات کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں۔

ہم مانتے ہیں کہ امریکا میں منگل کے روز ہونے والی کاروائیوں میں بے گناہ لوگ مارے گئے لیکن یہ لوگ اُن حالتوں میں مارے گئے جن میں انہیں قتل کرنا جائز ہوتا ہے جن حالات کا ذکر ہم ابھی کریں گے۔

اور اگر ہمارا مخالف فریق درج ذیل حالات میں سے کسی بھی ایک حالت کے متعلق یہ اقرار کر لے کہ اس حالت میں بے قصور افراد کا قتل جائز ہو جاتا ہے تو یہ کافی ہے پھر اس پر لازم ہو جائے گا کہ ان حملوں کو جائز قرار دے کیونکہ بے قصوروں کے قتل کے جائز ہونے کے لیے ان تمام حالات کا بیک وقت پایا جانا ضروری نہیں ہے بلکہ ان میں سے کسی بھی ایک حالت میں ایسا کرنا جائز ہو جاتا ہے۔ یہ حالات مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی حالت: کفار کے ساتھ انہی جیسا برتاؤ کرنے کے لیے اُن کے معصوم (بے گناہ) لوگوں کو قتل کرنا مسلمانوں کے لیے جائز ہے۔

لہٰذا اگر کفار مسلمانوں کے بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو نشانہ بنائیں تو مسلمانوں کے لیے بھی جائز ہے کہ اُن کے ساتھ انہی کے جیسا معاملہ کریں اور جیسے انہوں نے قتل کیا اسی طرح اُن کے لوگوں کو بھی قتل کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آیت:﴿فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ﴾(البقرۃ-194)

ترجمہ:"جو تم پر زیادتی کرے سو تم بھی اس پر اسی قدر زیادتی کرو جس قدر اس نے تم پر زیادتی کی ہو۔"

(نوٹ: ان حالات میں معصوموں کے قتل کے جواز کی بیان کردہ مختصر دلیلوں کی بنیاد پر قاری کوئی فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لے کیونکہ ہر حالت کے تفصیلی دلائل اور ان پر علماء وفقہاء کی بحث تفصیل کتاب میں آرہی ہے۔)

دوسری حالت: مسلمان کفار پر اچانک حملہ کردیں اس صورت میں مسلمانوں کے لیے جائز ہے کہ وہ بے گناہ لوگوں کو قتل کردیں جبکہ انہیں لڑنے والوں سے علیحدہ کرنا ممکن نہ ہو لیکن انہیں قتل کرنے کا ارادہ نہیں کرنا چاہیئے جبکہ لڑنے والوں کو ارادتاً قتل کیا جاسکتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کے ان بچوں اور عورتوں کے بارے میں پوچھا گیا جو شب خون (یعنی اندھیرے میں اچانک حملے) کے دوران کام میں آجائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هم منهم "وہ انہی میں سے ہیں"۔

یہ حدیث دلیل ہے کہ کفار کے بچوں اور عورتوں کو شناخت نہ کرنے کی صورت میں انہیں ان کے باپوں کے ساتھ قتل کرنا جائز ہے جیسا کہ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ اپنے باپوں میں سے ہیں"۔

تیسری حالت: اگر یہ بے قصور لوگ دوران جنگ زبان یا عمل یا رائے کے ذریعے کفار کی مدد کریں تو مسلمانوں کے لیے انہیں قتل کرنا جائز ہوجائے گا۔ اسکی دلیل یہ ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "درید بن صمۃ" کو قتل کرنے کا حکم دیا کیونکہ وہ قبیلہ ہوازن کو اپنی رائے دینے کے لیے جارہا تھا حالانکہ اُس وقت اس کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ (واللہ اعلم)

چوتھی حالت: مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ وہ کفار کے بے گناہ لوگوں کو قتل کردیں جب (کفار کی) حکومت گرانے یا کوئی قلعہ فتح کرنے یا دشمن کی طاقت کمزور کرنے کی خاطر فصلوں یا قلعوں کو آگ

لگانے کی ضرورت پڑ جائے خواہ اس طرح کی کاروائی میں بے گناہ لوگ مارے جائیں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر (یہود کا ایک قبیلہ) کے ساتھ کیا۔

پانچویں حالت: مسلمانوں کا کفار کے بے گناہ لوگوں کو ایسی حالت میں بھی قتل کرنا جائز ہے کہ جب حربی (جنگجو / حملہ آور) دشمن پر بھاری اسلحہ سے گولہ باری کی ضرورت پڑ جائے کہ جس میں حربی اور معصوم کی تمیز نہیں ہو سکتی جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف میں کیا۔

چھٹی حالت: مسلمانوں کا کفار کے بے گناہ لوگوں کو ایسی حالت میں بھی قتل کرنا جائز ہے کہ جب دشمن اپنی عورتوں اور بچوں کا ڈھال کے طور پر استعمال کرے اوران جنگجوؤں تک ان ڈھالوں کو قتل کیے بغیر پہنچنا ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں مسلمانوں کے لیے انہیں قتل کرنا جائز ہو گا اس پر اجماع ہے۔

ساتویں حالت: مسلمانوں کا کفار کے بے گناہ لوگوں کو ایسی حالت میں بھی قتل کرنا جائز ہے کہ جب اُن میں سے معاہدہ کرنے والوں نے اپنا معاہدہ توڑ ڈالا ہو اور امام (امیر) انہیں سزا دینے کے لیے ان کے بے گناہوں کو قتل کرنے کو ضروری سمجھے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ (یہود کا ایک قبیلہ) کے ساتھ کیا۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر یا اس جیسے دیگر واقعات میں مارے جانے والے بے قصور مسلمانوں کے قتل کا کیا جواز ہے؟ اس بات سے تو ہم اتفاق کرتے ہیں کہ کفار کے بے قصور مرنے والے گزشتہ حالات میں سے کسی ایک حالت کے تحت آ گئے ہوں گے لیکن وہاں کام کرنے والے مسلمانوں کو ہم ان حالات میں سے کس حالت کے تحت داخل کریں؟

اسکے جواب میں ہم کہیں گے کہ اس سوال کا جواب سات شکلوں میں ہے اور مخالف کا اسے (یعنی وہاں کام کرنے والے مسلمانوں کے قتل کو) جائز قرار دینے کے لیے ان سات میں سے کسی ایک شکل کا اعتراف کر لینا ہی کافی ہے۔

پہلی شکل: ابھی تک مرنے والوں میں مسلمانوں کا وجود ثابت نہیں ہوا جب ثابت ہو گا تو ہم اس کے بعد جواب دیں گے۔

دوسری شکل: اگر وہاں کام کرنے والا کوئی مسلمان تھا تو اُس کے وہاں کام کرنے کے (شرعی) جواز کا معلوم ہونا ضروری ہے اگر تو وہ جواز کسی طرح کی مجبوری ہے تو اس کا وہاں کام کرنا جائز تھا اور اگر وہ کوئی مجبوری نہیں تو اس کا جواب آئندہ کلام میں آئے گا۔(آگے جا کر مؤلف نے دونوں صورتوں کا جواب دیا ہے۔ مترجم)

تیسری شکل: غالب گمان یہی ہے کہ جن اہداف کو نشانہ بنایا گیا وہاں صرف کفار ہی تھے اور شرعی احکام تو غالب گمان پر ہی مبنی ہوتے ہیں۔

چوتھی شکل: امام شافعی اور احناف میں سے "جصاص" کی رائے ہے کہ جنگجوؤں کے علاقوں کو جلانا ، غرق کرنا اور منہدم کرنا جائز ہے خواہ وہاں مسلمان موجود ہوں جو ان کاروائیوں کے نتیجے میں مارے جاسکتے ہوں اس لیے کہ ایسے دارالحرب جہاں مسلمان رہ رہے ہوں پر حملے سے رُکنے کا مطلب جہاد کو معطل کرنا ہے۔

جصاص نے اس آیت:

﴿وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَن تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُم مِّنْهُم مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِّيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾

ترجمہ:" اگر (مکہ میں) ایسے مومن مرد و عورت موجود نہ ہوتے جنہیں تم نہیں جانتے، اور یہ خطرہ نہ ہوتا کہ نادانستگی میں تم انہیں پامال کر دو گے اور اس سے تم پر حرف آئے گا (تو جنگ نہ روکی جاتی بلکہ جنگ اسلئے روکی گئی) کہ اللہ اپنی رحمت میں جس کو چاہے

داخل کر لے وہ مومن (یعنی جو مکہ میں رہ رہے تھے اور جنہیں اللہ نے اپنی رحمت میں داخل فرمایا) الگ ہو گئے ہوتے تو (اہل مکہ میں سے) جو کافر تھے ان کو ہم ضرور سخت سزا دیتے۔"

کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ آیت حرمت پر دلالت نہیں کرتی چنانچہ اس طرح کی کاروائیاں کرنے والے مسلمان کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔

پانچویں شکل: مذکورہ بالا آیت کے حکم کو مطلق اور عام کرنے سے حملہ آور ملکوں کے خلاف جہاد کا فریضہ معطل ہو جائے گا کیونکہ آج کوئی ایسا ملک نہیں جہاں مسلمانوں کی بڑی تعداد موجود نہ ہو جبکہ آج کل کی جنگیں تو بہت سے لوگوں کو قتل کرتی ہیں۔

لہٰذا اس آیت کے حکم کو عام رکھنا یا کسی دلیل کے بغیر مخصوص کرنا باطل ہے کیونکہ اس سے جہاد کا فریضہ معطل ہو جاتا ہے۔

چھٹی شکل: اگر ایسی کاروائی کرنے والا مسلمان ہو اور اُسے اس چیز کا علم بھی ہو (کہ اس جگہ کچھ مسلمان بھی ہیں) تو بھی اس پر زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ وہ مقتول کی آدھی دیت ادا کرے جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خثعم قبیلے کے ان مسلمانوں کے بارے میں یہی فیصلہ دیا تھا جو جنگجوؤں کے درمیان رہتے تھے اور انہی کی قوم سے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی آدھی دیت بیت المال سے ادا کی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قتل کرنے والے کو نہ کافر قرار دیا نہ ہی اس پر سختی کی نہ اس پر بددعا کی اور نہ اس کے فعل سے برأت کا علان کیا۔

ساتویں شکل: جو مسلمان کفار کی اعانت کرتا اور انہیں مسلسل قوت (رسد وغیرہ) پہنچاتا ہو اس کے ساتھ بھی دنیاوی احکام میں انہی (حربی کفار) جیسا سلوک کیا جائے گا۔ جبکہ اس کا اخروی احکام میں حکم یہ ہے کہ اُسے اُس کی نیت پر اٹھایا جائے گا جیسا کہ (صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث کے مطابق) اللہ

تعالیٰ کعبہ پر حملہ آور لشکر کو زمین میں دھنسادے گا حالانکہ اُن میں ایسے لوگ بھی ہوں گے کہ جو در حقیقت اُن میں سے نہیں ہوں گے۔

جبکہ ہم جان چکے ہیں کہ شرعی نقطہ نگاہ سے یہ کارروائیاں جائز تھیں تو اب ہمیں اس شخص کارد کرنا چاہئے جو ان کارروائیوں کو مصالح ومفاسد (یعنی فوائد ونقصانات) کے پہلو سے حرام قرار دیتا ہے۔

یہ کہنا کہ "یہ کام یا وہ کام کرنے کا مفسدہ (نقصان) اس کے نہ کرنے کے مفسدے (نقصان) سے بڑا ہے یا اس کام کو نہ کرنے کی مصلحت (فائدہ) اس کے کرنے کی مصلحت (فائدے) سے بڑی ہے" یہ کوئی ایسا کھلا میدان نہیں کہ جو چاہے اس پر بات کرے یعنی جو علم رکھتا ہو وہ بھی اور جو نہ علم نہ رکھتا ہو وہ بھی ہر گز نہیں۔

بلکہ مصالح مرسلہ (عمومی مصلحتوں وفوائد) کے کچھ اُصول ہیں اور کسی کے لیے ان اصولوں کو جانے بغیر اس بارے میں بات کرنا جائز نہیں۔

مصالح مرسلہ (عمومی مصلحتیں وفوائد) قیاس کی ایک قسم ہیں اس طرح کہ قیاس کے ارکان میں سے ایک رکن علّت (سبب) ہے اور اس علت کے لیے (معلول کے ساتھ) کسی مناسبت (مشابہت وغیرہ) کا ہونا ضروری ہے جبکہ اس مناسبت کی چار قسمیں ہیں جن میں سے ایک مناسبت مرسلہ (عام مناسبت) ہے یہ ایسی علت ہے جو کسی نہ کسی شرعی دینی یا دنیاوی حکمت وفائدے پر مشتمل ہوتی ہے جبکہ شارع کی بیان کردہ کوئی بات اس علت کو باطل قرار نہ دیتی ہو۔قیاس کی اسی قسم کو مصالح مرسلہ (عمومی مصلحتیں) کہتے ہیں یہ مصالح اپنے اصولوں سے واضح ہوتے ہیں اور وہ اصول پانچ ہیں:

(۱) یہ کہ ان (مصالح) کا حصول ضروری ہو یعنی یہ ضروریات خمسہ (دین ، عقل ،جان ،مال ، عزت،) کی حفاظت کے لیے ہوں۔

(۲) یہ عام ہوں یعنی تمام مسلمانوں کے فائدے کے لیے ہوں۔

(۳) یہ مصالح قطعی ہوں یعنی کسی دوسری دلیل (شرعی) یا اُصول کے خلاف نہ ہوں۔

(۴) یہ کہ انہیں اختیار کرنے سے اس سے بڑا یا اس کے مساوی کوئی دوسرا مفسدہ پیدا نہ ہو رہا ہو۔

(۵) اسے اختیار کرنے سے اس سے بڑا یا اس کے مساوی کوئی مفاد ضائع نہ ہوتا ہو۔

ان اصولوں کو جان لینے کے بعد مصالح مرسلہ کے باب میں بات چیت کرنے والے کیلئے اس کے ارکان میں سے ایک کو ثابت کرنا باقی رہ جاتا ہے اور وہ ہے کہ "جس واقعے یا حالت کے مفسدے یا مصلحت کو متعین کرنے کا ارادہ ہو اس کی حقیقت کا مکمل ادراک" تاکہ باقاعدہ فتوی لگانے سے قبل اس کے حقائق واسباب کا علم ہو جائے۔

اب ہم ان کاروائیوں کی مذمت کرنے والوں کے ذکر کردہ بعض مفاسد (نقصانات) کا جواب دیں گے اور واضح کریں گے کہ یہ مفاسد مذکورہ بالا پانچ اصولوں کے مطابق درست نہیں۔

اس لئے کہ اگر یہ کاروائیاں کسی مسلمان نے کی ہیں تو اس کے پاس ان کا جواز موجود ہے یعنی وہ دلیل جو ہم نے بیان کی کیونکہ مصلحت عامہ (عام فائدہ) دلیل کے تابع ہی ہوتی ہے چنانچہ اس مسلمان سے یہ نہیں پوچھا جاسکتا کہ تمہاری اس کاروائی میں کیا مصلحت ہے؟ بلکہ اسکا یہ جواب کہ میں نے دلیل کے مطابق عمل کیا یہی مصلحت ہے کافی ہو گا۔

وہ مفاسد (نقصانات / خرابیاں) جن کا ذکر ان کاروائیوں کی مذمت کرنے والے کرتے ہیں حالانکہ وہ معتبر مفاسد نہیں ہیں۔

(۱) اُن کا کہنا ہے کہ ان کاروائیوں کے نتیجے میں دنیا سے جہادی تحریکوں کا خاتمہ ہو جائے گا حتی کہ چیچنیا اور فلسطین سے بھی۔ ہم درج ذیل نقاط کے ذریعے اس اعتراض کو مسترد کرتے ہیں۔

(الف) یہ ممکن نہیں کیونکہ کتاب وسنت سے ہم پر واضح ہے کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا لہٰذا یہ مفسدہ ہر گز واقع ہونے والا نہیں۔

(ب) کفار اور اُن کے ایجنٹس نے اپنی استطاعت کے مطابق جہاد ختم کرنے کے لیے سارے جتن کر لیے اور اب ان کے پاس اس میں اضافے کے لیے کچھ نہیں بچا ہے۔

(ج) یورپی اتحاد نے جہادی تحریکوں کو مالی ونشری طور پر دبانے کا فیصلہ کیا تھا جو ان کاروائیوں (یعنی ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی تباہی) سے پہلے ہی منصوبے کے مطابق جاری وساری ہے۔

(د) اس مزعومہ مفسدہ (خود ساختہ نقصان) کا رد نبی صلی کی سیرت طیبہ سے بھی ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عددی اور وسائل کی برتری رکھنے والے کفار کو ہمیشہ ہی اپنی جہادی کاروائیوں میں الجھائے رکھا۔

(ہ) اگر اس مزعومہ مفسدہ (خود ساختہ نقصان) کو مذکورہ بالا پانچ اصولوں کے پیمانے پر جانچا جائے تو یہ باطل ہو جائے گا اور درست ثابت نہ ہو گا کیونکہ یہ مفسدہ نہ تو ضروری ہے نہ قطعی نہ عام اور نہ ہی اس کی وجہ سے اس سے بڑی کوئی مصلحت فوت ہو رہی ہے۔

اور ویسے بھی یہ لوگ جن مفاسد (نقصانات) کا اندیشہ کر رہے ہیں انکے واقع ہونے کے نوے فیصد چانسسز (CHANCES) پہلے ہی سے موجود ہیں۔

(۲) ان کاروائیوں کے نتیجے میں واقع ہونے والے جن ممکنہ مفاسد کا وہ ذکر کرتے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ ساری دنیا میں دعوتی، ثقافتی، امدادی اور تعلیمی سرگرمیاں متاثر ہوں گی۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ مفسدہ تو ان مفتی صاحبان کے علم میں آنے سے پہلے ہی پیدا ہو چکا تھا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کہاں ہے آزاد دعوتی کام؟ کہاں ہیں علماء حق؟ اور کہاں ہیں داعیان دین؟ کوئی بھی دینی کتاب یا کیسٹ (حکام کی اجازت کے بغیر) کیسے تقسیم کی جاسکتی؟

آزاد دعوتی کام تو پہلے بھی نہ تھا جبکہ علماء اور داعیان حضرات جیلوں میں پڑے ہیں اور ان میں سے جو باہر بہتر سے بہتر حالت میں بھی ہیں وہ بھی نظر بند ہیں یا کام سے روک دیے گئے ہیں اور کوئی کتاب یا کیسٹ طاغوت کے لشکر کی اجازت کے بغیر تقسیم نہیں کی جاسکتی جبکہ یہ پابندیاں روز بروز بڑھتی جارہی ہیں۔

حتی کہ رفاہی کاموں پر بھی (طرح طرح کی) پابندیاں عائد ہیں۔ ۱۴۱۴ھ میں الجزائر میں عرب وزرائے داخلہ کا اجلاس ہوا جس میں انہوں نے امدادی کاموں کی تنظیموں پر پابندیاں لگانے کا فیصلہ کیا اس کے بعد تیونس میں عرب رؤسا جمع ہوئے انہوں نے اس فیصلے کی توثیق کی لہٰذا پابندیاں لگانے اور تنظیموں کو نشانہ بنانے کا سلسلہ تو عرصہ دراز سے جاری ہے۔

(۳) ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ان کاروائیوں وجہ سے اسلامی ممالک کے عوام یا اُن میں سے بعض کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے اور افغان عوام پر حملے کا احتمال بھی ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ یہ کتاب نائن الیون (11/9) کے واقعے کے فوراً بعد اور افغانستان پر امریکی حملے سے پہلے لکھی جاچکی تھی۔

ہم کہتے ہیں کہ اس مفسدہ (نقصان) کا سامنا ہمیں آج سے نہیں بلکہ سو سال سے زائد عرصہ پہلے سے ہے تو تمہیں اس مفسدے کے اس وقت پیدا ہونے کا اندیشہ کیوں ہے؟ جبکہ تم کسی ایک مسلمان ملک کی عوام کے متعلق ثابت نہیں کرسکتے کہ وہ مظلوم ومقہور نہیں یا آزاد ہے یا آزادی سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں یا اُن کی زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی حکم چلتا ہے۔ جب اُمت مسلمہ کا پہلے سے ہی یہ حال ہے تو اب تم کیونکر یہ اعتراض کرسکتے ہیں؟

علاوہ ازیں آج تم افغان عوام پر امریکی حملے سے خوفزدہ ہوکر ان کے لیے رونے کی اداکاری کررہے ہو جبکہ افغانوں کو سب سے پہلے بے یارومددگار چھوڑنے والے بھی تم ہی ہو تو اب ان پر کیوں روتے ہو؟ تم نے اُن (افغانوں) کے خلاف لڑنے والوں سے جنگ نہیں کی، اُن پر عائد پابندیاں اٹھوانے

کی کوشش نہیں کی۔ نہ ہی مصیبت کے وقت ان کی مدد کی بلکہ وہ بیچارے تمہاری شدید تنقید اور تکفیر (انہیں کافر قرار دینے) سے بھی نہ بچ سکے۔

آپ "امارت اسلامیہ افغانستان" کی حقیقت تک سے تو واقف نہیں ہیں کہ کوئی صحیح فیصلہ کر سکیں کہ مذکورہ کاروائیاں امارت اسلامیہ کی موجودہ حالت کی مصلحت سے زیادہ بڑے مفسدہ کا سبب بنیں گی یا نہیں؟

اِمارت اسلامیہ کے سامنے اس وقت تین راستے (آپشنز) ہیں جن میں سے سب سے بہتر راستہ بھی انتہائی کٹھن ہے۔

پہلا راستہ: امارت اسلامیہ عالمی دباؤ کے سامنے جھک جائے اور جو وہ چاہتے ہیں اس کا نفاذ کرے۔

دوسرا راستہ: طاغوتی نظام (حکومت) قائم کرکے کافر ہو جائے اور پھر بتدریج مرتی رہے حتی کہ بالکل ختم ہو جائے۔

تیسرا راستہ: امارت اسلامیہ دفاع کرے اور لڑے اور اپنے دشمن کو اپنی سرزمین پر لانے کی کوشش کرے تاکہ اُسے بھی اسی طرح شکست دے جس طرح اس سے پہلے (دشمن) کو شکست دی۔

اب ذرا سوچئے کہ ان کٹھن راستوں کے ہوتے ہوئے امارت اسلامیہ افغانستان کی ایسی کونسی مصلحت باقی بچتی ہے جس کی وہ حفاظت کرے؟

یاد رکھیں کہ امارت اسلامیہ بالکل ختم ہو جائے یہ مفسدہ اس کے دین کی خاطر مٹ جانے کی مصلحت سے بڑا نہیں جبکہ اس کے خاتمے اور مغلوب ہو جانے کا احتمال نہایت کمزور ہے اس کے برعکس اللہ پر توکل اور اس کی مدد کے ذریعے اس کی کامیابی کے امکانات روشن ہیں۔

اس کے علاوہ امریکا نے ان کاروائیوں سے قبل ہی سرزمین افغانستان پر کئی ملکوں کی جانب سے چڑھائی کرنے اور بھرپور حملے کا منصوبہ بنا رکھا تھا۔ چنانچہ اگر امارت اسلامیہ نے اس منصوبے کا علم ہونے پر ان کے حملہ کرنے سے پہلے ہی یہ کاروائیاں کر ڈالیں تو اچھا ہی کیا۔

(۴) جن مفاسد کا ذکر انہوں نے کیا ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ امریکا میں ہونے والی ان کاروائیوں کے نتیجے میں مغربی مسلمانوں پر پابندیاں لگیں گی اور اُن پر ظلم کیا جائیگا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ مفسدہ (مذکورہ بالا پانچ اصولوں کے مطابق) عام نہیں ہے کیسے ہو سکتا ہے کہ امریکا میں موجود ۵۰۰ مسلمانوں (جن کے پاس اپنی حکومتوں سے بچنے کا واحد راستہ امریکا ہے) کی مصلحت کو راجح قرار دے دیا جائے اور کم سے کم تیس کروڑ مسلمانوں کی مصلحت کو چھوڑ دیا جائے کہ وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ امریکی مظالم اور قتل وغارتگری کا شکار بن جائیں اور ان کے حقوق پامال کئے جائیں چنانچہ یہ مفسدہ بھی باطل ہے۔

(۵) ان کے کہنے کے مطابق ان حملوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مفاسد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کاروائیوں کے بعد مغرب مسلمانوں کو خونخوار قوم کی شکل میں پیش کرے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ خود ساختہ مفسدہ انتہائی باطل اور پسپائی کی علامت ہے ورنہ کیسے ممکن ہے کہ ایک مسلمان مغرب کو راضی رکھنے کے خاطر اپنی شریعت اور اپنے دینی عقائد اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قربانیوں سے دستبردار ہو جائے صرف اس لئے کہ مغرب اسے شریف اور مہذب انسان سمجھنا شروع کر دے؟

ہمارا دین تو کفار کو ذبح کرنے اور انہیں قتل کرنے اور ان کی جان ومال وغیرہ کو اس وقت مباح کرنے والا دین ہے جبکہ کفار اسلام نہ لائیں یا اسلام کی بالادستی قبول نہ کریں۔

اس طرح کے کسی مفسدے (نقصان) کا گمان کرنا مسلمانوں کے دین کے لیے ہزار دھماکوں سے زیادہ تباہ کن ہے کیونکہ اس مفسدے کو قبول کرنے کا مطلب دین کی صداقت وحقانیت سے بچنے کی کوشش کرنا ہے۔ (فالعیاذ باللہ)

یہ وہ مفاسد (نقصانات) ہیں جو ان کاروائیوں کی مذمت کرنے والے مفتیوں نے پیش کیے اسکے برعکس ان کاروائیوں کے نتیجے میں بہت سے مصالح (فوائد) بھی حاصل ہوئے ہیں جو انہیں دکھائی نہیں دیتے نہ ہی وہ ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔

مثلاً اگر امریکا نے انتقاماً افغانستان پر تباہ کن حملہ کر بھی دیا تو اس کے بعد اسے مسلمانوں کے مسائل پر غور وفکر کرنے کا موقع ملے گا خاص طور پر مسئلہ فلسطین پر ممکن ہے کہ پھر مسلمانوں پر اسکی جارحیت کسی حد تک کم ہو جائے جیسا کہ اسکے سیاستدانوں نے ایسا کہنا شروع کر دیا ہے۔[1]

ان کاروائیوں نے امریکا کو تاریخ کے بہت بڑے اقتصادی بحران میں مبتلا کر دیا ہے حتی کہ اس کے مادی خسارے گھروں تک جا پہنچے ہیں، ان کاروائیوں میں اس نے اپنے دو ہزار اقتصادی ماہرین کھو دیے ، اس کی معیشت کا گراف تیزی سے نیچے کی طرف جا رہا ہے، امریکی اخراجات خوفناک حد تک بڑھ گئے ہیں، ڈالر کی قیمت گر رہی ہے اور ائیر ویز کمپنیوں کو خسارے کا سامنا ہے انہوں نے ۶۸ ہزار ملازمین کو ملازمت سے فارغ کرنے کا اعلان کیا ہے ممکن ہے کہ ان کی تعداد ایک لاکھ تک جا پہنچے۔

اسی طرح "امریکی نیو ورلڈ آرڈر" بھی اپنی حیثیت کھو بیٹھا جس سے دنیا میں کبھی ختم نہ ہونے والا فساد بپا ہونے والا تھا۔

---

1 (واضح رہے کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات مثلا: ودّوا ماعنتّم، لا یالونکم خبالا، لن ترضی عنك الیهود ولا النصاری حتی تتبع ملتهم۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی جارحیت اور مسلمانوں پر انکے مظالم صرف اسی صورت میں کم یا ختم ہو سکتے ہیں کہ مسلمان انکی مکمل اتباع کر لیں وگرنہ نہیں چنانچہ مؤلف رحمہ اللہ کی یہ بات تسامح سے مبرا نہیں۔ واللہ اعلم۔ مترجم)۔

ان کاروائیوں کے نتیجے میں مسلمانوں کو حاصل ہونے والے فوائد اور امریکہ اور مغرب کو پہنچنے والے نقصانات بہت زیادہ ہیں جن کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے داعی حضرات امریکا کے ساتھ تعزیت اور افسوس کرنے اور اس کی مدد کرنے اور اس کے معصوم لوگوں کے لیے خون کا عطیہ دینے کے فتوے دے کر صراط مستقیم سے ہٹ چکے ہیں۔ کچھ نے تو ان کاروائیوں کے ذمہ داروں کو مجرم اور انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ اس طرح انہوں نے صلیبیوں کو مسلمانوں سے انتقام لینے کی سبز بتی دکھادی جو کہ "آدھے کلمے" سے زیادہ ہے۔[1]

جبکہ یہ فتوی دینے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ امریکا کا ہدف افغان عوام اور اُسامہ بن لادن ہیں۔

ہم انہیں (یعنی اس طرح کے علماء و مفتیان سوء کو) خبردار کرتے ہیں کہ وہ صلیبیوں کی زبانی مدد کرکے یا عرب حکام کو دہشت گردی کے خلاف تعاون کے جواز کا فتوی دے کر اسلام کے ساتھ غداری اور ارتداد سے بچیں یہ یقینا واضح ارتداد ہے۔ دور حاضر کے مسلمانوں اور علماء کے لیے عقیدۃ الولاء والبراء (یعنی دوستی و دشمنی، محبت و نفرت کے اسلامی معیار کا عقیدہ) کا صحیح مفہوم جاننا ضروری ہو گیا ہے انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ عقیدہ ایمان کا سب سے مضبوط اور بنیادی کڑا ہے اور اس کے بغیر لا الہ الا اللہ پر ایمان صحیح نہیں ہو سکتا۔ قرآن میں بڑی وضاحت سے یہ عقیدہ بیان کیا گیا ہے چنانچہ جو اس قطعی اسلامی عقیدے کی مخالفت کرے یا دشمنوں سے کسی طرح دوستی کرے تو اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں رہتا۔ (تفصیل کے لیے مکمل کتاب پڑھیئے۔)

---

[1] (حاشیہ) یہ ایک حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ترجمہ) جس نے کسی مسلمان کے قتل (ناحق) میں آدھا کلمہ کہہ کر (قاتل کی) مدد کی تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا "اللہ کی رحمت سے مایوس"۔ مسند امام احمد)

اب مسلمانوں اور علماء کے لیے کفار کی مدد وحمایت اور انکے ساتھ تعاون کی حقیقت جاننا ضروری ہو گیا ہے کیونکہ مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد وحمایت کرنے کی وجہ سے مسلمان مرتد اور کافر ہو جاتا ہے خواہ یہ حمایت اور تعاون قول یا فعل یا کم یا زیادہ مال کے ذریعے ہو۔ اس بنیاد پر جسکی جانب سے بھی یہ مدد جاری ہو خواہ کسی بھی شکل یا مقدار میں ہو وہ مرتد ہے خواہ وہ حاکم ہو یا رعایا، عام شہری ہو یا فوجی، عالم ہو یا فقیہ خواہ اپنی مرضی سے ایسا کرے یا کسی دوسرے کے حکم سے۔

جس کسی سے بھی یہ عمل سرزد ہو وہ مرتد ہے اس سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کیا جائے گا اور اگر وہ حاکم ہو تو اُسے حکومت سے معزول کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

یہ صلیبی جنگ کہ جس کے آثار واضح ہونا شروع ہوگئے ہیں اور صلیب نے اپنے تمام گروہوں (پجاریوں وحامیوں) کو اکٹھا کر لیا ہے اور تیاری بھی کرلی ہے اور امریکی صدر بش نے یہ اعلان بھی کر دیا ہے کہ: یہ جنگ صلیبی جنگ ہے جو لمبے عرصے تک جاری رہے گی جس کے لیے حوصلے کی ضرورت ہے۔ اور اُس نے یہ اعلان بھی کیا کہ: اس حملے میں ساٹھ اہداف (روئے زمین پر پائے جانے والے 60 اسلامی مماک کی جانب اشارہ ہے) ہیں۔

جن میں سے عالم اسلام کے ستائیس اہداف (ممالک) کی نشاندہی اُس نے خود کر دی ہے۔

اس اعلان کے بعد ہر مسلمان پر واجب ہو گیا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو پہچانے اور دنیا پرستی چھوڑ کر اسلام کی نصرت کے لیے اٹھ کھڑا ہو اور اس صلیبی حملے کے خلاف اپنی جان، مال، اولاد اور وقت بلکہ اپنی ہر چیز کے ساتھ ڈٹ جائے کیونکہ یہ فیصلہ کُن جنگ ہے اور کسی مسلمان کے لئے اس سے پیچھے رہنے کی گنجائش نہیں ہے۔

ہر مسلمان کو یقین کر لینا چاہئے کہ وہ جن اشیاء کا مالک ہے ان تمام کے ساتھ اُس پر جہاد فرض عین ہو چکا ہے بلکہ فرض عین تو کافی عرصہ پہلے ہی ہو گیا تھا مگر ان حالات میں یہ مزید تاکیدی ہو گیا ہے۔

یقین کرلیں کہ اب جہاد کا شرعی حکم ”فرض عین“ ہے اوراس پر اجماع ہے۔ اس شرعی حکم کے بارے میں چند فتاوی درج ذیل ہیں:

شیخ اسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فتاوی الکبری (الاختیارات) کے صفحہ ۵۲۰/۴ پر لکھا ہے کہ:

”دفاعی لڑائی دین وحرمت پر حملہ کرنے والے کوروکنے کے لیے انتہائی تاکیدی واجب ہے۔ اس کے واجب ہونے پر اجماع ہے چنانچہ حملہ آور دشمن کہ جو دین ودنیا میں فساد مچارہاہو کوروکناسب سے بڑا فریضہ ہے اس سے بڑا کوئی فریضہ نہیں اور اس کے لیے کوئی شرط نہیں لگائی جائے گی بلکہ جس قدر ممکن ہو اس سے (یعنی حملہ آور دشمن سے) دفاع کیاجائے گا اس پر ہمارے اصحاب ودیگر فقہاء نے دلیل دی ہے“۔

نیز کہتے ہیں:

”جب دشمن کسی اسلامی ملک میں داخل ہوجائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ (اس سرحد کے) قریب رہنے والوں پر اسے روکناواجب ہے پھر اُن کے قریب والوں پر کیونکہ تمام اسلامی ممالک ایک ہی ملک کی مانند ہیں اور اس (دفاعی) جہاد کی طرف والد اور قرض دار کی اجازت کے بغیر نکلناواجب ہے اس کے بارے میں امام احمد کے دلائل واضح ہیں“۔

میں کہتاہوں کہ ہمارے ملکوں میں دشمن کئی صدیوں سے گُھساہواہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اگر آپ کو اس سلسلے میں تفصیل چاہئے تو اصل کتاب کا مطالعہ کریں۔

اللہ کے بندے۔۔۔ یقین کرلو آپ پر جہاد فرض عین ہوچکاہے اس لیے آپ کو کچھ نہ کچھ تو کرنا چاہئے تاکہ جس روز اللہ تعالیٰ آپ سے اس حکم کے بارے میں پوچھیں تو آپ کے پاس کوئی عذر ہو۔

میں نے بعض ایسے طریقوں (کاموں) کا ذکر کیا ہے کہ جن پر ہر مسلمان عمل کر سکتا ہے تمام پر یا ان میں سے کچھ پر۔ اور یہ طریقے بطور مثال بیان کیے ہیں وگرنہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔

(۱) افغانستان میں موجود مسلمانوں کے لیے دعا کرنا، نمازوں میں، قنوت نازلہ میں، سجدوں میں، سحری کے اوقات میں اور قبولیت کے دیگر اوقات میں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہر قسم کی برائی سے حفاظت کرے اور انہیں ہر قسم کے شر سے بچائے۔ اور اُن پر اپنا فضل کرے اور ان کی جانوں کی حفاظت کرے اور ان کے عیبوں کو چھپائے اور کفار کے منصوبوں کو خود ان کی تباہی کا باعث بنادے۔

(۲) اُمّت کے تمام علماء کی طرف سے فتاوی کا اجراء جن میں امریکا اور اس کے اتحادیوں کو خبر دار کیا جائے کہ وہ افغانستان میں نہتے مسلمانوں پر حملہ کرنے یا اُن کے امن کو تباہ کرنے کی پھر سے حماقت نہ کریں۔

(۳) امت کے تمام علماء کی طرف سے فتاوی کا اجراء جن میں مسلمانوں کو بتایا جائے کہ ان حملوں کی صورت میں تمام مسلمانوں پر افغان عوام کا دفاع کرنا واجب ہے۔

(۵) امریکا اور اسکے اتحادیوں کو تمام اسلامی و غیر اسلامی ممالک میں زبردست مظاہروں اور سفارتی ذرائع سے خبر دار کیا جائے کہ کسی ایک افغانی مسلمان پر حملہ تمام مسلمانوں پر حملہ تصور کیا جائے گا۔

(۶) اسلامی ممالک میں مغربی مفادات کو انکا مکمل اقتصادی بائیکاٹ کر کے نقصان پہنچانا تاکہ وہ مسلمانوں کے خلاف حملے سے باز رہیں۔

(۷) تمام اسلامی امدادی تنظیمیں پاکستان روانہ ہوجائیں تاکہ متوقع حملے کے مقام سے قریب رہ کر مسلمانوں پر آنے والی کسی ممکنہ مصیبت کو کم کرنے میں مدد دیں۔

(۸) افغان مسلمان بھائیوں کے لیے مالی ومادی فنڈز مثلاً غذاء، لباس، دواوغیرہ اکٹھی کرنا اور ایسا کرنا واجب ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "الفتاوی الکبری ۴/۵۱۹" میں فرمایا: اگر بھوکوں کو کھانا کھلانے اور جہاد کہ جس کے چھوڑنے سے نقصان کا اندیشہ ہو ان دونوں کے لیے مال کی قلت پیدا ہوجائے تو ہم جہاد کو اس مال کے لیے مقدم رکھیں گے خواہ بھوکے مرجائیں جیسا کہ مسئلہ تترّس (یعنی کفار کا مسلمانوں کو اپنے بچاؤ کے لئے ڈھال بنانے کے مسئلے) میں ہے یہ زیادہ ضروری ہے کیونکہ وہاں (یعنی میدان جہاد میں) ہم انہیں (رسد نہ پہنچا کر) قتل کرتے ہیں جبکہ یہاں (یہ بھوکے) اللہ کی لکھی تقدیر سے مر رہے ہیں۔

(۹) ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے مال سے اس جنگ میں حصہ ڈالے اور اپنی آمدن کے کچھ حصے کو اس جنگ کے لیے مستقل طور پر مختص کردے حتی کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمادے۔

جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "الفتاوی الکبری ۴/۵۱۹" میں فرمایا کہ:

"جو شخص جہاد میں شرکت سے جسمانی طور پر عاجز ہو لیکن اپنے مال سے جہاد کی قدرت رکھتا ہو تو اس پر مال کے ساتھ جہاد کرنا واجب ہے۔ (امام احمد کا بھی یہی کہنا ہے)"

اسکے بعد فرماتے ہیں:

لہٰذا مالداروں پر اللہ کی راہ میں خرچ کرنا واجب ہے اور اس بنیاد سے عورتوں پر بھی اموال کے ذریعے جہاد کرنا واجب ہے، اگر وہ مالدار ہوں۔ اسی طرح اگر چھوٹے بچوں

(یتیموں) کے اموال کی ضرورت پڑ جائے تو اس کے ذریعے سے بھی جہاد کرنا اسی طرح واجب ہو جاتا ہے جس طرح اُن (یتیموں) پر خرچ کے لیے زکاۃ واجب ہو جاتی ہے۔

نیز فرمایا:

جب دشمن حملہ کرے تو اختلاف کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی (یعنی زکوۃ کے مصارف میں) کیونکہ (اس صورت میں) اُس (یعنی مال زکاۃ) کے ذریعے دین، جان اور حرمت کا دفاع کرنے پر اجماع ہے۔

(۱۰) تمام سرکاری و غیر سرکاری ڈاکٹرز کو پاکستانی ہسپتالوں یا امدادی تنظیموں کے ساتھ ٹیم بنا کر فوری ضرورت کے تحت میدان میں جانے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

(۱۱) تمام فوجی و سول انتظامی ماہرین، تجربہ کار علماء، طلباء اور نوجوانوں کو نکلنا چاہیے تاکہ وہ معرکے کی قیادت کریں کیونکہ ہمیں کامیابی صالحین کی بدولت ملا کرتی ہے۔

(۱۲) پوری اُمت کو کتب، کیسٹس، خطبات، دینی مجالس اور انٹرنیٹ کے ذریعے اچھی طرح سے ذہن نشین کرا دینا چاہیے کہ اُمت مسلمہ اب بدترین صلیبی جنگ میں داخل ہونے والی ہے جو مسلمانوں کو نشانہ بنائے گی لہذا سب کو اپنے تمام تر وسائل کے ساتھ معرکے میں کود پڑنا چاہیے تاکہ معرکہ ہمارے ہاتھ رہے۔

(۱۳) ہر اُس شخص کو نصیحت کی جانی چاہیے جس نے صلیبیوں کی موت پر رونے کی اداکاری کی اور اُن کی صف میں کھڑا ہوا خواہ وہ کوئی فقیہ ہو یا حاکم، فوجی ہو یا عام شہری کیونکہ مسلمانوں کے خلاف صلیبیوں کی کسی بھی قسم کی اِعانت کرنا خواہ وہ مادی ہو یا معنوی یا قولی وہ ناقضِ اسلام (اسلام کو ختم کر دینے والی) ہے اس کے ساتھ ایمان درست نہیں رہتا۔

یہ وہ بعض طریقے ہیں جن کی ہم نصیحت کرتے ہیں اور انہیں ہم علماء و دُعاۃ اور اُمت کے نوجوانوں اور اس کے تاجروں کی گردنوں میں لٹکا رہے ہیں۔[1]

یاد رکھئے کہ ہر جگہ مسلمانوں کے ساتھ کھڑے ہونے کی ذمہ داری محض چند مخصوص لوگوں کی نہیں بلکہ یہ تو ہر اُس مسلمان کی ذمہ داری ہے جو مسلمانوں کی مدد کرنے پر قادر ہو۔

یہ اس کتاب کے مواد کا کچھ حصہ ہے نہ کہ مکمل کتاب لہذا اس خلاصے سے قاری کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس خلاصے میں وہ سب کچھ شامل نہیں جو مکمل کتاب میں ہے چونکہ یہ اختصار کے لیے لکھا گیا ہے چنانچہ اس میں تھوڑی بہت کوتاہی ہو گی۔ لہذا اس خلاصے کو پڑھنے والے کو مکمل کتاب میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم کرنے میں جلد بازی نہیں کرنی چاہئے حتیٰ کہ وہ پوری کتاب پڑھ لے۔ اس خلاصے کو لکھنے سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ جو شخص پوری کتاب پڑھنے سے عاجز ہو وہ اس خلاصے میں لکھی گئی بھلائی کی چند باتوں کو پالے اور توفیق دینے والا تو اللہ ہی ہے۔

والصلاۃ والسلام علی رسول الله وعلی آله وصحبه اجمعین۔

1 یعنی وہ چاہیں تو اسے بوجھ سمجھ کر اتار دیں یا چاہیں تو ذمہ داری سمجھ کر انہیں اپنا زیور بنالیں۔ مترجم

مقدمہ

الحمدللہ کہ جس نے فرمایا:

آیت:﴿أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الأَرْضِ فَمَا أَغْنَى عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾(غافر ۸۲)

ترجمہ:"کیا ان لوگوں نے زمین میں چل کر دیکھا نہیں کہ جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ان کا کیا انجام ہوا؟ وہ تعداد میں ان سے زیادہ، قوت میں ان سے سخت، اور زمین میں اپنے آثار چھوڑنے میں ان سے بڑھ کر تھے مگر جو وہ کر رہے تھے یہ سب چیزیں ان کے کچھ کام نہ آسکیں۔"

اور اُس نے فرمایا:

آیت:﴿أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا﴾(محمد۔۱۰)

ترجمہ:"کیا وہ زمین میں چل پھر کر دیکھتے نہیں کہ جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ان کا کیا انجام ہوا؟ اللہ نے انہیں تہس نہس کر دیا اور کافروں کے لیے ایسی ہی (سزائیں) ہوتی ہیں۔"

اور درود و سلامتی ہو اللہ کی مخلوق میں سے بہترین ذات پر کہ جنہیں رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا گیا۔ جس کا فرمان ہے:

"اللہ تعالیٰ نے خود پر یہ ضروری قرار دیا ہے کہ دنیا میں جو چیز بھی بُلندی (عروج) پر پہنچے اُسے زوال دے۔"

سو آپ پر بہترین درود اور مکمل سلامتی ہو اور آپ کی اولاد پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔

ہمیں سو سے زیادہ ایسے سوالات ملے ہیں کہ جن میں سائلوں نے امریکا میں ہونے والے حادثے (نائن الیون) کے شرعی حکم کے بارے میں پوچھا ہے؟ تو ان سوالات کے جواب کے لیے ہمارے ذہن میں خیال آیا کہ ہمیں جواب دینا چاہیے تاکہ ہمارے اختیار کیے ہوئے حکم شرعی کی وضاحت ہو۔ شاید اللہ تعالیٰ اس سے ہر مسلمان کو فائدہ پہنچائے۔

بلاشبہ ریاستہائے متحدہ امریکا میں جو تباہی آئی ہے ان پر نظر رکھنے والے کے لیے یہ کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس ظلم کی سزا ہے کہ جو امریکا دنیا کے عوام اور خاص طور پر مسلمانوں کے خلاف کر رہا ہے۔ سو اس نے اپنے کیے کا بدلہ پایا ہے۔ لہٰذا اگر اُسے ان کاروائیوں سے تکلیف و دُکھ ہوا ہے کہ جن کے نتیجے میں ہلاک و زخمی ہونے والوں کا اندازہ ۲۰ ہزار لگایا جاتا ہے۔ تو یاد رکھئے کہ عراق والوں نے تقریباً بیس لاکھ مسلمانوں کو اُن پر لگائی جانے والی پابندیوں کی وجہ سے کھو دیا ہے۔ اور فلسطینی عوام نے اپنی سرزمین پر نصف صدی سے بھی زیادہ عرصے سے صہیونی ظالمانہ حملے کے نتیجے میں اپنے آدھے لوگوں کو مقتولوں و زخمیوں کی حالت میں کھو دیا ہے اور افغان عوام میں سے ستر ہزار مسلمان پابندیوں کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔

اسی طرح فلپائن، انڈونیشیا، کوسوو، صومال، لیبیا، سوڈان اور دوسرے اسلامی ملکوں کی عوام کے خون سے امریکی ہاتھ رنگے ہوئے ہیں۔ یہ تو ان کے علاوہ ہیں کہ جو لاکھوں غیر مسلم انسان سیاہ فام افریقہ، جاپان، سربیا اور جنوبی امریکا اور دوسرے عالمی ملکوں میں کہ جن تک امریکی حملے اور اس کا بدترین ظلم جا پہنچا اور یہ سب کروڑوں تک جا پہنچے ہیں اور یہ اُن کے علاوہ ہیں کہ جو امریکا کے ہاتھوں اپنے وطنوں سے دربدر، دھتکارے ہوئے، پناہ گزین بنے ہوئے ہیں۔ یاد رکھئے کہ عراق نے بتاریخ

1422-7-16ھ کو اقوام متحدہ کے سامنے ایک یاداشت پیش کی جس میں بتایا گیا کہ امریکا نے ۱۸۷۰ء سے لے کر اب تک تقریبا ۲۷ جنگوں کی آگ بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر بھڑکائی جو کہ انسانی تاریخ کی بدترین شکل ہے۔

ان دھماکوں کے ایک ہفتے بعد مضمون ڈاکٹر محمد عباس مصری اخبار "جریدۃ الشعیب المصریۃ" میں اپنے ایک مضمون میں پوری دنیا کی عوام کے خلاف ہونے والے امریکی جرائم کے حجم کی حالت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ایک برطانوی صحافی نے طنزیہ تجزیہ کرتے ہوئے کہا: یہ جنگ یعنی عراق کے خلاف خلیجی جنگ۔ ہر لحاظ سے ایک ایٹمی جنگ تھی۔ جس میں امریکی بحری فوج اور امریکی بحری بیڑوں کو روائتی ایٹمی ہتھیاروں اور ایسے جدید ترین اسلحے سے لیس کیا گیا کہ جس نے ایٹمی تباہی کی مانند تباہی پھیلائی۔

(اس جنگ میں) امریکا نے 15000 ٹن وزنی Blue-82 نامی میزائل استعمال کئے ،جو ایٹمی دھماکے جیسی تباہی مچانے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس سے سینکڑوں کی مسافت تک ہر چیز جل جاتی ہے۔

اس سے بھی بدترین صورت یہ کہ یورنیم کے خونریز بم جن کا پہلی مرتبہ استعمال ہوا، یہ کیمیائی اور ایٹمی ری ایکٹروں کے فضلے اور فالتو اسلحے سے نجات حاصل کرنے کا آسان اور سستا ترین طریقہ ہے۔ امریکی ٹینکوں نے چھ ہزار گولے یورنیم کے جبکہ جنگی جہازوں نے دسیوں ہزار یورینیم کے گولے پھینکے۔ برطانوی ایٹمی کمیٹی خفیہ رپورٹ کے مطابق اتحادی طاقتوں نے میدان جنگ میں جو ناکارہ یورنیم چھوڑی وہ چالیس ٹن سے کم نہیں تھی۔ اور اس میں عراقی ایٹمی ری ایکٹر اور پاور پلانٹس اور کیمیائی فیکٹریوں کی تباہی سے جو کچھ ہوا اس کا

اضافہ کر لیجئے۔ اور اس طرح تاریخ کی اس زہریلی ترین جنگ کی مصیبتیں اپنی انتہا کو پہنچ گئیں۔

مغربی مصدر(ذرائع)بتاتے ہیں کہ یہاں اب ناکارہ یورنیم کے ذرّات وغبار کی مقدار800 ٹن ہے۔ جو ایک بڑے لمبے عرصے تک جزیرہ نمائے عرب کی فضاؤں کو آلودہ کریں گے جس کی بدولت یہاں کی ہوا، مٹی اور دریا کینسر کا سبب بننے والی شعاعوں کی بہت بڑی مقدار سے آلودہ ہوچکے ہیں۔ یہ مصیبت اب آئندہ ہزار سال تک چلتی رہے گی۔ بچے اپنی معصومیت کی وجہ سے یورنیم کے کھلونا نما ایسے بموں سے کھیلتے ہیں کہ جس کا نتیجہ یقینی مگر بتدریج موت ہے۔ امریکی آبادکاری کے آفس کا کہنا ہے کہ عراقی مردوں کی عمر 20سال جبکہ عورتوں کی عمر11 سال کم ہوگئی ہے۔ جبکہ پانچ لاکھ افراد زہریلی شعاعوں کی وجہ سے جلد یا بدیر لقمۂ اجل بن جائیں گے اور یہ ہلاکتیں اجتماعی نسل کشی کی اس جلانے والی جنگ سے پہلے، بعد میں اور ابھی تک جاری اُن وحشیانہ پابندیوں کی بدولت کہ جن کی نہ تو کوئی سابقہ مثال ہے اور نہ آئندہ ہوگی اب بھی جاری ہیں"۔ مضمون نگار اپنی بات پوری کرتے ہوئے کہتا ہے:

"بلاشبہ اجتماعی نسل کشی کی یہ ساری کاروائی کہ جو سالہاسال سے چل رہی ہے اس سرپرست امریکا ہے۔ امریکی عہدیدار جان بوجھ کر اور بڑی سختی اور شدت کے ساتھ بھوکے اور بیمار عوام سے امداد کو روکتے ہیں اور واشنگٹن ان سنگین ترین حقائق کی تردید بھی نہیں کرتا"۔

پھر ایک اور امریکی اور وہ بھی یہودی ہے جس کا نام " نوم چومسکی" ہے تجزیہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

"دوسری جنگ عظیم کے خاتمے سے اب تک اتنی دلیلیں ہیں کہ جو یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ تمام امریکی صدور جنگی مجرم ہیں"۔

سابق امریکی وزیر عدل راسی کلارک کہتا ہے کہ:

"بلاشبہ بنیادی اور انصاف کا قانون سختی کے ساتھ ان سزاؤں کی مذمت کرتا اور انہیں جُرم تصور کرتا ہے"۔

ہاک اسٹیسفر کہتا ہے کہ:

"مؤلف ٹھوس دلائل اور انہیں انتہائی جارحانہ، سخت انداز میں بیسویں صدی کی اجتماعی نسل کشی کے جرائم پر تیز روشنی ڈالنے میں کامیاب رہا۔یعنی عراقی جنگ پر"۔

کتاب کا مؤلف چیخ اٹھا

"بلاشبہ میں اس پر عاجزانہ عار محسوس کرتا ہوں کہ اجتماعی نسل کشی کا جو فیصلہ میری حکومت اور اس کے چیلوں نے کیا۔ یہ لوگ تو نفسیاتی مفلوج ہیں کہ جن سے کسی بھی گناہ کا احساس تک جاتا رہا"۔

لائبیریا میں نوے کی دہائی کے آغاز میں ڈیڑھ لاکھ لوگ قتل ہوئے اور ہزاروں لوگ زائیر میں قتل ہوئے (قومیت کی بنیاد پر نسل کشی میں پانچ لاکھ لوگوں کو اپنے گھر بار چھوڑنے پر مجبور کیا گیا) اور دس لاکھ کی نفری سیر لیا میں دربدر ہوئی۔ صرف 1990ء میں جنگ اور قحط کے دوران 60 ہزار مارے گئے۔ انگولا میں "کویتو" شہر میں تنظیم "ونیٹا" پر آٹھ ماہ تک لگائی جانے والی پابندی کے دوران بیس ہزار مر گئے۔ یہ اسی طرح کے کئی حادثات میں سے ایک حادثہ تھا جو کہ امریکا کی افریقی ممالک کے بارے میں خفیہ سیاسی پالیسی کا نتیجہ تھا۔ انڈونیشی فوجی قیادت نے امریکیوں کی شہ اور ترغیب اور انہی کے

منصوبوں اور اسلحے کے ساتھ اپنے دس لاکھ ہم وطنوں کو قتل کر ڈالا۔ جنوبی افریقہ کے علاقوں "نمیبیا" انگولا اور "موز نبیق" میں دس لاکھ سے زیادہ لوگ قتل ہوئے۔

ریاستہائے متحدہ امریکا جو خود بھی قومیت کی بناء پر قتل وغارت اور اجتماعی نسل کشی کی پیداوار ہے، نے قومیت کی بنیاد پر قتل وغارت اور اجتماعی نسل کشی کی ایسی جدید ترین ٹیکنک استعمال کی کہ جس کی کوئی سابقہ مثال نہیں ملتی۔ دوسری عالمی جنگ کے دوران اور اس کے بعد واشنگٹن کے بڑوں نے اجتماعی نسل کشی کے نت نئے طریقے نکالے۔ ایک لمبے عرصے کے بعد امریکا آزاد ہوا تو برطانوی بادشاہی فضائیہ اور امریکی فوج کی فضائیہ دونوں اسٹریٹجک بمباری کرتیں اور آگ لگانے والے بموں کے استعمال سے شہروں میں وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے کی مہارت رکھتیں تھیں۔ جنرل جارج مارشل نے اپنے ساتھیوں کو حقیقت میں آگ سے تباہی پھیلانے والے حملوں کی منصوبہ بندی کا حکم دیا، جو گنجان آبادی والے جاپانی شہروں کے لکڑی اور کاگذی ڈھانچے کو جلادیں۔ ایک رات 334 امریکی طیاروں نے آگ لگانے والے بم گرا کر ٹوکیو شہر کے سولا مربع میل کے وسیع علاقے کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ ایک لاکھ لوگوں کو قتل اور دس لاکھ آبادی کو دربدر کر دیا۔ جبکہ جنرل کیرٹس لومئی نے بڑے اطمینان کے ساتھ جاپانی عورتوں، بچوں اور مردوں کو جلتے ہوئے دیکھا۔ موت کی دیواروں تک ان کے اُبالے اور پکانے جانے کا کام جاری رہا اور گرمی اس شدت کی تھی حتی کہ سروں پر پانی بھی اُبلنے لگا تھا اور معدنی ڈھانچے پگھل گئے اور اس قسم کے وحشیانہ حملوں کا نشانہ ہیروشیما اور "ناگاساکی" کے علاوہ 64 شہر بنے۔ ایک رپورٹ تو اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ اس طریقے سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد چار لاکھ افراد ہے۔ یہ تو اجتماعی نسل کشی کی اُن کاروائیوں کی صرف ایک تمہید تھی کہ جو ریاستہائے متحدہ نے اُن علاقوں (ملکوں) کے خلاف کیں کہ جنہوں نے واشنگٹن کو کوئی دھمکی بھی نہیں دی تھی۔

1952 اور 1973ء کے دو سالوں کے درمیانی عرصے میں ایک محتاط ترین اندازے کے مطابق ریاستہائے متحدہ نے تقریباً ایک کروڑ چینی، کوری، ویتنامی ولاؤسی اور کمبوڈی لوگوں کو ذبح کر کے رکھ دیا۔ جبکہ ایک رپورٹ کے مطابق تو صرف کوریائی جنگ میں ہی شمالی کوریا کے بیس لاکھ افراد کا قتل ہوا

جن میں سے اکثریت" ہیونگ یانگ" اور دوسرے بڑے شہروں میں لگنے والی آگ کے نذر ہوئے۔ یہ چیزیں ہمیں ٹوکیو پر آگ لگانے والے حملوں کی یاددلاتے ہیں اور مصائب وجرائم کی ایک تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے، مشرق بعید میں فضائی بمباری کی اسپیشل فورسز کے سربراہ جنرل ایمٹ اوڈینیل نے گواہی دیتے ہوئے کہا کہ:

"جزیرہ نمائے کوریا کا تقریبا تمام علاقہ انتہائی مصیبت کی حالت میں ہے کیونکہ اس کی ہر چیز تباہ وبرباد ہوچکی ہے اور کوئی قابل ذکر چیز صحیح سلامت نہیں بچی۔ماک ارثر کو"یالو" نامی دریا عُبور کرکے چین میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے چینی فوج کے اچانک شمالی کوریا میں داخلے نے امریکی بمبار(طیاروں)کو اجتماعی قتل وغارت کا ایک اور موقع فراہم کردیا۔

اس نے کہا: ہم چینی فوج کے آنے سے پہلے تک جنگی طیاروں کے بغیر کام کررہے تھے کیونکہ کوریا میں نشانہ بننے کے قابل کوئی ہدف باقی نہیں بچا تھا۔(آفات ومصائب کی تحقیقاتی کمیٹی کے اجلاسوں کی ریکارڈنگ)اور اس کے ایک عشرے سے بھی کم عرصے کے بعد اسی قسم کا معاملہ"ویت نام" "لاؤس"اور"کمبوڈیا"کے ساتھ دہرایا گیا"۔

ایک ویتنامی بوذی راہب(عبادت گزار عالم)"تینتش ثین ہاؤ" نے بتایا کہ 1963ء کے وسط میں شروع ہونے والی ویتنامی جنگ کے سبب ایک لاکھ ساٹھ ہزار افراد قتل، سات لاکھ افراد کی شکلیں مختلف اذیتیں دے کر بگاڑ دی گئیں۔اکتیس ہزار عورتوں کی عصمت دری کی گئی، تین ہزار زندہ لوگوں کی انتڑیاں ومعدہ وغیرہ پیٹ سے باہر نکالا گیا، چار ہزار کو جان نکلنے تک جلایا گیا، ایک ہزار عبادت گاہیں تباہ کی گئیں اور چھیالیس بستیوں کو زہریلے کمیائی مواد کے ساتھ حملہ کیا گیا۔۔وغیرہ۔"

1972ء میں، برتھ ڈے جیسی خوشی کے تہواروں کے موقعوں پر "ہانوی" اور "ہائیفونگ" نامی شہروں پر امریکی بمباری کے نتیجے میں تیس ہزار سے زائد بچے دائمی بہرے پن کا شکار ہوگئے۔ جنگ

کے بعد جب امریکیوں کو اپنے 2497 فوجیوں کی گمشدگی کی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا (ایک رپورٹ کے اندازے کے مطابق) تو اسی دوران تین لاکھ ویتنامیوں کے لاپتہ ہونے کا صدمہ اُن کے خاندانوں کو اٹھانا پڑا۔ شاید ویتنام میں ہلاک شدگان کی تعداد چالیس لاکھ تک جا پہنچی ہو، یہ ان لاکھوں لوگوں کے علاوہ ہے کہ جو معذور، اندھے پن، اور شکلوں کے بگڑ جانے جیسے صدموں کا شکار ہوئے۔ ویت نام قبرسان، لنگڑے لولے افراد اور ایسی زہریلی زمین میں تبدیل ہو گیا کہ جس کے باسی بدشکل یتیم بچے تھے۔ اس مغربی تہذیب کا شکار ہونے والے ہلاک شدگان اور لنگڑے لولے افراد کی مجموعی تعداد شاید دو کروڑ بیس لاکھ تک ہو گی لیکن یاد رکھیے کہ امریکی درد سر (وین میں مجموعی شکست کی بیماری) کا ان وحشیانہ کاروائیوں سے کوئی تعلق نہیں۔

بلاشبہ امریکیوں کے ہاتھ صرف "کوریوں" "ویتنامیوں" لاؤسیوں" اور "کمبوڈیوں" ہی کے اس خون سے نہیں رنگے ہوئے کہ جن کا اُن ہاتھوں سے مٹنا ناممکن ہے بلکہ یہ ریاستہائے متحدہ پوری دنیا کے بہت سے دوسرے علاقوں (ممالک) میں ہونے والی قتل وغارت، تعذیب اپاہج کرنے والی کاروائیوں میں بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر شریک ہے۔ پھر انڈونیشیا کے مذبح خانوں اور وسطی امریکا میں مشقت زدہ لوگوں کے خلاف امریکی ہاتھ نمایاں ہے۔ ("نیگاراگوا، ایل سلواڈور"، گوئٹے مالا" اور ہنڈاراس": میں امریکی اسلحے اور ٹریننگ اور ان کے مشورے اور امریکا کی ہی نمائندگی کرتے ہوئے لاکھوں لوگوں کو قتل کیا گیا)۔ امریکی شہروں میں پھیلی ہوئی بے چینی کے سبب "انگولا" موزمبیق اور "نمیبیا" وغیرہ میں خونریز معرکوں اور اُن طاغوتوں کے مجرمانہ افعال کہ جنہیں امریکا کئی دہائیوں سے کمک بہم پہنچا رہا ہے۔ ("سوموزا"، بینوشیٹ۔ مارکوس۔ موبوتو، باٹیسٹا، ڈیم وکی وری" ڈوفالیہ، سوہارتو اور سافیمبی" جیسے عالمی ڈکٹیٹر) پھر ان کئی مثالوں میں سے ایک مثال کہ: 1981 میں "وزوٹی" میں ریاستہائے متحدہ کے تربیت یافتہ فوجیوں نے تقریبا 1000 نہتے کسانوں کو ذبح کر ڈالا جن میں 139 بچے شامل تھے۔ "گوئٹے مالا" میں تربیت یافتہ امریکی فوج نے ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ کسانوں کو 1966ء اور 1986ء کے درمیانی عرصہ میں قتل کیا"۔ ڈاکٹر محمد عباس کا مضمون ختم ہوا۔

ان تباہ کن کاروائیوں کی شکل میں امریکا نے جو نتیجہ حاصل کیا ہے یہ تو صرف اُس ساری بے چینی اور فساد کی پوری دنیا میں لگائی ہوئی امریکی فصل کے پھل کا ایک جزء ہے۔ لہٰذا اگر اسے ایک مرتبہ تکلیف ہوئی ہے تو اس کے مدمقابل یہ دوسری عوام کئی دہائیوں سے اس کے جرائم میں تڑپ رہے ہیں جو کہ ابھی تک جاری وساری ہیں۔ لہٰذا اسے بھی دوسرے نہتے عوام پر کیے ہوئے اپنے جرائم کا کچھ مزہ چکھنا چاہئے تا کہ اُسے بھی پتہ چلے کہ جو حالت اب اس کی ہے یہی حالت اُن لاکھوں انسانوں کی ہے جو اس کے ظلم وستم کا شکار ہوئے اور ہورہے ہیں۔ جو کچھ امریکا کے ساتھ ہوا اس کے چیلے تو غم واندوہ میں مبتلا ہوئے مگر اس کے تمام دشمن اپنے مذاہب کے اختلاف کے باوجود خوش ہورہے ہیں۔ لیکن جس چیز نے ہمارے دل دہلا دیئے ہیں وہ یہ کہ بہت سے علم کا دعوی کرنے والوں نے ان حادثات (نائن الیون کے حملوں)اور ان کے ذمہ داروں کی مذمت وملامت اور ان پر شدید اعتراضات کرنے میں جلد بازی سے کام لیا۔ امریکا سے اس کی اس مصیبت پر تعزیت اور اس سے ہمدردی کا اظہار کررہے ہیں بلکہ وہ تو مسلمانوں سے اللہ کے ان دشمنوں کے لیے خون کے عطیات دینے کا مطالبہ کررہے ہیں حالا کہ یہی تو وہ لوگ ہیں (امریکی) کہ جنہوں نے ہر جگہ مسلمانوں کے خون بہائے اور ابھی تک بہا رہے ہیں۔

ہمارے خیال میں تو سیاسی فتوؤں کے علاوہ کچھ نہیں کیونکہ یہ کسی بھی بنیادی شرعی دلیل سے محروم ہیں۔

سو فاللہ المستعان کہ اب ہم ان حالات میں زندہ ہیں کہ جب قرآنی آیت کو چھوڑا جارہا ہے اور حدیث کی نص اور اس کے معنی کو رائیگاں کیا جارہا ہے۔ اسلام ہی کی طرف منسوب لوگ اس فانی دنیا کی خاطر اس سے منحرف ہورہے ہیں عنقریب امریکی ان سے اس (دنیا) کا مزہ بھی جلد ہی چھین لیں گے خواہ وہ ان کی صف میں شامل ہی ہوں اور ان کا دفاع ہی کیوں نہ کررہے ہو۔ آپ کو سب سے زیادہ تعجب تو مذمت وملامت کے یہ فتوے دینے والوں کے بے مثال تناقضات (متضاد باتوں) سے ہو گا۔ اس تناقض کی صورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ یہ لوگ امریکیوں، یہودیوں اور دوسروں کے جرائم پر تو خاموش رہتے ہیں۔ جب امریکا کو کچھ ہوا تو یہ سب بولنے لگے اور امریکا پر حملے کی مذمت کرتے اور اُس

سے تعزیت کرتے ہیں۔اس کے باوجود کہ ہم نے اُن کا کوئی ایسا بیان نہیں دیکھا کہ جس میں امریکا کو اس کا مجرم قرار دیا گیا ہو کہ جو اُس نے فلسطین میں ہمارے بھائیوں کے ساتھ کیا اور نہ ہی ہم نے اُن کا کوئی ایسا بیان دیکھا کہ جس میں اُس کا مجرم قرار دیا گیا ہو جو اُس نے صومال یا عراق یا انڈونیشیا یا لیبیا ،افغانستان اور سوڈان پر پابندیاں اور ان ملکوں پر جو حملے کیے۔ بلکہ انہوں نے تو امریکا کو اس کا بھی مجرم قرار نہیں دیا کہ جو اس نے بوسنیا میں سربوں کی مسلمانوں کے خلاف اعلانیہ مدد یا اس کی چیچنیا میں روس کی مسلمانوں کے خلاف مدد کی۔ یہ کہ ان دو جنگوں میں کہ جن کے دوران ابھی تک اڑھائی لاکھ مسلمان قتل ہوئے اور چھ لاکھ سے زیادہ ملک بدر ہوئے یہ اُن کے علاوہ ہیں جو زخمی اور لنگڑے لولے بن گئے۔ لہٰذا اب امریکا کیوں سرزمین عراق کو جلا رہا ہے اور (اقتصادی) پابندیوں اور اس سے پہلے جنگ کے ذریعے بیس لاکھ کے قریب مسلمانوں کا قتل عام کیا، تب تو ان لوگوں نے کچھ بھی نہ بولا، سلامتی کونسل نے کیوں دو مرتبہ افغانستان پر پابندیوں کی قرارداد منظور کی جس کے نتیجے میں ہزاروں مسلمان لقمہ اجل بن گئے اور ان لوگوں نے ان پابندیوں کی تو کوئی مذمت نہ کی حالانکہ انسانی نسل و کھیتی باڑی کو تباہ کرنے میں پابندیوں اور جنگ کا ایک جیسا ہی کردار ہے۔

ان کے فتوؤں کے تناقض کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ان میں سے بعض سے تو ہم کل تک یہی دعوت سنتے تھے کہ امریکا کو اقتصادی نقصان پہنچانے کے لیے امریکی اشیاء کا بائیکاٹ کیا جائے۔ آج جب امریکا کی معیشت پر براہ راست حملہ ہوا تو یہ اُس کا دفاع کرنے لگے گئے اور جو کچھ امریکا کے ساتھ ہوا ان پر یہ بھاری گذرنے لگا۔ لہٰذا ایک طرف تو امریکی اشیاء کی خرید و فروخت کو ناجائز قرار دیتے ہیں تاکہ اس کی اقتصادی حالت سر نہ اٹھائے تو دوسری طرف امریکی معیشت کو براہ راست نشانہ بنانے کو حرام قرار دیتے ہیں۔ بلکہ وہ تو مسلمانوں سے امریکیوں کے لیے خون و امداد کے عطیات دینے کا بھی مطالبہ کر رہے ہیں۔

تناقض کی صورتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جن لوگوں نے جنگ خلیج کے دوران بغداد اور دوسرے عراقی شہروں کو نشانہ بنانے کو جائز قرار دیا یہ جانتے ہوئے کہ وہاں ہزاروں عام شہری بھی قتل

ہوں گے انہی لوگوں نے اپنے اس گمان کی بناء پر امریکا پر حملوں کو حرام قرار دیا کہ وہاں معصوم لوگ قتل ہوئے۔ تو عراقی معصوم لوگوں کا قتل عام کیوں حلال ہے جبکہ امریکی معصوم لوگوں کا حرام؟!

تناقض کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بلاشبہ جن لوگوں نے امریکا کے خلاف ہونے والے حملوں کی مذمت کی ہے، یہی لوگ تو باآواز بلند منبروں، اخبارات اور ذرائع ابلاغ پر یہ دعا کیا کرتے تھے کہ :اللھم عَلَيكَ بِاليَهُودِ وَمَن عَاوَانَهُمْ"۔ یا اللہ تو یہودیوں اور انکے مددگاروں (ان کا مقصد تھا امریکیوں) کو تباہ وبرباد کردے۔

ان میں سے کئی تو امریکا پر صراحت کے ساتھ بددعا کرتے تھے کہ اللہ اسے پوری طرح پراگندہ کردے اور اسے تباہ وبرباد کردے۔ جب اللہ نے انہی کی اس بددعا کو شرف قبولیت بخشا تو چیخ اٹھے۔ مذمت وملامت کرتے ہوئے اور اُسے مجرم گرداننے لگے کہ جس نے امریکا کو تباہ کیا۔

سبحان اللہ یہ امریکا کی تباہی کس طرح کی چاہتے ہیں؟ جب امریکا تباہ وبرباد ہوا تو کہنے لگے کہ یہ تو حرام ہے؟ تو اگر امریکا کی تباہی کرنا حرام ہے تو پھر تو اس پر بددعا کرنا بھی حرام ہوا کیونکہ یہ تمہاری اپنی گھڑی ہوئی فقہ کے مطابق ظلم وزیادتی ہے اور اسی طرح اس کا اقتصادی بائیکاٹ بھی حرام اور زیادتی ہے اسی فقہ کی بناء پر۔

تناقض کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ جن لوگوں نے یہودیوں کے قتل اور ان کے ہرہدف کو نشانہ بنانے کے فتوے دیے خواہ ان کاروائیوں کے نتیجے میں عورتیں، بچے اور بوڑھے ہی کیوں نہ قتل ہوجائیں انہی لوگوں نے اُن لوگوں کو مجرم قرار دیا کہ جنہوں نے امریکا پر یہ تباہ کن حملے کیے۔ اور تو اور بلکہ جن لوگوں نے کہا کہ فلسطین میں فدائی حملے جہاد کے اعلیٰ درجات میں سے ہیں۔ انہوں نے ہی ارشاد فرمایا کہ: بلاشبہ جس کسی نے بھی امریکا کے خلاف (فدائی) حملے کیے اُس نے خودکشی کی بہت بڑے جرم اور کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ کا ارتکاب کیا، بلکہ اُن میں سے تو کئی نے یہ تک فرمادیا کہ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں!!!

تناقض کی ایک صورت کہ جو ان کے اخلاص پر بھی دلالت کرتی ہے کہ وہ لوگ کہ جو تمام محفلوں میں دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ جہاد کا پرچم بلند کر (یعنی جہاد قائم) اور گمراہ اور اہل فساد کو ذلیل ورسوا کر۔ سو جب جہاد کا پرچم بلند ہونے کے قریب ہوا (یعنی جب جہاد شروع ہوا) تو سب لوگ خوفزدہ ہو کر کہنے لگے:

آیت: ﴿رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلا أَخَّرْتَنَا إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ﴾ (النساء۔ ۷۷)

ترجمہ: اے ہمارے رب! تو نے ہم پر جنگ کیوں فرض کی، ہمیں مزید کچھ عرصہ کے لیے کیوں مہلت نہ دی؟

گویا انہوں نے گمان کر رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ امریکی غضب کے بغیر ہی جہاد کا پرچم بلند کرے گا! سو جب امریکا غضبناک ہوا تو پتہ چل گیا کہ کون حقیقی جہاد چاہتا ہے اور کون ہے کہ جو صرف زبانی کلامی جہاد چاہتا ہے۔ یہ تناقضات تو اُن لوگوں کے منہج کے ہیں کہ جن کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ سیاسی وابلاغی سیل رواں کے ساتھ تیرتے رہیں۔ اُن کے یہ تناقضات اس چیز پر واضح دلالت کرتے ہیں کہ وہ تو شرعی اصولوں کے مطابق چلتے ہی نہیں تھے بلکہ ان کے اصول تو سیاسی یا وطنی یا جذباتی یا ابلاغی یا دنیاوی اصول تھے کیونکہ اگر وہ مخلص ہوئے تو اپنے ان اصولوں کو جو انہوں نے ان آخری واقعات (حملوں) پر لاگو کیا ہے انہی اصولوں کو وہ اپنے دوسرے فتوؤں میں کیوں نہیں اپناتے۔ پھر ان اصولوں کی بنا پر حاصل ہونے والے قول کا فتویٰ دیتے۔

کیا امریکا دارالحرب ہے یا حلیف ملک؟

مسئلے کی شرعی حیثیت اور اس کے جائز وناجائز کی بحث میں پڑنے سے پہلے سب سے اہم مسئلہ جو ہے وہ اس بات کا فیصلہ کرنا کہ کیا امریکا دارالحرب (جنگجو ملک) ہے یا معاہدہ کرنے والا (حلیف) ملک؟

اسی سوال کے جواب پر مسئلے کا حل منحصر ہے۔

میں کہتا ہوں: بلاشبہ پوری دنیا کے ملک مسلمانوں کے لیے یا تو دارالحرب کا درجہ رکھتے ہیں یا پھر بامعاہدہ(حلیف) ہونے کا۔ لہٰذا تمام کافر ملک تو اصل میں جنگجو(دار لحرب) ہیں اسی لیے ان کے خلاف ہر طرح کی لڑائی لڑنا جائز ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگجو ملکوں کے قافلوں کو روکتے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے قافلوں کو روکا اور کافر ملکوں کی عوام کو ضرورت پڑنے پر ضمانت کے طور پر(گروی) رکھ لیتے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کی طرف سے اپنے صحابہ کو قیدی بنائے جانے پر بنی عقیل کے ایک آدمی کو قیدی بنالیا تھا۔ بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگجو ملکوں کی شخصیات کو قاتلانہ حملوں کا نشانہ بناتے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "خالد الہذلی" اور کعب بن اشرف" اور سلمہ بن ابی الحقیق" کے قتل کا حکم دیا تھا۔ آخری دونوں تو حلیف تھے مگر انہوں نے اپنا عہد توڑ ڈالا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قتل کو مباح قرار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگجو ملکوں کے اُن بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کے قتل کا فتوی دیتے تھے کہ جن کا(دشمن میں سے) پہچانا جانا ممکن نہ ہوتا اور جنگجوؤں تک انہیں قتل کیے بغیر پہنچنا ناممکن ہوتا۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "طائف" میں بھی ایسا کیا اور اس شہر پر "منجنیق" کے ذریعے(پتھروں) کی بارش کی۔ لہٰذا جنگجو ملکوں کو نقصان پہنچانے سے منع کرنے والی شرعی حدود کا وجود نہیں، ماسوائے اس کے کہ اگر عورتیں، بچے، اور بوڑھے واضح طور پر پہچانے جاتے اور وہ جنگ وحملے میں(دشمن کے) مددگار بھی نہ ہوتے تو اس صورت میں انہیں نشانہ نہ بنایا جاتا۔ یاد رہے کہ ابھی تو ہم نے کافروں سے اُن جیسا کہ بدلہ لینے کا ذکر نہیں کیا جو کہ عنقریب آئے گا۔ لہٰذا ملکوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ایک قسم حربی(جنگجو) ہے اور اصل ان کی یہی ہے۔ جبکہ دوسری قسم معاھدہ(حلیف) کی ہے۔ ابن القیم نے زاد لمعاد ۳/۱۵۹ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا: پھر جہاد کے واجب ہونے کے بعد کفار کی تین قسمیں ہو گئیں، صلح ومعاہدہ والے، جنگ کرنے والے اور ذمّی لوگ۔ جبکہ ملک تو ذمّی نہیں ہوتے بلکہ یا تو جنگجو ہوتے ہیں یا پھر معاہدہ کرنے والے(حلیف) جبکہ دارالاسلام میں "ذمّی" صرف افراد کا حق ہوتا ہے اور جب

کافر نہ تو حلیف ہو اور نہ ذمی تو بلاشبہ اس کی اصل یہی ہے کہ وہ ایسا حربی یعنی جنگجو ہوتا ہے کہ جس کا خون ،مال اور عزت حلال ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام نے "الفتاوی" ۳۲/۳۴۳ میں فرمایا کہ:

"اور اگر کافر جنگجو ہو تو بلاشبہ اس کے جنگجو ہونے نے ہی اس کے قتل، اس کے مال لینے اور اس کی عورت کو لونڈی بنانا مباح کر دیا"۔

بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مشرکوں کی تقسیم کا ذکر آیا ہے۔ انہوں نے فرمایا مشرکوں کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کے ہاں دو درجے تھے ۔جنگجو مشرک جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم لڑتے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتے۔ اور حلیف مشرک جن سے نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لڑتے اور نہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتے۔ آج کے مسلمانوں میں امریکا کے بارے میں اس چیز پر تو اتفاق ہے یہ ملک کبھی ایک دن کے لیے بھی اسلامی ملک نہیں رہا اور نہ کبھی مسلمان کا حلیف بنا۔ اور اگر ہم اس بات کو تسلیم بھی کر لیں کہ یہ (مسلمانوں کے) اجماع سے یہ ثابت کریں گے کہ اگر ان میں سے کوئی معاہدہ صحیح تھا بھی تو اس نے اپنے وہ عہد توڑ ڈالے ہیں اور یوں وہ اپنے اصل (شرعی) حکم کی طرف لوٹ جاتا ہے کہ وہ دارالحرب (جنگجو ملک) ہے۔ امریکہ کی سب سے بڑی عہد شکنی اس کا فلسطین میں یہودیوں کی ہر طرح کی مدد کرنا ہے۔ لہٰذا یہ ایک چیز ہی یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ وہ جنگجو (حربی) ملک ہے جس کے خلاف تمام ایسے جنگی وسائل کا استعمال جائز ہے کہ جن کی بدولت (اس کی حکومت) گر جائے یا وہ کمزور ہو یا وہ خوفزدہ ہو ماسوائے عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو اس وقت قصداً نشانہ بنانے کے، اگر انہوں نے کسی بھی قسم کی شراکت نہ کی ہو۔ اور ہم نے انہیں بالمثل (ان کے ظلم کے بدلے کے طور پر) سزا کی دلیل نہیں دی جس کا بیان آگے آرہا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف کو مسلمان عورتوں کے بارے میں ایک فحش نظم کہنے کے بعد اُسے قتل کروادیا۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کی عہد شکنی شمار کرتے ہوئے اُسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر جس وقت حملہ کیا اور قریش سے جنگ کی

کہ جب انہوں نے اپنے حلیفوں بنی بکر بن وائل کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیفوں خزاعہ کے خلاف جنگ میں مدد کی۔ لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاہدے کے متضاد اور عہد شکنی کا ایک سبب شمار کیا اور اُن سے جنگ کی۔ شیخ الاسلام سے آپ کے "الفتاوی" ۲۸/۶۶۸ میں ذمّیوں میں سے ایک ایسے یہودی کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جس نے یہ الفاظ کہے تھے:

"مسلمان کُتے ہیں جو ہم پر مسلط ہیں" اس نے یہ الفاظ اس وقت کہے جب بعض مسلمانوں نے اُس سے جھگڑا کیا تھا۔ سو اُس (یہودی) کا شرعی حکم کیا ہے؟ تو آپ رحمہ اللہ نے جواب دیا۔ اگر تو اس کی یہ گالی مسلمانوں کا کوئی خاص گروہ تھا۔ تو اُسے اس پر سزا دی جائے کہ جس سے وہ اور اس جیسے دوسرے اس کام سے باز آجائیں۔ اور اگر اُس سے عام مسلمانوں کے خلاف یہ بات ظاہر ہو تو پھر اس نے اپنے اس فعل سے اپنا عہد توڑ ڈالا اور اسے قتل کرنا واجب ہے۔ لہٰذا جو کوئی امریکا کا دفاع کرتا ہے کیا اُس کے لیے ممکن ہے کہ وہ ہمارے لیے یہ ثابت کرے کہ امریکا نے اپنا عہد نہیں توڑا اگر اس سے کوئی سابقہ عہد ثابت ہو جائے تو؟ اس کے لیے یہ کبھی بھی ممکن نہیں کہ وہ ہر جگہ امریکا کی اسلام کے خلاف جنگ کا انکار کرے۔ یہودیوں، فلپائن اور انڈونیشیا میں نصاری اور کشمیر میں ہندوؤں کا مددگار اکیلا امریکا تھا۔ امریکا اس بات کی تردید کبھی بھی تو نہیں کرتا بلکہ وہ تو منبروں پر سے علی الاعلان کہتا ہے کہ وہ اسلامی بنیاد پرستی اور اسلامی قدامت پرستی کے خلاف جنگ لڑ رہا ہے۔ لہٰذا جب یہ فیصلہ ہو گیا کہ امریکا ایسا جنگجو ملک ہے کہ جس کے ساتھ مسلمانوں کا نہ تو کوئی عہد ہے اور نہ صلح، یا کم از کم حالات میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے اپنے معاہدوں اور صلح ناموں (اگر کوئی تھے بھی) کو مسلمانوں کو قتل کر کے اور ان کے قتل کرنے میں مدد دے کر توڑ ڈالا۔ اس بات پر اتفاق کر لینے کے بعد اب ہمارے لیے ممکن ہے کہ ہم اپنی اصل بحث میں داخل ہوں اور شرعی دلیلوں کو دیکھیں اور دیکھیں کہ کیا شریعت (اسلامی) اس کو جائز قرار دیتی ہے کہ جو کچھ امریکا کے ساتھ ہوا اگر ان کاروائیوں کے پیچھے مسلمان تھے۔

بحث کا آغاز اور خون کی عصمت کا بیان

اوّل: سب سے پہلے ضروری ہے کہ ہم ایک اہم چیز کو دہرائیں کہ جو حملے امریکا پر ہوئے ہیں ابھی تک ان کے پیچھے مسلمانوں کا ہاتھ ثابت نہیں ہوا۔

دوئم: جاری تحقیقات کے نتائج کا اگر یہ اعلان ہوتا ہے کہ یہ کام کرنے والا کوئی مسلمان تھا۔ تو ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ تحقیقات غیر منصفانہ ہیں۔ اس وجہ سے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ (مقدمے) کا فریق ہی قاضی ہو؟ اس لیے ان تحقیقات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان کی بنیاد پر کسی قسم کا کوئی شرعی حکم لگانا ممکن ہے۔ کیونکہ یہ تو ان کے کتاب و سنت کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے شرعی لحاظ سے ہی باطل ہیں، اور جس چیز کی بنیاد ہی باطل پر ہو وہ باطل ہی ہوتی ہے۔ اس لیے ہم مذمت و ملامت کرنے والے ہر جلد باز سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ابھی انتظار کرے کیونکہ ابھی تو مسلمانوں پر اس کا الزام ثابت ہی نہیں ہوا۔ اگر یہ اعلان کر بھی دیا جاتا ہے کہ یہ مسلمانوں نے کیا ہے تو بھی ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ ہم اُن (کفار) کی خبروں کی بناء پر کوئی حکم لگائیں۔ کیونکہ وہ تو دشمن ہیں اور اُن کے لیے اس چیز میں تو کوئی رکاوٹ نہیں کہ انہیں یہ کام کرنے والے حقیقی لوگوں کا پتہ چل جائے اور جب انہیں پتہ چلے کہ یہ تو غیر مسلم ہیں تو پھر خفیہ طور پر اُن کا پیچھا کیا جائے اور انہیں سزا دی جائے۔ جبکہ دوسری طرف مسلمانوں کے خلاف جنگ چھیڑنے کے لیے اُن پر یہ تہمت لگائی جا رہی ہو۔ رہی بات یہ کہ اس صورت میں ان کاروائیوں کا شرعی حکم کیا ہو گا کہ اگر مسلمانوں نے یہ کام کیا تو ہم معاملے پر اسی کی بنیاد پر بحث کریں گے۔ اور ہم دوبارہ دہراتے ہیں کہ ہمیں اس کا یقین نہیں کہ یہ کام کرنے والا مسلمان ہی ہے۔ لیکن اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ مسلمان ہے تو اس کا شرعی حکم کیا ہو گا؟

ہم کہتے ہیں کہ بلاشبہ شریعت نے مسلمانوں کے خون، ان کی عزتوں کی پامالی اور ان کے اموال کو مباح کرنا یا انہیں کسی بھی قسم کا بالواسطہ یا بلاواسطہ نقصان پہنچانا حرام قرار دیا ہے۔ ماسوائے کسی شرعی سبب کے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ:

"کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں ماسوائے تین حالتوں میں سے کسی ایک کے، جان کے بدلے جان، شادی شدہ زانی اور دین (اسلام) کو چھوڑ کر جماعت میں تفرقہ ڈالنے والا۔"

لہٰذا یہ حالتیں ہیں کہ جن میں کسی مسلمان کا خون بہانا جائز ہوتا ہے مگر فقہاء کے درمیان اس بات پر اختلاف ہے کہ کیا یہ حدیث صرف انہی تین حالتوں کو منحصر کرتی ہے یا یہ صرف مثال کے طور پر تین حالتیں بیان ہوئیں ہیں۔ لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ غیر مسلم کے خون کی اصل (بنیادی طور پر) حرمت نہیں بلکہ اس میں اصل حلّت (حلال) ہے۔ لہٰذا اس کا خون مال اور عزت (یعنی لونڈی بنا کر) حلال ہیں۔ اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت اور اسے نقصان پہنچانا صرف کسی ہنگامی (شرعی) حکم کے اس کے اصل پر لاگو ہونے سے ہی حرام ہوگا۔ جیسے معاہدہ ذمّی بنانا یا پناہ لینا ہیں۔ رہی عورتیں، بچے، بوڑھے اور لڑائی کرنے یا لڑائی پر مدد کرنے کے لیے نااہل افراد تو ان میں اصل اور کفار کے عورتوں، بچوں، بوڑھوں کے قتل کی حرمت پر جو دلیلیں ہیں ان میں سے ایک جو روایت صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غزوے کے دوران ایک عورت مقتول پائی گئی۔ (تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کر دیا) اور مسلم کی ایک لمبی حدیث جو بُریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

"اللہ کی راہ میں اللہ کے نام کے ساتھ حملہ کرو۔ ان لوگوں سے لڑو کہ جو اللہ کا انکار کرتے ہیں حملہ کرو اور غلوم نہ کرو، اور نہ غداری کرو، اور نہ مثلہ کرو اور نہ بچے کو قتل کرو۔۔۔الحدیث۔"

رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ سے احمد اور ابوداؤد میں آیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوے میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ کسی کے گرد جمع ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو بھیجا اور فرمایا: "ذرا دیکھو کہ یہ لوگ کس چیز کے گرد

اکٹھے ہوئے ہیں"۔ تو وہ شخص واپس آیا اور اُس نے بتایا کہ ایک مقتول عورت کے گرد۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہ: یہ تو لڑ نہیں سکتی تھی۔ (صحابی) نے کہا کہ مقدمہ (سب سے اگلے دستے پر) خالد بن الولید تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو بھیجا اور فرمایا:

"خالد سے کہو کہ وہ کسی عورت اور مزدور کو ہرگز قتل نہ کرے۔"

النووی نے فرمایا"علماء کا اس حدیث پر عمل کرنے اور ایسی عورتوں اور بچوں کے قتل کی حرمت پر اجماع ہے کہ جو لڑتے نہیں لیکن اگر وہ لڑیں تو جمہور علماء کا کہنا ہے کہ انہیں قتل کیا جائے گا۔" اور آپ نے فرمایا"اور اسی طرح جو بھی لڑائی کے اہل نہ ہو اسے قتل کرنا حلال نہیں ماسوائے اس کے کہ وہ حقیقت میں لڑے یا (لڑائی میں دشمن کو) رائے دے یا (اس کی) اطاعت کرے یا (لڑائی پر) ابھارے اور اسی سے ملتے جلتے کام کرے"۔

ابن حجر نے فرمایا کہ "اس (سابق حدیث) کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی عورت لڑے تو اسے قتل کیا جائے۔"

یہ اور اسی طرح کی دوسری دلیلیں کہ جو عورتوں، بچوں، حد درجہ بوڑھوں اور مزدور کو قتل کرنے سے مستثنیٰ قرار دیتیں ہیں خواہ وہ جنگجو قوم سے ہی تعلق رکھتے ہوں اس شرط کے ساتھ کہ وہ (لڑائی کے دوران) پہنچانے جائیں اور لڑائی پر (دشمن کی) نہ تو فعل اور نہ قول سے کوئی مدد کرتے ہوں یوں اُن کا قصداً قتل کرنا حرام ہو جاتا ہے مگر یہ کہ (دشمن) کو بالمثل (برابر کی) سزا دینے کی خاطر جیسا آگے اس کا ذکر آئے گا۔

اب جبکہ ہم مسلمانوں کے لیے (کفار کے) ملکوں کی دو قسموں اور مسلمان کے خون کی عصمت اور حربی کافر کے خون کی اباحت اور عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور ان جیسوں کے خون کی عصمت اس شرط کے ساتھ کہ وہ جنگ میں شرکت نہ کریں اور جنگجوؤں اور لڑائی کی جگہوں سے پہنچانیں جائیں اور

بالمثل (دشمن کو بدلے کی) سزا کی ضرورت نہ ہو یہ سب بیان کر چکے ہیں تو اس کے بعد اب ہمارے لیے ممکن ہے کہ ہم اصل مسلئے کی بحث میں داخل ہوں۔

وہ حالتیں کہ جن میں کفار کے معصوم لوگوں کا قتل جائز ہوتا ہے۔

ریاستہائے متحدہ امریکا کے خلاف کی گئی کاروائیاں جن میں عالمی تجارتی مرکز اور وزارت دفاع کی تباہی، وائٹ ہاؤس اور کانگریس پر حملہ اور جہازوں کا ان پر سوار افراد سمیت اغواء کیا جانا یہ تمام کام اس مفروضے کی بناء پر کہ یہ مسلمانوں کا کام ہے۔ کیا یہ اُن (مسلمانوں) کے لیے جائز تھے یا یہ ایک حرام جرم تھا جیسا کہ علم کی طرف منسوب بعض لوگ کہتے ہیں؟

اس سوال کا جواب اور اس کے جائز ہونے کا بیان کئی حالتوں پر منحصر ہے۔ مخالف فریق کے ان کاموں کو جائز کہنے کے لیے، ان حالتوں میں سے صرف ایک حالت سے اتفاق کرنا ہی کافی ہے۔ لہٰذا ان کاموں کے جواب دینے کے لیے اُن تمام حالتوں کا (ان کاموں پر) منطبق ہونا شرط نہیں کہ جو تمام حالات ہم ابھی اس مسئلے کے لیے بیان کرنے والے ہیں۔ بلکہ اس شخص کے جواز کا لازمی کہنے کے لیے تو ایک ہی حالت کافی ہے کہ جو اس بات سے اتفاق کرے کہ ہمارے اس مسئلے پر ایک یا ایک سے زیادہ حالتیں منطبق ہوتی ہیں۔ بلاشبہ اس کام کا ردّ کرنے والوں کی اہم ترین دلیل یہ ہے کہ امریکا میں عالمی تجارتی مرکز، وزارت دفاع اور وائٹ ہاؤس کی تباہی کے اس عمل سے عورتوں، بچوں اور لڑائی نہ کرنے والے اُن معصوم لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہلاک ہوئی ہے کہ جن کے قتل سے شریعت (اسلامیہ) نے ہماری سابقہ پیش کی گئی دلیلوں کی رُو سے حرام قرار دیا ہے۔ اس اعتراض کا ردّ اُن مخصوص حالات کے ذکر کرنے سے ہو گا کہ جو اس عمومیت کا خاتمہ کرتے ہیں کہ جسے انہوں نے دلیل بنایا ہے۔ اس سے پہلے ہم وہ دلیلیں بیان کر چکے ہیں کہ جن سے کفار کی عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور ان جیسے دوسرے

لڑائی کے نااہل لوگوں کے قتل کی حرمت ثابت ہوئی ہے۔ مگر یاد رہے کہ کفار کے ان معصوم لوگوں کی عصمت مطلق (عام) نہیں۔ بلکہ کچھ ایسی مخصوص حالتیں بھی ہیں کہ جن میں انہیں قتل کرنا جائز ہوتا ہے خواہ قصداً یا بغیر ارادے کے۔ اور اب ہم ان مخصوص حالتوں کا تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔

پہلی حالت

وہ حالتیں کہ جن میں اُن (کفار کے) بے گناہ لوگوں کو جان بوجھ کر قتل کرنا جائز ہوتا ہے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمان، کفار کو بھی وہی سزادیں جو انہیں (مسلمانوں) کو دی گئی۔ لہٰذا اگر کفار مسلمانوں کی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرتے ہیں تو اس حالت میں جائز ہے کہ اُن (کفار) کے ساتھ بھی یہی کام کیا جائے۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

آیت:﴿فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ﴾(البقرۃ۔194)

ترجمہ:"جو تم پر زیادتی کرے سو تم بھی اس پر اسی قدر زیادتی کرو جس قدر اس نے تم پر زیادتی کی ہو۔"

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ:

آیت:﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ (۳۹) وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ (۴۰) وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ (۴۱) إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (۴۲) وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (۴۳)﴾(الشوری ۳۹تا۴۳)

ترجمہ: ”اور جب ان پر زیادتی ہوتی ہے تو وہ بدلہ لے لیتے ہیں۔ اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے پھر جو کوئی معاف کر دے اور صلح کرلے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے وہ ظالموں کو کبھی پسند نہیں کرتا۔ اور جو شخص ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے لے تو اس پر کوئی الزام نہیں۔ الزام تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے اور زمین میں ناحق زیادتی کرتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے لیے المناک عذاب ہے۔ اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

آیت: ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ (١٢٦) وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلا بِاللَّهِ وَلا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ (١٢٧) إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ (١٢٨)﴾ (النحل ١٢٦۔١٢٧۔١٢٨)

ترجمہ: ”اور اگر تمہیں بدلہ لینا ہو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تم پر زیادتی ہوئی اور اگر برداشت کر جاؤ تو صبر کرنے والوں کے لیے یہی بات بہتر ہے۔ آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر اللہ (ہی کی توفیق) سے ہے اور ان لوگوں کے متعلق غمناک نہ ہوں اور نہ ہی ان کی چال بازیوں پر تنگی محسوس کریں۔ بلاشبہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں جو اچھے کام کرتے ہیں۔“

یہ آیتیں ہر چیز کے لیے عام ہیں اور ان کے نزول کے اسباب انہیں (کسی خاص کے لیے) مخصوص نہیں کرتے۔ کیونکہ شرعی قاعدہ کہتا ہے کہ:

لہٰذا آیت:

﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ۔۔۔۔۔۔﴾(النحل ۱۲۶)

ترجمہ: "اور اگر تمہیں بدلہ لینا ہو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تم پر زیادتی ہوئی...."

مثلہ (لاش کا ناک، کان، اعضا وغیرہ کاٹنا) کے بارے میں نازل ہوئی۔ الترمذی نے اپنی سنن میں صحیح سند کے ساتھ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اُحد کے دن انصار کے چونسٹھ آدمی کام آئے اور مہاجرین کے چھ، جن میں حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، تو انہوں (کفار) نے ان (مسلمان شہداء کا) کا مثلہ کیا۔ تو انصار نے کہا کہ اگر کسی دن ہم نے اُن (کفار) کے لوگوں کو اسی طرح نشانہ بنایا تو ہم اُن کا اس سے زیادہ مثلہ کریں گے۔ تو جب فتح مکہ کا دن تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

آیت: ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ﴾(النحل ۱۲۶)

ترجمہ: " اور اگر تمہیں بدلہ لینا ہو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تم پر زیادتی ہوئی اور اگر برداشت کر جاؤ تو صبر کرنے والوں کے لیے یہی بات بہتر ہے۔"

تو ایک آدمی نے کہا کہ آج کے بعد قریش کا نام ونشان نہ رہے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "ماسوائے چار افراد کے قوم (کے قتل) سے باز رہو۔"

ابن ہشام نے سیرت میں روایت نقل کی ہے کہ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حال دیکھا یعنی اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے مُثلے کا۔ تو فرمایا:

"اگر صفیہ کے غم اور میرے بعد یہ کام سنت بن جانے کا ڈر نہ ہوتا تو میں اُسے (اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ) کو اسی طرح چھوڑ دیتا تاکہ وہ وحشی جانوروں کے پیٹوں اور پرندوں

کے پوتوں میں ہوتے اور اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے کبھی کسی موقع پر قریش پر غلبہ عطا کیا تو میں اُن کے تیس آدمیوں کا مُثلہ ضرور کروں گا۔"

تو جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غم اور آپ کے اپنے چچا کے ساتھ یہ کام کرنے والے پر غصے کو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی کسی دن اُن (کفار قریش) پر غلبہ عطا کیا تو ہم ان (کی لاشوں) کا ایسا مثلہ کریں گے کہ جیسا کسی عربی نے نہ کیا ہو گا۔ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھے ایسے شخص نے ابن عباس سے روایت کیا کہ جسے میں جھوٹا نہیں کہتا۔ بلاشبہ اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس قول پر یہ آیت نازل کی۔

آیت: ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ (۱۲۶) وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلا بِاللَّهِ وَلا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ (۱۲۷)﴾ (النحل ۱۲۶۔۱۲۷)

ترجمہ: "اور اگر تمہیں بدلہ لینا ہو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تم پر زیادتی ہوئی اور اگر برداشت کر جاؤ تو صبر کرنے والوں کے لیے یہی بات بہتر ہے۔ آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر اللہ (ہی کی توفیق) سے ہے اور ان لوگوں کے متعلق غمناک نہ ہوں اور نہ ان کی چال بازیوں پر تنگی محسوس کریں۔"

سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کفار کو) معاف کر دیا اور مثلہ کرنے سے منع کر دیا۔"

ابن ابی شیبہ نے ۳۶۶/۷ میں روایت کیا ہے کہ جب اُحد کا دن تھا اور مشرک واپس چلے گئے اور مسلمانوں نے دیکھا کہ (کفار) نے ان کے (شہید ہونے والے) بھائیوں کی (لاشوں کی) بڑی بے حرمتی اس طرح کی کہ اُن کے کان، ناک کاٹے اور پیٹ چاک کیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے

کہا کہ اگر اللہ نے ہمیں اُن (کفار) پر غلبہ عطا کیا تو ہم بھی ضرور ایسا کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

آیت: ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ﴾

ترجمہ: "اور اگر تمہیں بدلہ لینا ہو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تم پر زیادتی ہوئی اور اگر برداشت کر جاؤ تو صبر کرنے والوں کے لیے یہی بات بہتر ہے۔" (النحل ۱۲۶)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "بلکہ ہم صبر کریں گے۔"

لہٰذا مُثلہ سے منع کیا گیا اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے حرام ہے۔ جیسا کہ بخاری میں عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹ کھسوٹ اور مُثلہ سے منع کیا۔"

ابن حجر نے "الفتح ۵/۱۲۰ میں کہا کہ "المثلۃ۔ مقتول کی شکل وصورت کو بگاڑنا ہے۔ جیسے اس کے اعضاء کا کاٹنا اور اس کے عضو تناسل کا کاٹنا وغیرہ اور صحیح مسلم میں بریدہ رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکروں اور دستوں کے کمانڈروں کو یہ کہہ کر نصرت کرتے کہ:

"اللہ تعالیٰ کے نام سے حملہ کرو، اللہ سے کفر کرنے والے سے لڑو، اور غلو نہ کرو اور نہ غداری کرو، اور نہ مُثلہ کرو اور نہ نومولود کو قتل کرو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

لیکن اگر دشمن مسلمانوں کے مقتولوں کا مثلہ کریں تو مسلمانوں کے لیے جائز ہو جاتا ہے کہ وہ دشمن کے مقتولوں کا مثلہ کریں اور اس صورت میں اس کی حرمت ختم ہو جاتی ہے۔

جبکہ مُثلہ نہ کرنا اور صبر کرنا مسلمانوں کے لیے بہتر ہے۔ رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ پر مُثلہ نہ کرنا اور صبر کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کرنے کا حکم دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

آیت:﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلا بِاللَّهِ﴾(النحل۱۲۷)

ترجمہ: "آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر اللہ (ہی کی توفیق) سے ہے۔"

جبکہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے صبر کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

آیت:﴿وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ﴾(النحل۱۲۶)

ترجمہ:"اور اگر برداشت کر جاؤ۔"

سو آیت سے پتہ چلتا ہے کہ مُثلہ کرنا حرام ہے مگر بدلے کی سزا دینے کی حالت میں یہ حرمت ختم ہو جاتی ہے۔ جبکہ آیت عام ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے دشمن کے ساتھ ہر چیز میں اسی طرح کا معاملہ کریں جس طرح کا معاملہ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا ہو۔

لہٰذا اگر دشمن نے عورتوں اور بچوں کو جان بوجھ کر قتل کیا ہو تو مسلمانوں کو بھی حق حاصل ہے کہ وہ وہی سزا اسے دیں اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قصداً قتل کریں۔ آیت کی عمومیت کی وجہ سے۔

ابن مفلح نے "الفروع ۶/۲۱۸ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"بلاشبہ مُثلہ کرنا اُن (مسلمانوں) کا حق ہے۔ لہٰذا انہیں پورا بدلہ لینے اور انتقام لینے کے لیے اس کام کا حق حاصل ہے اور انہیں اسے نہ کرنے کا بھی اختیار ہے جبکہ صبر کرنا

زیادہ بہتر ہے۔ اور یہ بھی (صبر کرنا) اس صورت میں ہے کہ جب ان کا مُثلہ کرنا جہاد میں اضافے کا باعث ہو اور نہ ان کے لیے ایسا کرنے کا سبق ہو۔

لیکن اگر تمثیل عام (عام مُثلہ کرنا انہیں (کفار کو) ایمان کی طرف دعوت اور انہیں زیادتی و سرکشی سے روکنے کا سبب ہو تو یہاں اس صورت میں یہ کام حدود (اسلامی) کے اور شرعی جہاد کے قیام کے باب میں شمار ہو گا۔"

دیکھئے شیخ الاسلام کی کتاب "الاختیارات" ۵/۵۱۲ ابن القیم نے اپنی کتاب حاشیہ ۲/۱۸۰ میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے اس چیز کو مباح قرار دیا ہے کہ وہ کفار کا مثلہ کریں اگر انہوں نے ان (مسلمانوں) کا مثلہ کیا ہو۔ اگر چہ مثلہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آیت: ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ﴾ (النحل ۱۲۶)

ترجمہ: "اور اگر تمہیں بدلہ لینا ہو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تم پر زیادتی ہوئی۔"

یہ (آیت) ناک، کان کاٹنے اور پیٹ چاک کرنے اور اسی طرح کی دوسری سزا بالمثل (برابر کی) کی تو دلیل ہے لیکن اس چیز پر دلالت نہیں کرتی کہ یہ ظلم و زیادتی ہے کیونکہ المثل، عدل (برابر) کو کہتے ہیں۔

باقی رہا مُثلہ سے منع کرنے کی دلیل تو اس کے لیے وہ روایت ہے کہ جو احمد نے اپنی مسند میں سمرۃ بن جُندب اور عمران بن حصین کی حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جب بھی کوئی خطبہ دیتے تھے تو "ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیتے اور مُثلہ کرنے سے منع کرتے۔"

اگر یہ کہا جائے کہ اگر اُس (کافر) کے ساتھ وہی کام کیا جائے کہ جو اُس نے کیا تھا مگر وہ اس سے نہ مرے تو آپ اُسے قتل کریں (یعنی دوبارہ ضرب لگا کر) جو کہ اُس کے فعل (ایک مرتبہ ضرب لگانے) سے زیادہ ہے تو اس صورت میں مماثلت (یعنی برابری) کہاں ہے؟

تو کہا جائے گا کہ اس سے تلوار کے ساتھ قتل کر کے بدلہ لیا جائے گا۔ لہٰذا اگر اس کی گردن پر پہلا وار کرنے سے وہ قتل نہ ہوا تو ہمیں حق حاصل ہے کہ اس پر دوسرا اور تیسرا وار بھی کریں حتی کہ قتل ہو جائے اس پر (علماء کا) اتفاق ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ۔ "

اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ تم لوگ ان جنگجو (کفار) کی عورتوں اور بچوں کو کیسے قتل کر سکتے ہو کہ جنہوں نے یہ کام مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کے ساتھ کیا ہو؟ تم اس شخص سے انتقام کیونکر لے سکتے ہو کہ جس نے یہ کام کیا ہی نہیں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

آیت: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾ (الاسراء۔۱۵)

ترجمہ: "اور کوئی گناہ کا بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔"

یہ شبہ باطل اور غلط ہے حتی کہ اگرچہ ہم اسے جنگجوؤں پر ہی لاگو کریں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے جنگجوؤں سے لڑتے تھے جبکہ جنہوں نے معاہدہ توڑا تھا وہ تو بنی بکر بن وائل یا قریش کے سردار تھے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کے مردوں، بوڑھوں اور ان کے مزدوروں سے لڑتے تھے جبکہ انہوں نے تو معاہدہ نہیں توڑا تھا بلکہ اُن کے بڑوں اور ان کے اہل رائے لوگوں نے معاہدے کی خلاف ورزی کی تھی لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس جرم کی وجہ سے سات سو جانوں کو قتل کیا اور جو بچ گئے انہیں غلام بنالیا۔

اور اسی طرح علماء دشمن کے لوگوں کا مُثلہ کرنے کو مطلق طور پر جائز قرار دیتے ہیں اور اس کے ساتھ یہ شرط نہیں لگاتے کہ مثلہ صرف فاعل کا کیا جائے گا۔

اور اگر کوئی آدمی کسی دوسرے شخص کو قتل کر دیتا ہے تو اس کا خاندان اس کی جانب سے دیت کا بوجھ کیوں اٹھاتا ہے اور اُن پر جرمانہ کیوں عائد کیا جاتا ہے جبکہ جس نے جرم کا ارتکاب کیا وہ تو اُن میں سے ایک فرد تھا اور وہ اس کے ساتھ شامل بھی نہ ہوئے تھے مگر اس کے باوجود اس کے جرم کی سزا بھگت رہے ہیں؟

اور اسی طرح قسم اٹھانے کے مسئلے میں بھی شرکت نے مقتول کے ورثاء میں سے ایسے پچاس لوگوں کے لیے کہ جنہوں نے قتل دیکھا بھی نہیں جائز قرار دیا کہ وہ ایک مشتبہ آدمی کے بارے میں قسم اٹھائیں کہ اس نے ان کے آدمی کو قتل کیا ہے پھر اسے ان کے حوالے کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ اسے قتل کر دیں اس حالت میں کہ جبکہ یہاں تہمت یقینی نہیں تھی جیسا کہ اقرار (جرم) یا گواہوں کی موجودگی میں ہوتا ہے۔

اسی طرح مذکورہ بالا شبہے کا ردّ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی عمومیت سے بھی ہوتا ہے کہ:

آیت: ﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (الانفال۔ ۲۵)

ترجمہ: ”اور اس فتنہ سے بچ جاؤ جو صرف انہی لوگوں کے لیے مخصوص نہ ہو گا جنہوں نے تم میں سے ظلم کیا ہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔“

اور اس کا یہ فرمان کہ:

آیت:﴿وَإِذَا أَرَدْنَا أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا﴾(الاسراء۔۱۶)

ترجمہ:”اور جب ہم کسی بستی کی ہلاکت کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہاں کے عیش پرستوں کو حکم دیتے ہیں تو وہ اس میں بدکرداریاں کرنے لگتے ہیں پھر اسی بستی پر عذاب کی بات صادق آجاتی ہے تو ہم اسے برباد کر دیتے ہیں۔“

شریعت نے جرائم کی مذکورہ بالا حالتوں کی یہ سزائیں رکھی ہیں اس لیے کہ شریعت نے جرائم کی سزا ان کے غیر مرتکب افراد کے لیے رکھی ہیں کیونکہ یہ اجتماعی معصیتیں شمار کی جاتیں ہیں کیونکہ یہ جماعتیں اگر جان لیتیں کہ انہیں بھی اس کی سزا ملے گی تو وہ جرم کا ارتکاب کرنے والے کو اس فعل سے باز رہنے پر مجبور کرتیں۔ اسی لیے شریعت نے فرد کی سزا جماعت کو دی تاکہ جماعت کو مجرم کے فعل سے پہلے اس کا ہاتھ پکڑنے پر ابھارا جائے۔ واللہ اعلم۔

مذکورہ بالا آیت صرف قصاص کے بارے میں ہی مِثل بالمثل کے قاعدے کو منحصر نہیں کرتیں بلکہ یہ مسلمان یا ذمّی یا بامعاہدہ شخص یا جنگجو سب کے لیے عام ہیں مگر کچھ ضابطوں اور اصولوں کے ساتھ کہ جو دوسری دلیلوں سے لیے گئے ہیں لیکن یہاں ان کے ذکر کی گنجائش نہیں۔

القرطبی نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان:

آیت:﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ﴾(النحل ۱۲۶)

ترجمہ:”اور اگر تمہیں بدلہ لینا ہو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تم پر زیادتی ہوئی۔“

اور اس بارے میں فرمان کہ:

آیت:﴿فَمَنِ اعۡتَدَى عَلَيۡكُمۡ فَاعۡتَدُوا عَلَيۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدَى عَلَيۡكُمۡ﴾(البقرة ۱۹۴۔)

ترجمہ:"لہٰذا اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کر سکتے ہو جتنی اس نے تم پر کی ہے۔"

(علماء نے) کہا کہ یہ تمام چیزوں کے لیے عام ہیں اور انہوں نے اسے اس دلیل کے ساتھ تقویت دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس پیالے کو گھر میں رکھ لیا کہ جو (عائشہؓ) نے توڑا تھا اور اس کے بدلے میں صحیح سالم بھیجا اور فرمایا کہ "برتن کے بدلے برتن اور کھانے کے بدلے کھانا" اسے ابوداؤد نے بیان کیا۔ پھر کہا کہ۔۔۔۔علماء کے درمیان اس بات پر کوئی اختلاف نہیں کہ یہ آیت قصاص میں مثل بالمثل کی بنیاد ہے لہٰذا جو کوئی جس چیز کے ساتھ قتل کرے گا اُسے اسی چیز کے ساتھ قتل کیا جائے گا اور یہ جمہور کا قول ہے۔ جب تک کہ اس نے اسے کسی فحش یا برے کام کے ذریعے قتل نہ کیا ہو مثلاً لواطت یا شراب پلا کر تو اُسے اس صورت میں تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ شافعیوں کا قول ہے کہ اُسے بھی اسی طرح قتل کیا جائے گا لہٰذا اسی قسم کی لکڑی لے کر اس کی دبر میں ماری جائے گی حتیٰ کہ مر جائے۔ شراب کے بدلے اتنا پانی پلایا جائے کہ وہ مر جائے اور ابن الماجشون نے فرمایا کہ:"جس نے آگ یا زہر کے ذریعے قتل کیا ہو اسے اسی چیز کے ساتھ قتل نہیں کیا جائے گا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ "اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو آگ کا عذاب دینے کا حق نہیں۔"

زہر بھی خفیہ آگ ہی ہوتی ہے جبکہ جمہور کا مذہب ہے کہ اُسے بھی انہی چیزوں کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔ آیت کی عمومیت سے استدلال کرتے ہوئے۔(۲/۳۵۷)

شیخ الاسلام نے خود سے کیے گئے ایک سوال کے جواب میں اس آیت کی عمومیت کے تقاضے کے مطابق فتویٰ دیا۔ لہٰذا آپ نے "الفتاوی" ۳۰/۳۶۲ میں فرمایا:

"اُس آدمی کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جس کا مال ناحق ظلم کرتے ہوئے چھینا گیا اور اس کی عزت کی پامالی کی گئی یا اس کے جسم کو کوئی نقصان پہنچایا گیا تو اُس نے یہ جانتے ہوئے کہ جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے دنیا میں بدلہ نہ لیا۔ تو کیا اس کا اپنے ظالم کو معاف کرنے سے اللہ کے ہاں اس کے اجر کو ختم یا کم کر دے گا یا نہیں کرے گا، یا پھر اس کا مکمل اور پورا اجر رہے گا۔ اور کیا چیز اس کے لیے بہتر ہو گی اس ظالم سے قیامت کے دن انتقام لینا اور اس کے لیے اللہ کے عذاب کا مطالبہ یا اسے معاف کرنا اور اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے کو قبول کرنا؟ تو آپ نے جواب دیا" ظالم کو معاف کرنے خواہ اس کا حق تھوڑا ہی ہو، اللہ تعالیٰ کے ہاں مظلوم کا اجر ختم نہیں ہوتا اور نہ کم ہوتا ہے بلکہ ظالم کو معاف کرنے سے اُس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو جاتا ہے کیونکہ اگر وہ اپنے حق کو معاف نہیں کرتا تو اس صورت میں اس کا حق ظالم پر ہوتا ہے کہ اس سے اپنے اوپر کے گیے ظلم کے برابر بدلہ لے۔ اور اگر اس نے معاف کیا اور صلح کی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے اور ظاہر ہے کہ اس کا جو اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

آیت:﴿وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ﴾(الشوری۔ ۴۰)

ترجمہ:"اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے پھر جو کوئی معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے وہ ظالموں کو قطعاً پسند نہیں کرتا۔"

تو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ برائی کا بدلہ اسی کی مانند برائی بغیر زیادتی کے ہے اور یہ خون اور اموال اور عزتوں وغیرہ کے قصاص میں ہے۔ پھر فرمایا:

آیت:﴿فَمَنْ عَفَا وَأَصلَحَ فَأَجرُهُ عَلَى اللّٰهِ﴾

ترجمہ:" پھر جو کوئی معاف کردے اور صلح کرلے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے وہ ظالموں کو قطعاً پسند نہیں کرتا۔"

پھر فرمایا کہ:اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آیت:﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ﴾(النحل ۱۲۶)

ترجمہ:"اور اگر تمہیں بدلہ لینا ہو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تم پر زیادتی ہوئی۔"

اور اللہ تعالیٰ نے ان (مسلمانوں) کے لیے یہ چیز مباح کی کہ وہ جب ظالم کو سزا دیں تو اسے اس کی سزا کے برابر سزا دیں۔ پھر فرمایا:

آیت:﴿ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ﴾(النحل ۱۲۶)

ترجمہ:"اور اگر برداشت کر جاؤ تو صبر کرنے والوں کے لیے یہی بات بہتر ہے۔"

تو پتہ چلا کہ اسے بالمثل سزا دینے سے صبر کرنا اس کی سزا سے بہتر ہے۔ تو کیونکر یہ چیز اس کے اجر کو ختم یا کم کر سکتی ہے؟"۔ اھ۔ مختصراً

جب کسی زیادتی کرنے والے مسلمان سے قصاص میں برابر (بالمثل) بدلہ لینا جائز ہے تو پھر جنگجو (کافر) کی زیادتی میں کیسا بدلہ ہو گا؟

النووی نے "المھذب ۲/۱۸۶"میں لکھا"۔ فصل: جب کوئی تلوار سے قتل کرے تو اس سے صرف تلوار کے ساتھ ہی بدلہ لیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ:

آیت:﴿فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ﴾(البقرة ۱۹۴۔)

ترجمہ:”لہٰذا اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کر سکتے ہو جتنی اس نے تم پر کی ہے۔“

چونکہ تلوار قتل کرنے کے آلات میں سے تیز ترین آلہ ہے سو اگر اُس نے اس کے ساتھ قتل کیا مگر اس سے قصاص اس کے علاوہ کسی اور چیز کے ذریعے لیا گیا تو اس سے اس کے حق سے زیادہ لیا گیا کیونکہ اس کے قتل میں تلوار کا حق ہے۔

ہو سکتا ہے کہ اس نے (مقتول) کو اذیتیں دے کر قتل کیا ہو تو اگر اُس نے اُسے جلایا ہو یا پانی میں غرق کیا ہو یا پتھر سے مارا ہو یا اُسے بلند جگہ سے گرایا یا اسے لکڑی سے مارا ہو یا اسے حبس میں رکھا ہو اور اس سے کھانا اور پانی وغیرہ روکا ہو حتی کہ مر گیا تو اس صورت میں وارث کو حق پہنچتا ہے کہ اس سے اسی طریقے سے بدلہ لے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے:

آیت:﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ﴾(النحل ۱۲۶)

ترجمہ:”اور اگر تمہیں بدلہ لینا ہو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تم پر زیادتی ہوئی۔“

اس حدیث کی وجہ سے کہ جو البراء رضی اللہ عنہ نے بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جس نے جلایا ہم اسے جلائیں گے اور جس نے غرق کیا ہم اسے غرق کریں گے۔“

اس لیے بھی کہ قصاص کی بنیاد مماثلت پر ہے اور مماثلت میں یہ اسباب بھی ممکن ہیں لہٰذا انہی اسباب کے ساتھ قصاص کا پورا کرنا جائز ہے مگر اس کے لیے تلوار کے ساتھ بدلہ لینا بھی جائز ہے کیونکہ

اس (قاتل) پر تو قتل واذّیت دینا ثابت ہو چکا ہے لہٰذا اگر وہ (مقتول کا وارث) تلوار کے ذریعے بدلہ لینے کو اختیار کرتے ہوئے اپنے بعض حقوق سے دستبردار ہوتا ہے تو یہ اُس کے لیے جائز ہے۔"

الشوکانی نے "نیل الأوطار ۶/۳۹" میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ:

آیت:﴿وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾(الشوری۔۴۰)

ترجمہ:"اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے۔"

اور اس کا یہ فرمان کہ:

آیت:﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ﴾(النحل ۱۲۶)

ترجمہ:"اور اگر تمہیں بدلہ لینا ہو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تم پر زیادتی ہوئی۔"

اور اس کا یہ فرمان کہ:

آیت:﴿فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ﴾(البقرة ۔۱۹۴)

ترجمہ:"لہٰذا اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کر سکتے ہو جتنی اس نے تم پر کی ہے۔"

ان سے پتہ چلتا ہے کہ آدمی کے خون، مال اور اس کی عزت کی حرمت پر دلالت کرنے والی دلیلوں کی عمومیت کو یہ تین آیتیں مخصوص کرتیں ہیں(یعنی یہ کہ قصاص کی صورت میں آدمی کی عزت ومال وخون کی حرمت ان تین آیات کی وجہ سے باقی نہیں رہتی) اھ۔ مختصراًابن القیم نے "اعلام الموقعین" ۱/۳۲۸میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ:

آیت:﴿فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ﴾(البقرۃ ۔۱۹۴)

ترجمہ:"لہٰذا اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کر سکتے ہو جتنی اس نے تم پر کی ہے۔"

اور اس کا یہ فرمان کہ:

آیت:﴿وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا﴾(الشوری۔۴۰)

ترجمہ:"اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے۔"

اور اس کا یہ فرمان کہ:

آیت:﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ﴾(النحل ۱۲۶)

ترجمہ:"اور اگر تمہیں بدلہ لینا ہو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تم پر زیادتی ہوئی۔"

اس(یعنی جانوں عزتوں اور مالوں کے سلسلے میں بالمثل سزا) کا تقاضا کرتا ہے اور فقہاء کفار کی کھیتیوں کو جلانے اور ان کے درختوں کو کاٹنے کے جواز کی صراحت کر چکے ہیں کہ اگر وہ ہمارے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ بالکل اسی مسئلے میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانب سے یہودیوں کے کھجور کے درختوں کو انہیں رُسوا کرنے کی خاطر کاٹنے کے عمل کو جائز قرار دیا۔ اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ظالم سرکش کو رُسوا کرنے کو پسند کرتا اور اسے جائز قرار دیتا ہے اور اگر ایسے دھوکے باز کے سامان کو جلانا جائز ہے کہ اُس نے مسلمانوں کے غنیمت کے مال میں سے کسی چیز کی خیانت کرتے ہوئے اُن کے ساتھ زیادتی کی ہو تو پھر اس سے کہیں زیادہ بہتر اور زیادہ انصاف والی چیز یہ ہے کہ اگر اس نے کسی معصوم مسلمان کے مال کو جلایا ہو تو مسلمان اس کے مال کو جلائیں۔ اگر اللہ تعالیٰ

کے مالی حقوق کے سلسلے میں اس کا عفو و در گزر سختی سے زیادہ ہونے کے باوجود ان کی ادائیگی ضروری ہے، تو پھر بندوں کے حقوق کی ادائیگی تو اس سے بھی زیادہ ضروری اور زیادہ انصاف پسند چیز ہے کیونکہ بندے تو اپنے حقوق کے سلسلے میں زیادہ خود پسند اور سخت ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے لوگوں کو ظلم وزیادتی سے ڈرانے کے لیے قصاص کو شرعی قانون بنایا ہے گویا کہ یہ ممکن ہے کہ مظلوم پر ہونے والے ظلم کی تلافی کے لیے مالی دیّت لازم کی جائے لیکن جو اللہ تعالیٰ نے قانون (قصاص) بنادیا ہے وہ بندوں کے لیے زیادہ کامل اور زیادہ بہتر اور مظلوم کے غیض وغضب کے ٹھنڈا کرنے کے لیے زیادہ مناسب طریقہ اور جانوں اور اعضائے جسمانی کی سلامتی کے لیے زیادہ محفوظ طریقہ ہے۔ ورنہ جس کسی کے دل میں کسی دوسرے کو قتل کرنے یا اس کے کسی عضو کو کاٹنے کی خواہش پیدا ہو تو وہ اسے قتل کردے یا اس کے کسی عضو کو کاٹ دے اور پھر دیت دیدے۔ حالانکہ حکمت ورحمت اور مصلحت اس کا انکار کرتی ہے اور بعینہ یہی چیز کسی پر اس کے مال کے سلسلے میں زیادتی کرنے کے بارے میں ہے۔

اہل علم سے نقل شدہ ان دلائل اور اس بیان کے بعد کہ بالمثل سزا جو کہ قرآنی آیات میں وارد ہوئی ہے یہ اُس مسّلہ کے ساتھ مخصوص نہیں کہ جو ان آیات میں سے کسی ایک کے نزول کا سبب تھا، بلکہ یہ قصاص، حدود (اسلامی) اور کفار اور مسلمانوں کے ظالم، فاسق لوگوں کے ساتھ معاملات کے لیے عام ہیں۔ سو اگر کسی مسلمان سے اس کے جرم کے مانند قصاص لینا جائز ہے تو پھر جنگجو کافر کے ساتھ اسی قسم کا برتاؤ کرنا زیادہ مناسب اور جائز ہے کہ جس طرح کا اس نے مسلمانوں کے ساتھ کیا۔

آج جو مشاہدہ میں آرہا ہے کہ امریکا مسلمانوں کے بیٹوں، عورتوں اور بوڑھوں کو بغیر کسی گناہ کے قتل کررہا ہے، سو یہ دیکھئے کہ انہوں نے ایک لمبے عرصے سے عراق کا محاصرہ کیا ہوا ہے کہ جس کے نتیجے میں صرف مسلمان عوام ہی قتل ہورہے ہیں۔ جب انہوں نے عراق پر بمباری کی تو انہوں نے عراقی حکومت کو تو کوئی خاص نقصان نہیں پہنچایا یا البتہ مسلمانوں کو شدید نقصان یوں پہنچایا کہ ان میں

سے لاکھوں لوگوں کو قتل کیا اور اگر مسلمان امریکا کے ساتھ بالمثل معاملہ کریں تو ان کے لیے کئی ملین امریکی (لاکھوں) لوگوں کا قتل کرنا جائز ہے۔

کیونکہ خلیجی جنگ کے دوران بغداد کے علاقے "عامریہ کی پناہ گاہ" میں امریکا نے صرف ایک میزائل سے پانچ ہزار سے زائد مسلمانوں کو قتل کیا تھا۔

سو امریکا میں ہونے والی کاروائیاں اگر کسی مسلمان نے کیں تھیں تو یہ کاروائیاں تو امریکا پر عائد صرف اس قرضے کا بدلہ ہیں کہ جو اس نے "عامریہ" کی پناہ گاہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو زخم لگائے تھے ۔ یہ تو اُن پابندیوں کے علاوہ ہے کہ جن کے نتیجے میں بارہ لاکھ مسلمان زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ امریکیوں کا یہ ظلم تو اب بھی عراق کے معصوم لوگوں پر جاری ہے۔ بلاشبہ اس ہلاکت خیز اسلحے کے آثار نے مسلمانوں کی اس سرزمین میں ایسی تباہی وبربادی پھیلائی کہ جہاں یورینیم زدہ گردوغبار کی وجہ سے لاکھوں بے گناہ لوگ عجیب وغریب قسم کے امراض میں مبتلا ہوئے جن میں سے سب سے زیادہ مشہور خون کا سرطان ہے جو کہ اب عام اور پھیلا ہوا ہے۔

ان سالوں کے دوران امریکی حملوں اور پابندیوں کے سبب 750000/(تین لاکھ چوتھائی ملین) بچے موت کا شکار ہوئے۔ بلاشبہ عراق میں کیا جانے والا امریکی فساد اس سے سینکڑوں گناہ زیادہ ہے کہ جس کا سامنا اسے منگل کے روز کی مبارک کاروائیوں کے نتیجے میں ہوا۔

اگر آپ امریکا کی افغانستان پر لگائی گئی پابندیوں کی طرف دیکھیں تو آپ کو کیا ہی عجائب نظر آئیں گے ۔ سو ان پابندیوں کا شکار ہونے والوں کی تعداد ستر ہزار تک پہنچتی ہے۔ رہیں وبائیں، امراض اور فقر تو ان کی نسبت 95٪ تک افغان مسلم عوام میں بڑھ گئیں ہیں اور ان سب کا سب سے بڑا سبب امریکا ہے اور مسلمانوں کی اس سرزمین پر ستر میزائلوں کی بارش کی گئی مگر ہمیں اس دہشت گردی اور معصوموں کے قتل کی مذمت تک کرنے والا کوئی نظر نہیں آیا۔

اب آپ فلسطین کی جانب رخ کریں تاکہ امریکا کی مسلمانوں کے خلاف یہودیوں کے ذریعے پچاس سال سے زیادہ عرصے سے جاری جنگ کو دیکھیں کہ جس کے نتیجے میں پچاس لاکھ افراد بے گھر، دولاکھ باسٹھ ہزار شہید (اللہ کے حکم سے)، ایک لاکھ چھیاسی ہزار زخمی اور ایک لاکھ اکسٹھ ہزار معذور ہوئے۔ امریکا کے تعاون سے دس ماہ سے زائد عرصے سے ہمارے فلسطینی بھائیوں کا حصار (گھیراؤ) بھی جاری ہے جن کے نتیجے میں مسلمانوں کے خلاف جاری ''صہیونی امریکی'' جنگ کے دوران ایک لاکھ دوسو مسلمان قتل اور اکیس ہزار سے زائد مسلمان زخمی ہوئے۔ صومال میں امریکا انسانی بنیادوں کے دلائل لے کر داخل ہوا تاکہ زمین میں فساد بپا کرے، لہٰذا اس نے وہاں تیرہ ہزار مسلمانوں کو قتل کیا اور جلایا۔ امریکی فوجیوں نے مسلمانوں کے بیٹوں اور ان کی عورتوں کو وہاں جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا اور انہوں نے اپنے ایٹمی فضلے کو مسلمانوں کی سرزمین صومال میں دفن کر دیا، جس سے ابھی تک مسلمانوں کی سرزمین امریکی ظلم وزیادتی کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔

سوڈان پر کئی سالوں سے امریکا نے پابندیاں لگا رکھیں ہیں جو کہ ابھی تک جاری ہیں اور اس نے تمام خرطوم والوں کے قتل کے ارادے سے اس پر میزائلوں سے حملہ کیا۔ کیونکہ اس نے تو اس گمان کے تحت یہ حملے کیے تھے کہ یہاں کیمیائی اسلحے کے گودام ہیں اور اگر اس کی یہ توقع صحیح ہوتی تو ان فضائی حملوں کے سبب یہ (کیمیائی) گیسیں نکل کر پھیل جاتیں اور تمام اہل خرطوم کو ہلاک کر دیتیں۔ امریکا اب بھی اعلانیہ طور پر جنوبی سوڈان کے صلیبیوں کے ساتھ کھڑا ہے اور اس جنگ کو بھڑکا رہا ہے کہ جس کا شکار مسلمان اور ان کی معیشت ہے۔

یہ تو مسلمانوں کے بعض ایسے مسائل تھے کہ جن میں امریکا نے مسلمانوں کی سرزمین میں فساد پھیلانے اور معصوم لوگوں کے قتل کے لیے اعلانیہ اور براہ راست مداخلت کی۔ یہ ان مسائل کے علاوہ ہیں کہ جن کے پیچھے امریکا کا ہاتھ ہے جیسا کہ فلپائن، انڈونیشیا، کشمیر، مقدونیا اور بوسنیا وغیرہ میں ہو رہا ہے۔ لہٰذا کسی بھی مسلمان کے لیے یہ کہنا ممکن ہے کہ جتنی بھی مصیبتیں مسلمانوں پر آتیں ہیں اُن میں امریکہ کا براہ راست یا بالواسطہ بڑا ہاتھ ہوتا ہے بلکہ اسے تو صرف اپنے مفادات کی حرص ہوتی ہے جو کہ

تمام بشریت کے قتل کے حساب پر مبنی ہوتی ہے لہٰذا اس کے پوری دنیا پر مسلط ہونے (جو کہ آدھی صدی کے قریب ہے) سے لیکر اب تک اس کا شکار کروڑوں لوگ بنے ہیں۔ تو پھر امریکہ کیونکر اپنی حد میں رہے اور کیونکر وہ مسلمانوں کے خلاف بلند ہونے والے اپنے ظلم وزیادتی کے ہاتھ کو روکے؟

بلاشبہ اسلامی شریعت میں کوئی نقص ہر گز نہیں۔ سو شریعت میں ہر حد سے تجاوز کرنے والے گناہ گار کے خلاف قصاص کا حکم ہے۔ لہٰذا اگر امریکا مسلمانوں کو بتدریج آہستہ آہستہ قتل کر رہا ہے جبکہ کمزور مسلمانوں کے لیے ممکن ہی نہیں کہ اسے سزادیں کیونکہ وہ کسی ایک کا سامنا تو نہیں کرتا بلکہ وہ تو دور سے حملہ کرتا یا گھراؤ کرتا ہے۔ لہٰذا ان جیسے طاغوتوں کا بہترین حل یہ ہے کہ انہیں بھی وہی سزادی جائے کہ جو وہ مسلمانوں کو دیتے اور ان سے زیادتی کرتے ہیں۔

سو کیونکر امریکا کو کھلی چھٹی دی جائے کہ وہ ہمارے بچوں اور عورتوں کو قتل اور مسلمانوں کو دربدر کرے اور جب چاہے جیسے چاہے اور جہاں چاہے اُن پر حملہ کرے؟ جبکہ مسلمانوں پر حملہ حرام قرار دیا جائے کہ وہ اس کے ساتھ اسی جیسا (بالمثل) معاملہ کریں؟ بلاشبہ جو شخص بھی یہ کہتا ہے وہ یا تو جاہل ہے یا پھر وہ مسلمانوں کا ظالم دشمن ہے کہ جو امریکا کی حمایت کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ مسلمانوں میں مزید قتل وغارت کرے اور انہیں دربدر کرے۔

اور بالمثل معاملے کے تحت ہم امریکا پر اسی کا قانون لاگو کریں گے۔

۔۔۔۔ لہٰذا امریکا نے صدام اور اس کی حمایت "بعث پارٹی" کے سبب پورے (عراقی) عوام کو سزادی۔ سو اس نے اپنے بموں اور پابندیوں کے ذریعے لاکھوں عراقی (نہتے) مسلمانوں کا قتل عام کیا۔

۔۔۔۔ اُسامہ بن لادن کے سبب امریکا نے افغانوں پر پابندیاں لگائیں اور اُن پر میزائلوں سے حملے کیے جس سے دسیوں ہزار مسلمان مارے گئے۔

۔۔۔ ایک وہمی فیکٹری کے سبب امریکا نے سوڈان پر حملہ کیا اور وہاں دوائیوں کی فیکٹری تباہ کر دی جس میں کئی مسلمان قتل ہوئے۔۔۔ اور اسی طرح چلتے جایئے۔۔۔

اب ہم کہتے کہ بالمثل کا معاملہ (برتاؤ)

۔۔۔ امریکا ہی کے طریقے (قانون)۔افراد کے سبب عوام کو سزا دینا۔ کو اسی پر لاگو کرتے ہوئے امریکی حکومت کے گناہ کے سبب اس کی عوام کو سزا دیں گے۔۔!

پھر امریکا اور اسکے چیلے کیوں غضبناک ہوتے ہیں کہ جب ہم اسے بالمثل (اسی جیسی) سزا دیتے ہیں جو کہ اسی کا قانون ہے۔ کیا یہ وہی امریکا نہیں کہ جس پر چاہے دہشت گرد ہونے یا دہشت گردی کا معاون ہونے کا حکم صادر کرتا ہے اور پھر اس پر حملہ کرتا ہے۔۔؟ اور غیر فاعل اور بے گناہ لوگوں کو قتل کرتا ہے اور پھر اپنے اس فعل میں ادنیٰ سی شرم بھی محسوس نہیں کرتا۔۔!

جی ہاں ہم اسی کے اس قانون پر عمل کرتے ہوئے اور اسی کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ: یہود، دہشت گرد ہیں جبکہ امریکا فلسطین میں صہیونی دہشت گردی کا معاون ہے۔ تو کیا ہمیں یہ حق حاصل نہیں کہ ہم اس پر اسی کے اصول کے مطابق حکم لاگو کریں؟ بغیر کسی شک کے جی ہاں یہ ہمارا حق ہے۔۔! تو پھر امریکا اور پوری دنیا کو کس چیز پر غصہ آتا ہے؟ لہٰذا اگر ہم اس کے ساتھ بالمثل (اسی جیسا) معاملہ کرنا چاہیں تو یہ (امریکا پر ہونے والے) حملے شرعی طور پر جائز ہیں۔ اور اگر ہم اس کے ساتھ اسی کے قانون کے مطابق برتاؤ کرنا چاہیں تو بھی یہ کام اس کے اپنے نظام "نیو ورلڈ آرڈر" کے مطابق جائز ہیں!!!

بلاشبہ جس چیز میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں وہ یہ کہ امریکی بوڑھوں، بچوں، عورتوں اور ان جیسے دوسرے غیر جنگجوؤں کا قتل کرنا جائز حلال بلکہ یہ جہاد کی اُن اقسام میں سے ایک ہے کہ جس کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ:

آیت:﴿فَمَنِ اعۡتَدَى عَلَيۡكُمۡ فَاعۡتَدُوا عَلَيۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدَى عَلَيۡكُمۡ﴾(البقرۃ ۱۹۴)۔

ترجمہ:"لہٰذا اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کرسکتے ہو جتنی اس نے تم پر کی ہے۔"

اور اس کے اس فرمان کی وجہ سے کہ:

آیت:﴿وَإِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوا بِمِثۡلِ مَا عُوقِبۡتُمۡ بِهِ﴾(النحل ۱۲۶)

ترجمہ:"اور اگر تمہیں بدلہ لینا ہو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تم پر زیادتی ہوئی۔"

لیکن مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ چالیس لاکھ غیر جنگجو، معصوم امریکیوں سے زیادہ کو قتل اور ایک کروڑ سے زیادہ امریکیوں کو بے گھر کریں!! تاکہ ہم حد سے بڑھ کر سزا نہ دیں اور جو کہ بالمثل سے زیادہ ہو جائے۔ واللہ اعلم۔

دوسری حالت

اسے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ کفار کے بوڑھوں، عورتوں اور بچوں جیسے معصوم لوگوں کو نشانہ بنانا جائز نہیں ماسوائے بالمثل سزا دینے کے لیے۔ رہا ان کا (دوسرے جنگجوؤں کے) ساتھ بغیر قصد کے قتل کرنا تو یہ اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ وہ ان جنگجوؤں کے ساتھ اور قلعوں میں نشانہ بنیں کہ جن کے سبب انہیں پہچانا نہ جاسکے تو اس صورت میں انہیں قتل کرنا جائز ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیحین میں الصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کی اولادوں کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جب (مسلمان مجاہدین) رات کے وقت اُن(

مشرکوں) پر حملہ کرتے ہیں تو ان کی عورتیں اور بچے بھی نشانہ بن جاتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ انہی میں سے ہیں۔"

یہ (کفار کی) عورتوں، بچوں کو ان کے باپوں کے ساتھ اُس صورت میں قتل کرنے کے جواز کی دلیل ہے کہ جب وہ پہنچانے نہ جائیں۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ "وہ اپنے باپوں میں سے ہیں۔"

جمہور (علماء) کی رائے ہے کہ کفار کی عورتوں اور ان کی اولادوں کو قصداً قتل نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر ان کے باپوں کے قتل تک انہیں (بچوں، عورتوں) کو بغیر پہنچانے کے نشانہ بنایا جائے تو پھر یہ (ان عورتوں بچوں کا قتل) جائز ہے۔

ابن حجر نے "الفتح" ۶/۱۴۶ میں کہا کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ "اہل دار سے" یعنی گھر والے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ "وہ انہی میں سے ہیں" یعنی اس حالت میں (شرعی) حکم میں اور اس سے قصداً (ارادے کے ساتھ) انہیں قتل کی اباحت مراد نہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر بڑوں تک بچوں کو روندے بغیر پہنچنا ممکن نہ ہو اور وہ (بچے) اُن (بڑوں) کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے نشانہ بن جائیں تو اس صورت میں اُن کا قتل جائز ہے۔"

النووی، صحیح مسلم کی اپنی شرح میں کہتے ہیں کہ "اور اُن (کفار) پر رات کے وقت حملہ کرنے اور رات کے وقت عورتوں اور بچوں کے قتل کے جواز کی جو حدیث ہم نے ذکر کی ہے۔ یہی ہمارا مذہب اور مالک ابو حنیفہ اور جمہور کا مذہب ہے۔ "البیات" اور "یبیتون" کا مطلب ہے کہ اُن پر رات کے وقت حملہ کیا جائے اور یوں آدمی کی عورت اور بچے سے پہچان نہ ہو۔۔۔ اور اس حدیث میں شب خون مارنے کی دلیل اور اور ایسے لوگوں کو اطلاع دیے بغیر اُن پر حملہ کرنے کا جواز ہے کہ جنہیں دعوت (اسلام) پہنچ چکی ہو۔" (۷/۳۲۵)

ابن الاثیر "جامع الاصول ۲/۷۳۳" میں کہتے ہیں کہ "یبیتون" کا مطلب ہے کہ دشمن کے پاس رات کے اور ان کی غفلت کے وقت ان پر حملہ کرنا اور غنیمت لوٹنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرما

ن ہے کہ "وہ انہی میں سے ہے "یعنی اُن (بچوں،عورتوں)کا شرعی حکم اور اُنکے گھروالوں کا (شرعی) حکم ایک ہے۔اسی طرح کا مفہوم ایک روایت میں ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے "وہ تو اپنے باپوں میں سے ہیں"۔

ابن قدامہ نے المغنی والشرح 153/10 میں کہا کہ "عورتوں اور بچوں کا رات کے حملے میں اور انکی رہائش گاہ میں اس صورت میں قتل کرنا جائز ہے کہ جب اکیلے انہیں قتل کرنا مقصود نہ ہو۔ اور اُن (کفار) کے قتل اور اُنکی شکست کے لئے اُن کے جانوروں کو قتل کرنا جائز ہے۔اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔"

المغنی ہی میں انہوں نے فرمایاہے کہ "فصل اور کفار پر رات کے وقت (اچانک) حملہ کرنا اور انہیں اس حملے میں قتل کرنا جائز ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ :رات کے وقت حملہ کرنے میں کوئی حرج نہیں اور رومیوں پر حملے تو صرف رات کے وقت ہی ہوتے تھے۔ اور (امام احمد) نے فرمایا کہ :ہمیں نہیں معلوم کہ کسی نے دشمن پر رات کے وقت حملہ کرنے کو مکروہ سمجھا ہو۔ انہیں سفیان نے زہری سے بیان کیا، اُنہوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے انہوں نے الصعب بن جثامہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے (ایسے وقت) سنا کہ (جب) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کے گھروں کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ہم رات کے وقت اُن پر جب حملہ کرتے ہیں تو ہم اُنکی عورتوں اور انکے بچوں کو نشانہ بناتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :"وہ تو اُنہی میں سے ہیں" تو (امام احمد نے) کہا کہ اس کی سند جید (اچھی) ہے۔

سو اگر کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی شخص کے لیے ان (عورتوں، بچوں) کو جان بوجھ کر قتل کرنے کا ارادہ کرے تو یہ جائز نہیں۔ مزید فرمایا کہ: الصعب کی حدیث: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عورتوں کو قتل کرنے سے منع کرنے کے بعد کی ہے۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو قتل کرنے سے اُس وقت منع کیا تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی الحقیق کی طرف (پیغام) بھیجا تھا، اور ان دونوں

حدیثوں میں تطبیق یہ بنتی ہے کہ نہی (منع کرنا) کو ارادے سے قتل کرنے پر محمول کیا جائے جبکہ (قتل کے) جواز کو اس (کے ارادے کے بغیر) علاوہ پر محمول کیا جائے۔

یہاں یہ معلوم ہی ہے کہ بلاشبہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک اور رات کے وقت حملے کی حالت میں بچوں کے قتل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس ضرورت کے حجم کی تفصیل نہیں پوچھی کہ جس نے مجاہدین کو اس رات کے حملے پر مجبور کیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اسی ضرورت کی بنیاد) مجاہدین کے لئے کفار کے معصوم لوگوں یعنی عورتوں اور بچوں کے قتل کو جائز قرار دیں۔ جبکہ شرعی قاعدہ کہتا ہے کہ:۔

احتمال کے مقام پر تفصیل طلب نہ کرنا، قول کو عمومیت کا درجہ دے دیتا ہے۔

لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمومیت والا فرمان کہ "وہ اُنہی میں سے ہے" بغیر کسی ضابطے (مخصوص کرنے) کے اسلامی لشکر کے لئے جائز قرار دیتا ہے کہ جب وہ دیکھیں کہ اُنہیں اچانک حملہ کرنے کی ضرورت ہے تو ان کے لئے ایسا کرنا جائز ہے، خواہ اسکے نتیجے میں عورتیں، بچے اور بوڑھے وغیرہ مارے جائیں اور خواہ اچانک حملہ کرنے کی کوئی شدید ترین ضرورت نہ بھی ہو۔ کیونکہ جس علت (سبب) کی خاطر رات کے وقت حملہ کرنے کی صورت میں عورتوں اور بچوں کا قتل کرنا جائز ہوا۔ وہ ہے دشمن کی قوت کو کمزور کرنے اور اسکے مدافعتی نظام پر کاری ضرب لگانے کی ضرورت ہے۔ جو کہ اسکے مردوں کو قتل اور اسکے قلعوں کو گرانے سے حاصل ہوتی ہے، خواہ اس میں غیر جنگجو افراد ہی کام آجائیں۔

لہٰذا عورتوں اور بچوں کے قتل کے جواز کی علت، دشمن کے دفاع کو کمزور کرنا ہی ہے۔ جیسا کہ عورتوں اور بچوں کے قتل کے جواز کی تمام نصوص (دلیلوں) سے واضح ہے۔ (اور جن کا ذکر آئے گا)۔ سو دشمن کی طاقت کے اسٹریٹجک مراکز کو نشانہ بنانے کے سبب عورتوں اور بچوں کا قتل ہونا۔ یہ اچانک حملے "الغارہ" کے برابر ہے۔ کیونکہ وہ علت جسکی وجہ سے اچانک حملے (الغارہ) میں کفار کے

عورتوں اور بچوں کا قتل جائز ہوا۔ آج بھی وہی (علت) دشمن کے اسٹریٹجک مراکز کی ایک بڑی شکل کی صورت میں موجود ہے، جس کی مصلحت صرف جنگجوؤں کے قتل سے بڑھ جاتی ہے۔

لہذا منگل کے مبارک دن جو اسٹریٹجک مراکز پر حملے ہوئے، یہ امریکا کے لئے اُس کے بیس ہزار جنگجوؤں کے قتل ہونے سے زیادہ سخت اور بھاری تھے۔

سو جس نے جنگجوؤں سے مُمیّز (پہچانے نہ جانے) نہ ہونے کی وجہ سے معصوم خون والوں کے قتل کی اجازت دی، تو وہ ان (حملوں کے نتیجے میں قتل ہونے والوں) کے قتل کو بھی جائز قرار دے گا، کیونکہ یہ بھی ان اسٹریٹجک مراکز میں نہیں پہچانے گئے، جو کہ جنگجوؤں کی نسبت زیادہ اہم تھے۔ اور یہ (شرعی) اصول کے عین مطابق ہونے کی وجہ سے زیادہ مناسب ہے۔

تیسری حالت

اُن معصوم الدم لوگوں یعنی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں وغیرہ کہ جن کا قتل کرنا حرام ہے، اُنہیں اس حالت میں قتل کرنا جائز ہے کہ جب وہ مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اُٹھالیں یا ایسے کام سرانجام دیں کہ جو لڑائی کے کاموں کے معاون بنیں۔ خواہ یہ جاسوسی کرنے یا امداد دینے یارائے دینے یا اسی طرح کے دوسرے کام ہوں۔ یہ (جواز) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علت کو اُس حدیث میں بیان کرنے کی وجہ سے واضح ہے جو احمد اور ابوداؤد نے رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوے میں (شریک) تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو کسی چیز پر اکٹھے ہوتے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو بھیجا اور فرمایا دیکھو یہ لوگ کس چیز پر اکٹھے ہوئے ہیں۔ تو وہ آدمی (واپس) آیا اور کہا، کہ ایک مقتول عورت پر، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، یہ تو لڑنے کی اہل نہ تھی۔ (راوی) کہتے ہیں کہ اس لشکر کے ہر اول دستے پر

خالد بن ولید مامور تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو بھیجا اور فرمایا کہ: خالد سے کہو کہ کسی عورت کو قتل کرے اور نہ کسی مزدور کو۔

ابن حجر نے الفتح 148/6 میں فرمایا کہ: ''اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ لڑائی کرے تو قتل کیے جائیں گے۔ النووی نے صحیح مسلم کی شرح میں لکھاہے کہ علماء کا اس حدیث پر عمل کرنے اور عورتوں اور بچوں کے قتل کی حرمت پر اس صورت میں اجماع ہے کہ اگر وہ لڑائی نہ لڑیں۔ اگر وہ بھی لڑیں تو جمہور علماء کا کہنا ہے کہ اس صورت میں اُنہیں قتل کیا جائے گا۔'' آپ نے کہا: ''اسی طرح ہر اُس شخص کا قتل کرنا حلال نہیں جو لڑائی کے اہل لوگوں میں سے نہ ہو ماسوائے اس کے کہ وہ حقیقت میں لڑے یا رائے دے کر اور (دشمن کی) اطاعت کر کے اور لڑائی پر (دشمن کو) برانگیختہ کر کے اور اسی قسم کے کسی دوسرے طریقے سے معنوی طور پر لڑائی میں حصہ لے۔''(324/7)

آپ ذرا (النووی کے) اس قول پر غور کیجئے کہ وہ حقیقت میں لڑے یا رائے دے کر اور (دشمن کی) اطاعت کر کے اور (دشمن کو) لڑائی پر اُبھار کر یا اسی قسم کے دوسرے طریقے سے معنوی طور پر لڑائی میں حصہ لے۔ شیخ الاسلام نے السیاسۃ الشرعیۃ میں فرمایا کہ: ''رہے وہ لوگ کہ جو جنگجوؤں اور لڑنے والوں میں شمار نہیں ہوتے جیسے عورتیں اور بچے اور راہب (پادری) اور بوڑھا شیخ اور دائمی نابینا اور ان جیسے دوسرے، تو جمہور علماء کے نزدیک اُنہیں قتل نہیں کیا جائے گا ماسوائے اس کے کہ وہ اپنے قول یا فعل کے ساتھ لڑتے ہیں''۔ آپ ذرا اُن کے اس فرمان پر غور کریں کہ ''ماسوائے اس کے کہ وہ اپنے قول یا فعل سے لڑے'' یہ بات اور نووی کی سابقہ بات اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جن لوگوں کا قتل قصداً حرام ہے، اگر وہ مسلمانوں کے مخالف جنگجوؤں کی اپنے اقوال یا افعال کے ساتھ مدد کریں گے تو اُنہیں نشانہ بنا کر قتل کرنا جائز ہے۔

العون کے مؤلف نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان (اللہ کا نام لے کر نکلو، اور اس اللہ کے نام کے ساتھ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر ہوتے ہوئے، اور بہت زیادہ بوڑھے شیخ کو قتل کرو اور نہ بچے کو اور نہ چھوٹے کو اور نہ عورت کو، اور غنیمتوں میں خیانت نہ کرو، اور اپنی غنیمتوں کو

اکٹھا کرو، اور اصلاح کرو۔ بلاشبہ نیکی کرنے والوں کو اللہ پسند کرتا ہے۔) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان: "اور کسی بہت زیادہ بوڑھے شیخ کو قتل نہ کرو" کی شرح کرتے لکھا کہ یعنی، مگر یہ کہ وہ لڑنے والا ہو یا (دشمن کو) رائے دینے والا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا درید بن الصمة کو قتل کرنا صحیح حدیث سے ثابت ہے، حالانکہ اس کی عمر ایک سو بیس سال تھی یا اس سے زیادہ تھی، اس لئے کے اُسے ہوازن (قبیلے) کے لشکر میں رائے (شدہ) دینے کے لئے لایا گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ "نہ بچے کو نہ چھوٹے کو" اس سے اُسے مستثنیٰ کیا گیا ہے جو بادشاہ ہو یا لڑائی میں براہ راست حصہ لینے والا ہو۔ "نہ کسی عورت کو" یعنی اگر وہ لڑنے والی نہ ہو یا ملکہ نہ ہو۔

فقہاء نے ایسی عورت کے قتل کے جواز کا کہا ہے کہ جو مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں جنگجوؤں کی مادی یا معنوی کسی بھی قسم کی اعانت کرے۔ اُنہوں نے اس کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ابن ماجہ میں مروی حدیث سے استدلال کیا ہے، کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا تو ایک عورت قلعے پر چڑھی اور اس نے مسلمانوں کے سامنے اپنی شرمگاہ کو ننگا کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہارے سامنے ہے اسے تیر مارو تو (صحابہ کرام) نے اُسے تیر مارا اور اُسے قتل کر ڈالا۔ اگر چہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر پھر فقہاء نے اس حدیث سے ایسی عورت کے قتل کے جواز پر استدلال کیا ہے کہ جو کہ اگرچہ لڑائی نہ کرے مگر جنگ کرنے والوں کی (مسلمانوں کے خلاف) کسی قول یا فعل سے اعانت کرے تو اُسے قصداً قتل کرنا حرام ہے۔

ابن قدامہ نے المغنی ۲۳۲/۹ میں فرمایا: "فصل: اگر کوئی عورت کفار کی صف میں یا اُنکے قلعے پر کھڑی ہو کر مسلمانوں کو گالیاں دے یا اُنکے سامنے ننگی ہو جائے تو اُسے قصداً مارنا جائز ہے۔ جس کی وجہ وہ روایت ہے کہ جس میں سعید نے کہا کہ ہمیں حماد بن زید نے بیان کیا کہ ایوب سے اُنہوں نے عکرمہ سے انہوں نے کہا کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف والوں کا محاصرہ کیا تو ایک عورت ظاہر ہوئی اور اس نے اپنی شرمگاہ کو ننگا کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہارے سامنے ہے اسے تیر مارو تو اُسے مسلمانوں میں ایک مسلمان نے تیر مارا اور اُس کا نشانہ اُس عورت کی شرمگاہ سے نہ چوکا۔

اور (اس حالت میں) اُس (عورت) کی شرمگاہ کی طرف، اُس پر تیر مارنے کے لئے دیکھنا جائز ہے کیونکہ یہ اس (کی شرمگاہ پر تیر) چلانے کی ضرورت کی غرض سے ہے۔ اسی طرح اُسے تیر مارنا اُس وقت بھی جائز ہے کہ جب وہ ان پر (دشمنوں) کے لئے تیر اکٹھے کرے یا اُنہیں پانی پلائے یا انہیں لڑائی پر اُبھارے کیونکہ یہ اس صورت میں جنگجو کے حکم میں ہے۔یہی اس (عورت) کا اور تمام لوگوں کا (شرعی) حکم ہے کہ جن کے قتل سے منع کیا گیا ہے۔

ابن عبد البر نے الاستذکار ۱۴/۷۴ میں فرمایا: ''علماء کا اس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو عورتوں اور بوڑھوں میں سے لڑے تو اسکا قتل کرنا جائز ہے۔ اور بچوں میں جو لڑنے کی قدرت رکھے اور لڑے تو اُسے (بھی) قتل کیا جائے گا۔'' ابن عبد البر نے التمہید ۱۶/۴۲ میں کہا کہ: ''علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ بلاشبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے درید بن الصمۃ کو حنین کے روز قتل کیا تھا کیونکہ وہ جنگ میں مشورہ دینے والا اور سازش کرنے والا تھا۔ لہٰذا بوڑھوں میں سے جو کوئی بھی اس طرح کا ہو تو سب (علماء) کے نزدیک اُسے قتل کیا جائے گا۔''

ابن قدامہ نے بھی اسی بات پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ ''عورتوں، بچوں اور بڑی عمر کے لوگوں کا قتل ایسے وقت میں جائز ہے کہ جب وہ لڑائی میں اپنی قوم کی کسی بھی قسم کی اعانت کریں۔''

النووی نے مسلم کی شرح میں کتاب الجہاد میں یہ اجماع نقل کیا ہے: ''کفار کے ایسے بوڑھے کہ جو صاحب رائے ہو تو انہیں قتل کیا جائے گا۔''

ابن قاسم نے الحاشیہ میں (یہ اجماع) نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: '' (علماء) کا اس بات پر اجماع ہے کہ جہاد میں (پیچھے سے) دفاع کرنے کا حکم براہ راست لڑنے کا حکم ہے۔'' اس پر انہوں نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے اجماع نقل کیا ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہی سے یہ بھی نقل کیا کہ طاقت وشوکت والے (لڑنے والی) جماعت کے مددگار اُسی حکم کے تحت (شمار کئے جائیں گے) جو حکم اس جماعت کے لئے ہے۔ جو کچھ اس (لڑنے والی جماعت) پر ہے وہی ان (مددگاروں) کے لئے اور اُن پر لاگو ہوگا۔

یہ (شرعی) حکم ہے ان لوگوں کا کہ جو جنگ میں (کفار) کی اعانت کرتے ہیں اور یہ معصوم الدم یعنی عورتیں، بچے، بوڑھے اور جو کوئی انکے حکم میں ہو جنہیں آج کے اس دور میں (عام) شہری کہا جاتا ہے۔

آج امریکی عوام بھی اپنی رائے کے ساتھ جنگ میں (اپنی حکومت) کی اعانت کرتی ہے۔ وہ اس طرح کہ امریکا میں کوئی بھی فیصلہ اکیلا صدر نہیں کرتا بلکہ (ہر فیصلہ) اُس ایوان بالا (سینٹ) سے صادر ہوتا ہے کہ جس کے ارکان امریکی عوام کی نمائندگی کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کا ہر رکن لوگوں کی ایک اُس بہت بڑی تعداد کی نمائندگی کرتا ہے کہ جنہوں نے اسے اس منصب کے لئے آگے لائے اور اسے منتخب کیا۔ امریکی عوام کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ صدر کی جانب سے جاری ہونے والے کسی فیصلے پر عملدرآمد کو روکیں۔ اسی طرح اُن کے لئے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی ایسے فیصلے کے جاری کرانے کے لئے دباؤ ڈالیں کہ جسے وہ اپنی ضرورت سمجھتے ہوں۔ جیسا کہ امریکی عوام نے حکومت پر دباؤ ڈال کر اُسے صومالیہ سے اپنی فوجیں واپس بلانے پر مجبور کیا۔ امریکی عوام نے ہی تو غالب اکثریت سے ہی صدر کو منتخب کیا تھا۔ حالانکہ وہ انتخابی مہم کے دوران اس صدر کے مستقبل کے منصوبوں اور پالیسیوں کا اعلان کرنے کی وجہ سے اُسکی ان پالیسیوں اور منصوبوں سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ لہٰذا امریکی عوام کا اپنے صدر کے منصوبوں کو پہلے سے جانتے ہوئے بھی اُسے منتخب کرنا، اس کا عوام کو اس صدر کے فیصلوں میں شریک سمجھا جائے گا۔ بش نے اپنی انتخابی مہم کے دوران جن منصوبوں کا اعلان کیا تھا، ان میں اس نے کہا تھا کہ میں بلقان کی فائل بلقان والوں کے لئے چھوڑ دوں گا۔ اور میں مشرق وسطی اور وسطی ایشیاء کے فوجی حل پر توجہ دوں گا۔

مشرق وسطی سے اس کا مقصد عراق اور ایران تھے۔ سو امریکی عوام نے جمہوری پارٹی کو منتخب کیا حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ جمہوری پارٹی ہی امریکا کا ایسا فوجی ہیرو ہے کہ جس نے امریکا کی جنگیں لڑیں۔ اسلحہ ساز فیکٹریاں، جنگی طیارے اور اکثر جنگی ساز و سامان جمہوری پارٹی کی ملکیت ہیں۔ کیونکہ یہ عسکری

پارٹی اور اسکی سیاست ہی یہ ہوتی ہے کہ جنگیں بھڑکائی جائیں تاکہ وہ منافع کمائے اور (دوسرے ملکوں پر) قبضے جمائے۔

لہذا امریکی عوام کا اس پارٹی کو اس کے پروگراموں اور اسکی تاریخ جاننے کے باوجود بغیر کسی قید وشروط کے منتخب کرنا، ان پروگراموں اور اس کی سیاہ تاریخ سے رضامند ہونے کی علامت ہے۔

لہٰذا امریکی عوام فیصلہ کرنے والوں اور اہل رائے میں شمار ہوتے ہیں خواہ یہ رائے عسکری ہو یا سیاسی۔ امریکی انتظامیہ جن رائے عامہ کی بنیاد پر فیصلے کرتی ہے وہ اس بات کی جانب اشارہ کرتی ہیں کہ بلاشبہ امریکی عوام ہی اپنے براہ راست ووٹوں کے ذریعے اور پارلیمنٹ میں اپنے نمائندوں کے ووٹوں کے ذریعے بالواسطہ طور پر فیصلے کرتے ہیں۔

لہٰذا رائے عامہ سے پتہ چلتاہے کہ ہر جگہ اور ہر وقت اسلام دشمنی کی امریکی سیاست کے فیصلوں میں امریکی عوام کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔

لہٰذا ہر جگہ امریکی عوام کو۔خواہ جو اپنے ہاتھ سے لڑے یا اپنی رائے سے لڑائی (اپنی حکومت) کی اعانت کرے ۔نشانہ بنانا، ایک ایسا معاملہ ہے کہ جس کی شریعت اجازت دیتی ہے۔ چونکہ یہ امریکی عوام کی غالب اکثریت کی حالت ہے اس لئے (شرعی) حکم بھی غالب اکثریت کی بناء پر عام ہوتا ہے۔

چوتھی حالت

عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے قتل کے جواز کی حالتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب (دشمن کے) قلعوں کو فتح کرنے کے لئے مسلمانوں کو انہیں جلانے یا پانی میں غرق کرنے یا ان میں زہر پھیلانے یا اُن میں دھواں پھیلانے یا ان میں سانپ، بچھو اور زہریلے کیڑے مکوڑے چھوڑنے کی ضرورت پڑے خواہ اس کے نتیجے میں معصوم لوگ ہی مارے جائیں۔

امام بخاری نے کہا: ’’کھجور کے درختوں اور گھروں کا جلانے کا باب۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کے کھجور کے درختوں کو جلاڈالا۔‘‘

الحافظ نے الفتح ۶/۱۵۴ میں کہا (امام بخاری) کا یہ کہنا کہ: ’’کھجور کے درختوں اور گھروں کو جلانے کا باب یعنی جو مشرکوں کے ہوں۔ جمہور (علماء) نے انہیں جلانے کے جواز کو اپنایا ہے۔ اور دشمن کے ملکوں میں تخریب کاری کے جواز کو بھی، جبکہ الاوزاعی اورالليث اور ابوثور نے اسے مکروہ جانا، اورانہوں نے ابو بکر کی اپنے لشکروں کو کی جانے والی اس وصیت کو دلیل بنایا کہ وہ ان میں سے کوئی کام نہ کریں۔‘‘

جبکہ اس کا جواب الطبری نے دیا ہے کہ یہ نہی (منع کرنا) انہیں قصداً کرنے پر محمول ہے، بر خلاف اس کے کہ وہ لڑائی کے دوران ایسا کچھ کریں۔ جیسا کہ طائف پر منجنیق (توپ) نصب کرنے سے ہوا۔ یہ اسی طرح کا جواب ہے کہ جو آپ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع کرنے کے مسئلے میں دیا ہے۔ اور ایسا ہی اکثر اہل علم نے کہا ہے۔

اسی طرح پانی میں غرق کرکے قتل کرنے کے بارے میں ہے۔ اور ان (الطبری) کے علاوہ بھی کسی نے یہ کہا کہ ابو بکر نے اپنے لشکروں کو اس لئے منع کیا اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ یہ ملک (آسانی سے) فتح ہو جائیں گے۔ سو انہوں (ابو بکر) نے ان (ملکوں کے وسائل کو) مسلمانوں کے لئے باقی رکھنے کی غرض سے کہا تھا۔ واللہ اعلم۔‘‘

الشوکانی نے نیل الاوطار ۷/۲۶۶ میں ابن حجر کی اس بات کہ اور یہ بات تو مخفی نہیں کہ جو کچھ ابو بکر سے صادر ہوا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ مسئلے کے خلاف ہونے کی وجہ سے (عمل کرنے کے لئے) درست نہیں، کیونکہ صحابی کا قول (حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں) حجت نہیں ہوتا، یعنی اگر صحابی کا قول نص (دلیل) سے ٹکرائے (تو وہ حجت نہیں ہوتا) جیسا کہ یہ الشوکانی کا اسکی ابتدائی عمر کا مذہب ہے۔

ابو داؤد نے اپنی سنن میں کہا دشمن کے ملکوں میں آگ لگانے کا باب: عروہ سے روایت ہے کہ ،انہوں نے کہا کہ مجھے اسامہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ بلاشبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے (اسامہ کو) حکم دیا اور فرمایا اُبنی پر صبح کے وقت اچانک حملہ کر اور آگ لگا۔

ابن الاثیر نے جامع الاصول ۲/۷۱۶ میں کہا ''اُبنی'' اور ''یُبنی'' سرزمین پر ''الرملہ'' اور ''عسقلان '' کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔

لہٰذا دشمن کو جلانا، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگ کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ یہ تو معلوم ہی ہے کہ بلاشبہ آگ جلانے سے کئی معصوم لوگ بھی قتل ہو جاتے ہیں اور اسی طرح جانور اور کھیتیاں ہلاک ہوتی ہیں اور ان سب کو زندہ بچائے رکھنے کی مصلحت، انہیں ختم کرنے کی مصلحت سے کم تر ہے۔ کیونکہ شوکت وقوت والے دشمن کے قتل کرنے کی مصلحت، اُسکے علاوہ دوسروں کو (زندہ) چھوڑنے کی مصلحت سے زیادہ بڑی ہے۔

ابن قدامہ نے المغنی میں فرمایا: ''جب دشمن سے جنگ کی جائے گی تو اُنہیں آگ کے ساتھ نہیں جلایا جائے گا۔ اگر دشمن پر غلبہ حاصل ہو جائے تو اُسے آگ کے ساتھ جلانا جائز نہیں، ہمارے علم کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ جبکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اہل ردّت (مرتد لوگوں) کو آگ کے ساتھ جلانے کا حکم دیتے اور یہ کام ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے خالد بن ولید نے کیا۔ مگر آج میں لوگوں کے درمیان اس (آگ سے جلانے کے ناجائز ہونے) میں کوئی اختلاف نہیں پاتا۔

حمزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ بلاشبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے ایک دستے میں امیر بنایا۔ (حمزہ) کہتے ہیں کہ میں اس (دستے) کے ساتھ نکلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم فلاں آدمی کو پکڑو تو اسے آگ سے جلا ڈالو۔ (حمزہ کہتے ہیں کہ میں) جانے کے لئے مڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی، تو میں واپس لوٹ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم فلاں کو پکڑو تو اُسے قتل کر ڈالو مگر جلانا نہیں کیونکہ آگ سے سوائے آگ کے رب کے اور کوئی نہیں جلاتا۔ اسے

ابو داؤد اور سعید نے روایت کیا اور (سعید) نے اس معنی کی اس کے علاوہ کئی احادیث بیان کی ہیں اور امام بخاری وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حمزہ کی حدیث کی مانند روایت کی ہے۔

لہٰذا ان کفار کو آگ سے جلائے بغیر پکڑنا ممکن ہو تو پھر انہیں جلانا جائز نہیں کیونکہ وہ اُن لوگوں کے حکم میں شامل ہو جاتے ہیں کہ جن پر غلبہ حاصل ہو تا ہے۔ اگر اس (جلانے کے) بغیر انہیں پکڑنا ناممکن ہو تو اس صورت میں اکثر اہل علم کے نزدیک یہ جائز ہے۔ یہی موقف الثوری، الاوزاعی اور الشافعی نے اختیار کیا ہے۔

سعید نے اپنی اسناد کے ساتھ صفوان بن عمرو اور جریر بن عثمان سے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ جنادہ بن امیہ الازدی اور عبداللہ بن قیس الفزازی اور اُن کے علاوہ بحرین کے حکمران اور انکے بعد آنے والے (حکمران) رومی دشمنوں وغیرہ پر آگ پھینک کر انہیں جلاتے تھے، یہ انہیں اور وہ اُنہیں جلاتے۔ عبداللہ بن قیس نے کہا کہ مسلمانوں کا معاملہ اسی طرح چلتا رہا۔ ابن قدامہ نے کہا کہ اسی طرح (دریاؤں، جھیلوں وغیرہ کے) بند دشمن کو غرق کرنے کے لئے کھول دینے کا ہے کہ اگر اس کے بغیر اُس پر غلبہ حاصل ہو جائے تو ایسا (غرق کرنے کا) کام جائز نہیں کہ جس میں وہ عورتیں اور بچے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو کہ جنہیں قصداً ضائع کرنا حرام ہو تا ہے۔ اگر دشمن پر اس (کام) کے بغیر غلبہ ممکن نہ ہو تو پھر یہ اُسی طرح جائز ہے کہ جیسے رات کے وقت حملہ کرنے میں ان (معصوم لوگوں) کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تا ہے۔

النووی نے المنہاج اور مغنی المحتاج کی شرح میں کہا کفار کا کسی علاقے اور قلعوں میں محاصرہ کرنا اور اُن پر پانی چھوڑنا اور آگ اور منجنیق سے گولہ باری کرنا اور غفلت کے اوقات میں اُن پر حملہ کرنا جائز ہے۔

مغنی المحتاج کے مؤلف، امام النووی کی بات پر تعلیق کرتے ہوئے اپنی مصدر میں کہتے ہیں کہ اسی معنی میں ان کے گھر منہدم کرنے، اُنکا پانی روکنا اور اُن پر سانپ یا بچھو پھینکنا ہے، خواہ اُن میں عورتیں اور بچے ہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی رو سے: وخذوھم واحصروھم ترجمہ: "ان کو پکڑو اور ان کو گھیرو۔"

صحیحین میں ہے کہ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا گھیراؤ کیا اور البیہقی اور صحیحین میں ہے کہ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منجنیق نصب کی۔ اسی پر ہر اُس چیز کا قیاس کیا گیا کہ جس سے عام ہلاکتیں ہوں۔۔۔۔۔۔ پھر وہ کہتے ہیں اُن کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُنہیں مذکورہ (ہتھیاروں) سے ہلاک کرنا جائز ہے، خواہ ہم اُن پر اس کے غلبے کے بغیر ہی غلبہ حاصل کر سکتے ہوں۔

صحابہ اپنے دشمنوں کے ساتھ یہی سلوک اپناتے تھے۔ سنن سعید بن منصور میں آیا ہے کہ بلاشبہ جنادہ بن امیۃ الازدی اور عبد اللہ بن قیس الفزازی اور اُن کے علاوہ ان کے بعد آنے والے دوسرے بحرین کے حکمران رومی دشمنوں وغیرہ پر آگ پھینکتے تھے اور یوں اُنہیں جلاتے اور وہ اُنہیں جلاتے تھے۔ ۲/۲۴۴

عبد اللہ بن قیس الفزازی سے روایت ہے کہ وہ معاویہ کے عہد میں لوگوں پر سمندر میں حملے کرتے اور وہ دشمن پر آگ پھینکتے اور وہ (دشمن) ان پر، یہ اُنہیں جلاتے اور وہ انہیں۔ انہوں نے کہا مسلمانوں کا معاملہ اسی طرح چلتا رہا۔

جمہور علماء کی رائے ہے کہ ضرورت کے وقت ان وسائل کے ذریعے کہ جن میں جنگجو اور معصوم کے درمیان کا فرق نہ رہے مثلاً آگ سے جلانا، پانی میں غرق کرنا، عمارتیں منہدم کرنا، زہر پھیلانا اور دھواں پھیلانا وغیرہ ایسے وقت جائز ہیں کہ جب دشمنوں کو شکست دینے اور اُن پر کامیابی اس کے بغیر ممکن نہ ہو۔ مگر جب انکے بغیر کامیابی ممکن ہو تو پھر جائز نہیں۔ جبکہ شافعیہ اسے مطلق طور پر جائز قرار دیتے ہیں خواہ اُن پر اس طریقے سے غلبہ ہو یا اسکے بغیر۔ واللہ اعلم

لہٰذا جو کچھ گذر چکا ہے اس کی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ جس نے یہ فتوی دیا اور کہا کہ کسی بھی حالت میں معصوم لوگوں کو حتی کہ نیویارک اور واشنگٹن میں امریکیوں کو بھی قتل کرنا جائز نہیں تو بلاشبہ ایسا شخص تکّے چلاتا ہے اور اُس نے ایسی بات کہی کہ جس کا اُسے علم نہیں۔ کیونکہ دشمن کو جلا کر پانی میں غرق کر کے قتل اور قلعوں کو فتح کرنے کے لئے منہدم کرنا یا اُنہیں خراب کرنا یا دشمن کو دہشت زدہ کرنا ایسا مسئلہ ہے کہ جس پر جمہور (علماء) کا اتفاق اور اسی پر صحابہ کا عمل تھا۔ لہٰذا سبحان اللہ یہ شخص کیسے امریکیوں کے دفاع میں اندھا ہو کر ایسی چیز کے بارے میں بات کر رہا ہے کہ جس کا صحیح ہونا کتاب و سنت سے دلائل کے ساتھ صحیح ثابت ہو چکا ہے۔

پانچویں حالت

جن حالتوں میں جنگجوؤں کے معصوم و غیر معصوم کی پہچان نہیں رہتی، جیسے توپیں، ٹینک، طیاروں کے بم اور اسی قسم کا دوسرا اسلحہ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف والوں پر منجنیق نصب کی اور اُن پر اس سے سنگ باری کی۔

المبدع (۳/۳۱۹) کے مؤلف نے کہا: اُنہیں منجنیقوں کے ذریعے نشانہ نہ بنانا۔ اس پر احمد نے جواز کا فتوی دیا ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل طائف پر منجنیق نصب کی۔ اسے الترمذی نے مرسل روایت کیا اور عمرو بن العاص نے اسے اسکندریہ پر نصب کیا۔ چونکہ اس کے ساتھ سنگ باری عام تھی جیسا کہ تیروں کا استعمال عام تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ضرورت اور بغیر ضرورت کے وقت استعمال ہوتا تھا اور المغنی میں یہ امام کی بات ظاہر ہوتی ہے کہ اُن (دشمنوں) سے پانی روکنا اسی طرح انکا راستہ روکنا اور انکے قلعوں کو ڈھانا، اور المحرر الوجیز اور الفروع نامی کتابوں میں ہے کہ اُنکی بستیوں کو منہدم کرنا اور یہ زیادہ جامع (لفظ) ہے۔ کیونکہ مقصد انکو کمزور کرنا اور انہیں دہشت زدہ کرنا ہے تا کہ وہ اللہ کے داعی پر لبیک کہیں۔

ابن قدامہ نے المغنی(۲۳۱/۹) میں کہا: ان (دشمنوں) پر منجنیق نصب کرنا جائز ہے۔ امام احمد کی بات سے اس کی ضرورت اور غیر ضرورت میں جواز ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف والوں پر منجنیق نصب کی تھی اور یہی رائے الاوزاعی اور الشافعی اور اہل رائے کی ہے۔ ابن المنذر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث آئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف والوں پر منجنیق نصب کی۔ عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ انہوں نے اسکندریہ والوں پر منجنیق نصب کی اور چونکہ اس کے ساتھ لڑائی عام تھی، سو اُسے تیروں سے مشابہ سمجھا گیا۔

النووی نے المہذب(۲۱۹/۲) میں کہا: فصل: اُن سے آگ کے ساتھ لڑنا جائز نہیں اور نہ منجنیق کے ماسوائے ضرورت کے کیونکہ صرف لڑنے والے کو ہی قتل کرنا جائز ہے۔ جبکہ آگ یا منجنیق کے ذریعے لڑنے اور نہ لڑنے والے سب کا قتل عام ہوتا ہے۔ البتہ ضرورت کے وقت یہ جائز ہے۔ جیسا کہ غیر جنگجو کو دفاع کے لئے قتل کرنا جائز ہے۔ سو اس حالت میں علماء نے عورتوں اور بچوں جیسے معصوموں کے قتل کی اس صورت میں اجازت دی ہے کہ جب اُن پر (دشمن) پر منجنیق کے ذریعے سنگ باری کی ضرورت ہو۔ یہ ایسا آلہ ہے کہ جو سابقہ وقتوں میں بڑے بڑے پتھر پھینکنے کے لئے استعمال ہوتا تھا اور بعض اوقات یہ پتھر آگ کے شعلے پکڑے ہوئے ہوتے۔ رہا یہ کہ گھروں کو جلانا اور منہدم کرنا اور ان میں موجود افراد کو قتل کرنا، تو اُنکی طرف سے اس اسلوب کی اجازت صرف اس مصلحت کی بنیاد پر تھی کہ اس سے یہ قلعہ فتح ہونے کی امید ہو، خواہ اس کے نتیجے میں عورتیں اور بچے ہی قتل ہوں۔ لہٰذا جو مصلحت ایک قلعے کی فتح کے لئے موجود تھی اور وہ منجنیق کے ذریعے انکی رہائش گاہوں پر سنگ باری کرنا، تو کیا یہی مصلحت امریکی اقتصادی، عسکری اور سیاسی طاقت کے مرکز کے تباہ کرنے میں نہ تھی۔ تاکہ وہ مسلمانوں کے حصار اور انکے قتل سے باز آجائے، خواہ اس کا شکار عورتیں اور بچے ہی بنے؟ کیوں نہیں یہ تو سب سے بڑی مصلحت تھی۔ اور اگر اس جیسی (مصلحت) صرف اسی طریقے سے حاصل ہوسکتی تو پھر وہ اس کا جواز اور یقینی ہو جاتا ہے۔

چھٹی حالت

اس حالت میں بھی معصوم لوگوں کا قتل جائز ہوتا ہے کہ جب کفار انہیں اپنے لئے ڈھال کے کے طور پر استعمال کریں۔ یعنی اگر کفار اپنی عورتوں اور بچوں کو اپنے لئے ڈھال بنائیں تواُن پر (فائرنگ ،گولہ باری وغیرہ) کرنا جائز ہے۔ جنگجوؤں کو نشانہ بناتے ہوئے خواہ عورتیں اور بچے ہلاک ہوجائیں تو بھی جائز ہے۔ مگر دو شرطوں کے ساتھ ایک یہ کہ اس کی ضرورت ہو۔ اور دوسری یہ کہ مسلمانوں کا دلی ارادہ جنگجو ہو نہ کہ معصوم لوگ۔

ابن قدامہ نے المغنی(۲۳۳/۹)میں کہا: فصل: اگر وہ (دشمن)جنگ میں اپنی عورتوں اور اپنے بچوں کو ڈھال بنائیں تو جنگجوؤں کے ارادے سے اُن پر (گولہ باری، فائرنگ وغیرہ) کرنا جائز ہے۔ اسی لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر منجنیق کے ذریعے (سنگ باری) کی حالانکہ انکے ساتھ عورتیں اور بچے بھی تھے۔ اس لئے بھی کہ اس صورت میں مسلمانوں کا ان سے رک جانے سے جہاد معطل ہو گا۔ اس لئے وہ جب بھی یہ جانیں گے تو خوف کے وقت ان (عورتوں، بچوں) کو ڈھال بنالیا کریں گے۔ تو یوں جہاد ختم ہو جائے گا خواہ جنگ بھڑکی ہوئی ہو یا نہیں۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (منجنیق سے سنگ باری) کرنے کے لئے جنگ بھڑکنے کا انتظار نہیں کرتے تھے۔

الانصاری نے (فتح الوہاب:۳۰۱۲/) میں کہا: کسی حرمت والے جانور کو اسکی حرمت کی وجہ سے ہلاک کرنا حرام ہے اور کسی جانور کو کھانے کی نیت کے بغیر نہی (منع ہونے) کی وجہ سے ذبح کرنا حرام ہے، ماسوائے ضرورت کے جیسے ایسے گھوڑے کہ جن پر وہ (دشمن) لڑتے ہیں۔ تو اُن پر کامیابی اور انہیں پیچھے دھکیلنے کے لئے ان (گھوڑوں) کا ہلاک کرنا جائز ہے جیسا کہ بچوں کو ڈھال بنائے جانے پر انہیں قتل کر جائز ہے بلکہ زیادہ مناسب ہے۔

الشربینی نے (مغنی المحتاج:۷/۴۲۲) میں ان جانوروں کے قتل کے جواز کا سبب ذکر کرنے کے بعد اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا جن پر وہ سوار ہو کر ہم سے لڑتے ہیں یا ہمیں ڈر ہو کہ کل وہ ان پر سوار ہوں گے جیسے گھوڑے ہیں اُنکے خلاف کامیابی حاصل کرنے اور ان سے دفاع کے لئے انہیں (گھوڑوں) کو ہلاک کرنا جائز ہے کیونکہ یہ لڑائی کی مانند ہیں اور جب عورتوں اور بچوں کو ڈھال بنائے جانے پر قتل کرنا جائز ہے تو گھوڑوں کا ہلاک کرنا تو زیادہ مناسب ہے اور یہ کام صحابہ رضی اللہ عنہم کے فعل میں سے ہے۔

قواعد الاحکام فی مصالح الانام کے مؤلف نے کہا: کیونکہ کفار کے بچوں کے ڈھال بنائے جانے پر انہیں قتل کرنا جائز ہے۔ حالانکہ اس حالت میں یہ کام (قتل کرنے کا) مسلمانوں کے بچوں کے ساتھ جائز نہیں۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے (الفتاوی ۵۴۶/۲۸ تا ۵۲/۲۰) میں فرمایا اور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کفار کے لشکر اگر اپنے پاس مسلمان قیدیوں کو ڈھال کے طور پر استعمال کریں اور اس صورت میں اگر ان کفار سے لڑا جائے گا خواہ اس کے نتیجے میں وہ مسلمان قتل ہو جائیں کہ جنہیں انہوں کفار نے ڈھال بنایا تھا۔

ابن قاسم نے حاشیہ الروض (۲۷۱/۴) میں بتایا کہ الانصاف کے مؤلف نے کہا: اگر وہ دشمن کسی مسلمان کو ڈھال بنائیں تو اس صورت میں اُن (دشمنوں) پر سنگ باری وغیرہ جائز نہیں۔ البتہ اگر ہمیں مسلمانوں کو (نقصان کا) ڈر ہو تو پھر کفار کا قصد کر کے اُن پر سنگ باری وغیرہ کی جائے گی اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

یہاں پر ایک اہم مسئلہ کی تنبیہ کرنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ یہاں (شرعی) حکم میں ڈھال بنائے جانے والے مسلمانوں یا کفار کے معصوم لوگوں جیسے عورتوں اور بچوں میں فرق ہے۔ لہٰذا اگر ڈھال مسلمانوں کی بنائی گئی ہے تو اس صورت میں دشمن پر (گولہ باری۔ فائرنگ وغیرہ) صرف ایسی ضرورت

کے وقت کی جائے گی کہ جب ان کفار پر فائرنگ نہ کرنے کا نقصان، ڈھال بنائے گئے مسلمانوں کے قتل کے نقصان سے زیادہ بڑا نہ ہو۔ جیسے دشمن کی جانب سے مسلمانوں کی زمین کی طرف پیش قدمی اور پھر ڈھال بنائے گئے مسلمانوں سے زیادہ مسلمانوں کے قتل کا خدشہ ہو۔ یا مسلمانوں کے لشکر میں سے کئی کے قتل ہونے اور انکی طاقت ٹوٹنے اور یوں مسلمانوں کے معاملے کے ختم ہو جانے کا خدشہ ہو جبکہ صورتحال کے پیش نظر ضرورت کا اندازہ لگایا جائے گا۔

رہا مسئلہ اس حالت کہ جس میں کفار کے بچوں اور عورتوں کو ڈھال بنایا گیا ہو تو معاملہ پہلی (مذکورہ) حالت سے ہلکا ہے۔ سو ایسی ضرورت کے وقت بھی دشمن پر فائرنگ وغیرہ کرنا جائز ہے۔ معصوم لوگوں کی ہلاکت کے باوجود، جبکہ یہ ضرورت بہت شدید نہ ہو، کیونکہ کفار کے بچوں اور عورتوں کی عصمت، مسلمان کے خون کی عصمت سے کم تر ہے۔ لہٰذا پہلی صورت شدید ترین ضرورت کے وقت مباح ہو گی جبکہ دوسری صورت ادنیٰ ضرورت کے تحت بھی مباح ہو گی۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الصعب بن جثامہ کی حدیث میں مشرکوں کی ذریت کے قتل کی اجازت دی تو فرمایا کہ: وہ انہی میں سے ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت کی تفصیل نہیں پوچھی کہ جس نے انہیں اس پر مجبور کیا اور نہ اس کے جواز کے لئے کوئی ضابطہ بنایا۔ اس علم کے ساتھ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں رات کے وقت کے حملوں اور اچانک حملوں کی ہمیشہ ضرورت نہیں ہوتی تھی جیسا کہ صحیحین میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ: رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم پر حملہ کرتے تو صرف صبح ہونے پر ہی حملہ کرتے تو اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اذان سنتے تو حملہ نہ کرتے اور اگر اذان نہ سنتے تو صرف صبح طلوع ہونے کے بعد حملہ کرتے۔ بخاری کی ایک روایت میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ غزوہ کرتے۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ رات کے وقت حملے اور اچانک حملے کی ضرورت نہ ہوئی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے بعد ہی حملہ کرتے اور انس رضی اللہ عنہ کا قول کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ غزوہ کرتے۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر اوقات کا فعل تھا۔ لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تفصیل نہ پوچھنا قول کو عمومیت دیتا ہے۔

لہٰذا کفار کے معصومین کی ڈھال کو ہر عام ضرورت کی قید کے علاوہ اور کوئی قید نہیں لگائی جا سکتی جبکہ مسلمانوں کی بنائی ڈھال شدید ترین ضرورت ہی کے تحت قتل کیا جا سکتا ہے۔

یہ وہ چیز تھی کہ جس کی ہم تنبیہ کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ تم نے ڈھال بنائے جانے کے مسئلے سے استدلال کر کے امریکی شہریوں کے قتل کی اجازت اس مسئلے پر قیاس کرتے ہوئے دی، حالانکہ ڈھال بنایا جانے والا مسئلہ تو انتہائی ضرورت کے بغیر نہیں ہوتا۔ سو اگر یہ (کاروائیاں) کسی مسلمان کا کام تھیں تو اس کے لئے کونسی ایسی شدید ضرورت تھی؟

ہم کہتے ہیں کہ کفار کی بنائی گئی ڈھال کے قتل کے لئے انتہائی ضرورت کا ہونا لازمی نہیں بلکہ اُس کے لئے عام ضرورت کا ہونا کافی ہے اور مسلمانوں کے لئے اپنا ہدف حاصل کرنا صرف اسی طرح ممکن تھا تو یہ (کاروائیاں) جائز تھیں۔ جیسا کہ جلانے وغیرہ کا سابقہ مذکورہ مسئلہ۔

ساتویں حالت

(کفار) کے معصوم الدم عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کا جن حالتوں میں قتل جائز ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ معاہدہ کرنے والا (دشمن) اپنے عہد کو توڑ ڈالے۔ امیر اگر چاہے تو سب کو قتل کر دے اور اگر چاہے تو جسے چاہے اُسے چھوڑ دے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کے ساتھ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے مردوں اور بوڑھوں اور ہر مزدور کو قتل کیا جبکہ غلامی میں سوائے عورتوں اور بچوں کے کسی کو نہیں رکھا۔ انکے علاوہ دوسرے معصوم لوگوں جیسے بوڑھوں اور مزدوروں کو قتل کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کے یہودیوں کے ہر بالغ کو قتل کیا اور عہد شکنی کرنے اور نہ کرنے والے کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔

ابن حزم نے المحلی (۷/۲۹۹) میں اس حدیث ''جس روز قریظہ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو جو بالغ تھا اسے قتل کر دیا گیا'' کی تعلیق کرتے ہوئے کہا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمومی

فعل تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن میں سے نہ کسی مزدور کو چھوڑا،نہ تاجر کو،نہ کسان کو اور نہ کسی بوڑھے شیخ کو۔اس کام کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے پر اجماع ہے۔

ابن القیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی قوم سے معاہدہ یا صلح کرتے۔ پھر اُن کے سب معاہدے کی خلاف ورزی کرتے یا اُن میں سے کچھ لوگ اسے توڑتے جبکہ باقی اُسے تسلیم کرتے اور اُن (خلاف ورزی کرنے والوں) سے راضی ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب پر حملہ کرتے اور اُن سب کو معاہدے کی خلاف ورزی کرنے والے قرار دیتے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ اور بنی نضیر اور بنی قینقاع کے ساتھ کیا۔ اور جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کے ساتھ کیا۔تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد توڑنے اور اُسکی خلاف ورزی کرنے والوں کے بارے میں سنت تھی۔

آپ (ابن القیم) نے یہ بھی فرمایا کہ: ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مشرق کے اُن نصاری پر حملے کا فتوی دیا تھا کہ جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں اُنکے دشمن کی مال واسلحے سے مدد کی تھی، اگرچہ انہوں (مشرق کے نصاریٰ) نے نہ تو ہم پر حملہ کیا تھا اور نہ ہمارے خلاف جنگ کی۔ لیکن آپ (ابن تیمیہ) نے اُنہیں معاہدے کی خلاف ورزی کرنے والے شمار کیا۔جیسا کہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں، بنی بکر بن وائل کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیفوں کے خلاف جنگ میں مدد کرکے معاہدہ توڑا تھا۔

یہ وہ حالتیں ہیں کہ جن میں فقہاء نے کفار کے معصوم لوگوں جیسے عورتوں،بچوں،بوڑھوں اور انکے حکم میں آنے والے دوسرے افراد کہ جنہیں آج عام شہری کہا جاتا ہے،کے قتل کی اجازت دی ہے۔ جو لوگ امریکہ میں منگل کی مبارک کاروائیوں میں قتل ہوئے، وہ کبھی بھی ان حالتوں میں سے کسی بھی حالت سے باہر نہیں کہ جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اُن لوگوں کہ جنہوں نے بغیر علم کے اللہ کی طرف بات منسوب کی اور یہ فتویٰ دیا کہ معصوم لوگوں کا قتل کسی بھی حالت میں جائز نہیں،اُن کے لیے اور اُنکی موافقت کرنے والوں کے لیے کافی ہے کہ وہ مذکورہ بالا حالتوں میں سے کسی ایک حالت کا(امریکا کے)اُن لوگوں پر لاگو ہونے کا اعتراف کر لیں کہ جنہیں وہ معصوم لوگوں کا نام دیتے ہیں۔

لہٰذا اگر وہ امریکا کے ان معصوموں پر صرف ایک حالت کے منطبق ہونے سے اتفاق کر لیں تو اُن پر لازم ہے ہو جاتا ہے کہ وہ اُن کے قتل کے جواز کا اقرار کریں قصداً یا لمثل معاملہ کرتے ہوئے یا سابقہ حالتوں کے مطابق جنگجوؤں کے ضمن میں۔

اگر وہ اس بات سے اتفاق نہیں کرتے تو اُن پر لازم ہے کہ وہ ہماری مذکورہ بالا پیش کردہ تمام حالتوں سے (اُنکے بقول)امریکی معصوم لوگوں کو مستثنیٰ قرار دیں تا کہ اُنکی بات درست ثابت ہو۔اور اُن کے لیے یہ کیونکر ممکن ہے؟

رہا ادہر اُدہر کی باتیں کرنا اور عمومی دلیلوں سے استدلال کرنے سے خاص واقعات پر حجت قائم ہوتی ہے اور نہ کسی خاص واقعے پر منطبق ہوتی ہے۔لہٰذا یہ باطل ہے۔جیسے اُن کا یہ کہنا کہ شریعت عورتوں اور بچوں کے قتل کی اجازت نہیں دیتی۔اور یہ کہ شریعت میں دہشت گردی نہیں ہے۔اور یہ کہ مسلمان کا عقیدہ اُسے اس بات سے منع کرتا ہے کہ وہ سزا کے غیر مستحق افراد کو سزا دے۔اور یہ کہ اسلام دہشت گردی اور شدّت پسندی کو حرام قرار دیتا ہے۔

ایسے تمام عمومی اُصول ہوسکتے ہیں کہ کبھی کبھار مطابقت رکھیں یا یہ بعض ابواب میں اصل(بنیاد)تو ہوں،مگر کچھ ایسی خاص دلیلیں بھی ہوتیں ہیں کہ جو ان عام اصولوں کو ختم کر دیتی ہیں اور ایسا ان اصولوں کو مخصوص واقعات پر لاگو کرنے کی حالت میں ہوتا ہے۔لہٰذا جہاد یا ظالم سے قصاص لینا، ظلم وزیادتی اور سرکشی نہیں کہلاتا،اور سابقہ مذکورہ حالتوں اور انکی کسی فروعی قسم کے مطابق ہونے پر عورتوں اور بچوں کا قتل، ظلم اور زیادتی نہیں کہلائے گا بلکہ اس کا تو شرعی حکم ہے۔اور

اسکی کم ترین حیثیت مباح کی ہو گی۔ جبکہ دہشت گردی کا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے اس فرمان میں حکم دیا ہے کہ:

آیت: ﴿تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾ (الانفال:٦٠)

ترجمہ: "تاکہ تم اس (دہشت گردی) کے ذریعے سے اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو ڈراؤ"

لہٰذا دشمنوں اور انکے معاونوں کو دہشت زدہ کرنا مسلمانوں کا شرعی فریضہ ہے۔ کیا ہی تعجب کی بات ہے کہ کوئی واجبات کو چھوڑ کر انہیں حرام کاموں کی فہرست میں شامل کرتا ہے، یہ سب صرف اس لیے کہ اُس سے اہل کفر اور فاسق وفاجر راضی ہو جائیں!

اُن مسلمانوں کے قتل کا (شرعی) حکم کہ جو عالمی تجارتی مرکز میں تھے

یہاں ایک قوی شبہ وارد ہوتا ہے کہ:

"ہو سکتا ہے کہ کوئی کہنے والا کہے کہ آپ نے جو کفّار کے معصوم لوگوں کی بعض حالتوں میں قتل کے جواز کی جو بات کی ہے، وہ تو اچھی ہے لیکن یہاں ایک اہم ترین مسئلہ اور بھی ہے اور وہ یہ کہ وہاں عالمی تجارتی مرکز کی تباہی میں مسلمانوں کی ایک تعداد بھی موت کا شکار ہوئی ہے، تو عالمی تجارتی مرکز میں مسلمانوں کا قتل کیونکر جائز ہوا؟ جبکہ آپ خود مسلمانوں کی بنائی گئی ڈھال کو ماسوائے شدید ضرورت کے، قتل کرنا جائز نہیں سمجھتے اور یہاں تو یہ خاص ضرورت بھی نہ تھی؟"

ہم اِس کا جواب سات (٧) اشکال میں دیتے ہیں۔

اوّل: بلاشبہ عالمی تجارتی مرکز میں مسلمانوں کی تعداد ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی بلکہ وہاں اُن کا وجود ثابت نہیں ہوا اور ابھی تک تین سو (۳۰۰) سے زیادہ لاشیں نکالی نہیں جا سکیں، تو پھر متعدّد مسلمانوں کی موت کا ثبوت پھر وہ کیونکر فراہم کر سکتے ہیں اور اگر وہاں مسلمانوں کی کچھ تعداد ثابت ہو بھی جائے، تو ہم کہتے ہیں کہ:

دوم: ہم نہیں جانتے کہ ان کاروائیوں کا کرنے والا کون ہے، سو اگر تو وہ مسلمان تھا، تو یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ کون سے ایسے اسباب تھے کہ جن کی بدولت، اُس نے ایسا کام کیا؟

کیا یہ شدید ترین ضرورت تھی یا عام ضروت؟

سو، اگر تو یہ شدید ترین ضرورت تھی کہ جس کا اُس نے صحیح اندازہ لگایا تھا، تو مسلمانوں کی ہلاکت کے باوجود، اُس کا یہ کام جائز تھا؟ اور اگر یہ عام سی ضرورت تھی، تو پھر یہ اُس معاملے کے تحت ہے کہ جو درج ذیل تیسری شکل میں مذکور ہے۔

سوئم: بلاشبہ یہ بات تو سب کو یقینی طور پر معلوم ہے کہ عالمی تجارتی مرکز میں کافر کمپنیوں کے علاوہ کوئی اور نہیں۔ اور بلاشبہ غالب گمان یہی ہے کہ یہ کمپنیاں صرف کفّار کو ہی ملازمت دیتی ہیں۔ اس طرح یہ ٹاور اُس علاقے میں واقع ہے کہ جو صہیونی لابی اور یہودی کمیونٹی کا سب سے بڑا علاقہ شمار ہوتا ہے۔ لہٰذا، غالب گمان کے مطابق، اس حالت میں اسکا شرعی (حکم) جائز ہونے کا بنتا ہے۔

چہارم: حتیٰ کہ مسلمانوں کے وہاں وجود کے یقینی ہونے کے باوجود، امام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ جنگ میں مسلمانوں کے کفّار کے ساتھ مختلط ہونے کی وجہ سے اُن کے قتل ہونے کے پیشِ نظر، کفّار سے نہ لڑنا مستحسن امر تو ہے، مگر واجب نہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ سبحانہ وتعالی کے اس فرمان:

آیت:﴿هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَن يَبْلُغَ مَحِلَّهُ ۚ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَن تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُم مِّنْهُم مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ لِّيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾

ترجمہ:"یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے لئے موقوف جانور کو اس کی قربان گاہ میں پہنچنے سے (روکا)، اور اگر ایسے (بہت سے) مسلمان مرد اور (بہت سی) مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر نہ تھی یعنی ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو بھی بے خبری میں ضرر پہنچتا، (تو تمہیں لڑنے کی اجازت دے دی جاتی لیکن ایسا نہیں کیا گیا) تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے اور اگر یہ الگ الگ ہوتے تو ان میں جو کافر تھے ہم ان کو درد ناک سزا دیتے۔" (سورۃ الفتح۔۲۵)

کا جواب (الاصم ۴ /۲۴۴) میں یہ کہہ کر دیا کہ:

"اگرچہ (دارالحرب) میں مسلمان قیدی یا پُرامن تاجر ہوں، تو ایسی صورت میں اُن (کفّار) پر ایسی چیز نصب کرنا کہ جس سے عام ہلاکتیں ہوں، جیسے آگ لگانا اور پانی کے ساتھ غرق کرنا اور اس سے مشابہ دوسرے کام مکروہ تو ہیں، مگر ایسے حرام نہیں کہ جن کی حرمت واضح ہو۔ یہ اس لیئے کہ دارالحرب اگر مباح ہے، تو کسی ایسے مسلمان کہ جس کا خون حرمت والا ہو، اُسکی وجہ سے ایسی دلیل نہیں جو اسے حرام قرار دے۔ البتہ اسے احتیاطاً مکروہ سمجھا گیا ہے کیونکہ اگر اس میں مسلمان نہ ہوں، تو بھی ہمارے لیئے جائز ہے کہ ہم اُسے چھوڑ دیں اور اُس (دارالحرب) سے نہ لڑیں اگرچہ ہم عمومی ہلاکت خیز (ہتھیاروں) کے بغیر ہی لڑیں، جیسے آگ سے جلانا اور پانی سے غرق کرنا۔"

امام ابو بکر الجصّاص رحمۃ اللہ علیہ نے (احکام القرآن ۲۷۵/۵) میں اس رائے کو تقویت دیتے ہوئے کہا کہ:

آیت:﴿هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَن يَبْلُغَ مَحِلَّهُ ۚ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَن تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُم مِّنْهُم مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ لِّيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾

ترجمہ: "یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے لئے موقوف جانور کو اس کی قربان گاہ میں پہنچنے سے (روکا)، اور اگر ایسے (بہت سے) مسلمان مرد اور (بہت سی) مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر نہ تھی یعنی ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو بھی بے خبری میں ضرر پہنچتا، (تو تمہیں لڑنے کی اجازت دے دی جاتی لیکن ایسا نہیں کیا گیا) تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے اور اگر یہ الگ الگ ہوتے تو ان میں جو کافر تھے ہم ان کو دردناک سزا دیتے۔" (سورۃ الفتح۔۲۵)

"سے کفّار پر (بمباری) سے منع کرنے کی دلیل لیتا ہے، اس لیئے کہ ان میں مسلمان ہیں، تو بلاشبہ اس آیت میں تو اختلاف شدہ موضوع پر دلالت نہیں بنتی اور یہ اس لیئے کہ اس (آیت) میں جو زیادہ سے زیادہ چیز ہے، وہ یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں کو، اُن (کفّار) سے اس لیئے روکا کہ اُن میں کچھ مسلمان لوگ تھے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس چیز سے منع نہیں کیا کہ اگر وہ مکّہ میں تلوار کے ساتھ داخل ہوں، تو اُنہیں (کفّار) کو نشانہ بنائیں۔ اور یہ صرف اُن پر (سنگِ باری وغیرہ) اور اُن پر یکبارگی حملے نہ کرنے کی اباحت ہے۔ لہٰذا، اس میں یہ جانتے ہوئے کہ اُن میں مسلمان

بھی ہیں، اُن (کفّار) پر حملہ کرنے کے ممانعت ہونے پر کوئی دلالت نہیں کیونکہ یہ جائز ہے کہ مسلمان کی وجہ سے اُن (کفّار) سے (جنگ) نہ کی جائے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ بہتر ہونے کی صورت میں، اُن (کفّار) پر حملہ جائز ہے۔ لہٰذا، اس میں حملے کے ممانعت ہونے کی کوئی دلالت نہیں۔"

پنجم: پھر جو شخص، اس آیت کی عمومیت کو لاگو کرتے ہوئے (دارالحرب) میں مسلمانوں کے وجود کے سبب اُسے (دارالحرب) کو کوئی نقصان پہنچانے سے منع کرتا ہے، تو اس کا یہ قول ہمارے زمانے کے کسی بھی جنگجو ملک کے خلاف جنگ سے منع کرنے کا متقاضی ہے کیونکہ آج کوئی بھی ایسا کافر اور جنگجو ملک نہیں کہ جہاں تھوڑے بہت مسلمان نہ ہوں۔ جبکہ آج کے زمانے کی جنگیں تو پوری آبادی کو براہِ راست یا بالواسطہ طور پر نقصان پہنچاتی ہیں۔ لہٰذا، اگر ہم اُنہیں (مسلمانوں) کسی بھی طریقے سے نقصان پہنچانے سے منع کیئے جاتے ہیں، تو اس سے مسلمانوں کے وجود کی حجّت کے سبب تمام کفریہ اور جنگجو ملکوں کے خلاف جہاد معطّل ہو کر رہ جائے گا۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ مسلمانوں کی غالب آبادی والے ملکوں میں مسلمانوں کو نقصان پہنچنے سے غفلت کرنا جائز نہیں۔ سو، اُنہیں بغیر کسی شدید ترین ضرورت کے نقصان پہنچانا، ڈھال بنائے گئے مسلمانوں کو بغیر کسی شدید ضرورت کے نقصان پہنچانے کے (مسئلے کی) مانند ہے۔ رہا مسئلہ (دارالحرب) کہ جہاں کے تمام رہائشی جنگجو کفّار میں ہوں، وہاں کسی ایک یا دس مسلمانوں کے قتل ہونے کا ہے، تو اس پر امام الشافعی اور الجصاص (اللہ ان پر رحم فرمائے) کی سابقہ مذکورہ بالا بات لاگو ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

ہشتم: اگر یہ اندازہ لگایا جائے کہ منگل کے مبارک روز کی کاروائیاں کرنے والا کوئی مسلمان تھا اور اُسے اس کام کی (شرعی) ضرورت بھی نہ تھی، تو ان ہلاک شدگان میں مسلمانوں کا وجود ثابت ہونے پر اُس (فاعل) پر جو انتہائی شدید (شرعی) حکم لاگو ہوگا، وہ یہ کہ وہ ان (مسلمان) مقتولوں کی نصف دیت ادا کرے، نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس فتوے کی بنیاد پر

کہ جو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کفّار کے ساتھ مختلط ہونے والے (خثعم) قبیلے کے مسلمانوں کے قاتل پر دیا تھا۔ حالانکہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُن (مسلمان) کے قاتل کو نہ تو کافر قرار دیا، نہ اُس سے سختی سے پیش آئے، نہ ہی اُس سے قصاص لیا، نہ اُس پر بد دعا کی اور نہ ہی اُس کے اس فعل سے اس طرح برأت کا اظہار کیا کہ جب اُس نے (بنی خذیمہ) قبیلے کے اُن لوگوں کو قتل کر دیا تھا، جب وہ اسلام لائے تھے اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُنکی پوری (مکمّل) دیت ادا کی تھی اور فرمایا تھا کہ:

"یا اللہ، میں تیرے سامنے اِس سے برأت کا اعلان کرتا ہوں کہ جو خالد نے کیا۔"

اور پھر ایسے شخص کو کیوں ملامت کیا جاتا ہے کہ جس نے جنگجو (کفّار) کے قتل کرنے اور اُنہیں مرعوب کرنے اور اُنکے ملکوں کو تباہ کرنے جیسے (شرعی) حکم پر عمل کیا؟ جبکہ اُس شخص کو کوئی ملامت نہیں کی جاتی کہ جس نے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مخالف کرتے ہوئے مشرکوں کے درمیان اقامت اختیار کی؟

یوں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کو بجا آور لانے والا تو مجرم ٹھہرا! اور جس سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے برأت کا اعلان ظاہر کیا، وہ ایسا موٴمن ٹھہرا کہ جس کے خون اور امن وامان کی حفاظت واجب ہے! اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم مشرکوں کے درمیان اقامت اختیار کرنے والوں کو کافر قرار دیتے ہیں، اگرچہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ظاہری بات ایسی چیز کا تقاضہ کرتی ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں اور اُس (فاعل) پر زیادہ سے زیادہ جو حکم لاگو ہوتا ہے، وہ اُنکی نصف دیت کا ہے اور یہ درج ذیل سے واضح ہو گا۔

الترمذی نے اپنی سنن میں جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خثعم قبیلے کی طرف ایک دستہ بھیجا، تو ان لوگوں نے سجدوں میں پناہ لی،

تو وہ جلدی سے قتل کر دیئے گئے، تو جب یہ خبر نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم تک پہنچی، تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُنکے لیئے آدھی دیت ادا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

”میں ہر اُس مسلمان سے بری ہوں کہ جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے“

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا، کیوں یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم؟

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

”مشرکوں کے ساتھ رہائش اختیار نہ کرو اور نہ اُنکے ساتھ اکھٹے ہو۔ سو جو کوئی اُنکے ساتھ رہتا ہے یا اُنکے ساتھ اختلاط کرتا ہے، تو وہ اُنہی کی مانند ہے۔“

مبارکپوری نے (تحفۃ الاحوذی ۵/۱۸۹) میں کہا:

”صحابہ کا یہ قول کہ ان لوگوں نے سجدوں میں پناہ لی“ یعنی مسلمانوں کے وہ لوگ کہ جو کفّار کے ساتھ رہائش اختیار کیئے ہوئے تھے، انہوں نے اس اعتماد کے ساتھ سجدے کیئے کہ اسلامی لشکر ہمیں سجدوں میں دیکھ کر قتل نہیں کرے گا کیونکہ نماز ایمان کی علامت ہے۔ تو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُنہیں آدھی دیت کا حکم دیا۔ یعنی آدھی دیت۔

آپ (مبارکپوری) نے (فتح الودود) میں کہا:

”کیونکہ انہوں (مسلمانوں) نے کفّار کے درمیان رہ کر خود اپنے لیئے راہ ہموار کی، تو وہ اُس شخص کی مانند ہوئے کہ جو اپنے فعل اور دوسروں کے فعل سے ہلاک ہو گیا، سو اُسکے اپنے حصّے کے قصور کی دیت گر گئی۔“

(مشرکوں کے درمیان) یعنی اُنکے درمیان۔ جبکہ (اُظہر) کا لفظ زائد ہے۔

"وہ ایک دوسرے کی آگ کو نہ دیکھیں"۔ لفظ التر ائی (الرؤیۃ) کا تفاعل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ (ترای القوم ۔۔۔ جب وہ ایک دوسرے کو دیکھیں) اور ترائی الشئ یعنی کسی چیز کا ظاہر ہونا حتیٰ کہ میں نے اُسے دیکھا)۔

آخر میں مبارکپوری نے کہا کہ یعنی مسلمانوں پر لازم اور واجب ہے کہ اُس کا گھر، مشرک کے گھر سے دور ہونا چاہیئے اور نہ وہ ایسی جگہ مقیم ہو کہ جہاں اگر اُسکی آگ جلائی جائے، تو اُسکے شعلے مشرکوں کے ظاہر ہوں اور جب وہ یہ آگ اپنے گھر میں جلائے۔ بلکہ اُسے مسلمانوں کے ساتھ مقیم ہونا چاہیئے۔ یہ ہجرت پر اُبھارنا ہے۔

الخطابی نے کہا کہ:

اس "وہ ایک دوسرے کی آگ کو نہ دیکھیں" کے معنی کی تین شکلیں ہیں۔ کہا گیا کہ: اس کا معنی ہے کہ اُن دونوں کا حکم برابر نہیں اور کہا گیا کہ: اس کا معنی ہے کہ اسلام ور کفر کے ملکوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرق کیا ہے۔ سو، کسی مسلمان کے لیئے یہ جائز نہیں کہ وہ کفّار کے ساتھ رہائش اختیار کرے حتیٰ کہ اگر وہ آگ جلائیں، تو وہ اُن سے اتنی دوری پر ہو کہ وہ اس آگ کو دیکھ سکے۔ اور کہا گیا کہ: مسلمان، مشرک کی صفت سے متّصف نہ ہو اور نہ اُسکی شکل وصورت اور اسکے طریقے کی مشابہت اختیار کرے۔

الترمذی کا یہ کہنا ہے کہ اس باب میں سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ حدیث ہے کہ جسے ابو داؤد نے ان (سمرہ رضی اللہ عنہ) سے مرفوعاً بیان کی ہے کہ:

"جو مشرک کے ساتھ اکھٹا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ رہائش اختیار کرتا ہے، تو وہ اُسی کی مانند ہے۔"

اسے الترمذی نے اسی طرح بیان کیا جبکہ اسکی سند کا ذکر نہیں کیا۔

اس باب میں جریر کی مذکورہ حدیث کو ابو داؤد اور ابنِ ماجہ نے بیان کیا اور اسکی سند کے رجال ثقہ ہیں۔ لیکن صحیح بخاری، ابو حاتم، ابو داؤد، الترمذی اور الدار قطنی نے اسکی مرسل کو قیس بن ابی حازم تک صحیح کہا اور اسے الطبرانی نے بھی موصول روایت کیا۔ اسی طرح نیل میں ہے۔

الحافظ عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے (عون المعبود) کے اپنے حاشیے میں فرمایا کہ:

"بعض اہلِ علم نے کہا کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُنکے اسلام کو جاننے کے بعد اُنکے لیئے آدھی دیت کا حکم صرف اس لیئے دیا کیونکہ انہوں نے کفّار کے درمیان مقیم رہ کر (اپنے قتل) کی راہ ہموار کی، تو وہ اُس شخص کی مانند ہوئے کہ جو اپنے جرم اور دوسرے کے جرم سے ہلاک ہوا ہو۔ اور یہ بہت اچھا ہے اور حدیث سے جو معنیٰ ظاہر ہوتا ہے کہ (بلاشبہ آگ ہی کسی قوم کے قیام کا شعار اور علامت ہوتی ہے اور یہی (مسافروں وغیرہ) کو انکی طرف بلاتی ہے اور نیا آنے والا اس سے مانوس ہوتا ہے، تو جب وہ انہیں جانتا ہے تو انکا پڑوسی بنتا اور ان سے مراسم قائم کرتا ہے)"

لہٰذا مشرکوں کی آگ شیطان کی طرف اور آخرت کی آگ کی طرف دعوت دیتی ہے کیونکہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی معصیت میں جلائی جاتی ہے جبکہ مؤمنوں کی آگ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اُسکی اطاعت اور اسکے دین کی عزت کی طرف دعوت دیتی ہے۔ تو دونوں آگ کیونکر اکھٹی ہو سکتی ہیں اور یہی اُنکی شان ہے؟ اور یہ فصیح ترین اور قوی ترین بات ہے جو کئی واضح معنوں اور بہترین عبارت پر مشتمل ہے۔

النسائی نے بہز بن حکیم سے روایت کیا ہے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے اپنے دادا سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا:

”میں نے کہا، یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم، میں آپ کے پاس ایسے وقت آیاہوں کہ جب میں نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کی تعداد سے بھی زیادہ مرتبہ قسم اُٹھائی تھی کہ نہ تو میں آپ کے پاس آؤں گا اور نہ آپ کے دین پر (اسلام نہ لاؤں گا)۔ میں تو کسی چیز میں بھی عقل نہیں رکھتا تھا، مگر مجھے اللہ اور اسکے رسول نے سکھایا۔ میں آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیئے سوال کرتا ہوں کہ: اللہ نے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ہماری طرف کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے؟ تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: (اسلام کے ساتھ)، میں نے کہا کہ؛ اسلام کی نشانیاں کیا ہیں؟

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ:

”تو یہ کہے کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور اسکے علاوہ (کسی چیز کی عبادت) کو چھوڑ دیا اور تو نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے۔ ہر مسلمان، دوسرے مسلمان کے لیئے حرام ہے۔ دونوں مددگار بھائی ہیں۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی مشرک کے اسلام لانے کے بعد کوئی عمل اُس وقت تک قبول نہیں کرتا کہ جب تک وہ مشرکوں کو چھوڑ کر مسلمانوں میں نہیں آجاتا۔ “

اور ابوداؤد نے سمرہ کی حدیث بیان کی کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت ہے:

”جو کوئی مشرک کے ساتھ اکھٹا ہوتا اور اس کے ساتھ رہائش اختیار کرتا ہے، تو وہ اُسی کی مانند ہے۔“

ابوداؤد کی مراسیل میں مکحول سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت ہے کہ:

”ذریّت (اولاد) کو دشمن کے قریب مت چھوڑو۔“ (۷/۲۱۸)

عظیم آبادی نے (عون المعبود) میں کہا:

"(خثعم کی طرف)، یہ ایک قبیلہ ہے، اُن کے لیئے (نصف العقل کا حکم دیا)۔ اور (فتح الودود) میں کہا: چونکہ انہوں نے کفّار کے درمیان مقیم ہو کر خود پر (ہلاکت کی) راہ ہموار کی تھی، تو وہ اس شخص کی مانند ہو گئے، جو اپنے اور کسی دوسرے کے فعل سے ہلاک ہوا۔ سو، اُسکے حصّے کے جرم کی دیت گر گئی۔"

"مشرکوں کے درمیان" یعنی اُن کے درمیان اور یہاں لفظ اظہر زائد ہے۔

"ایک دوسرے کی آگ کو نہ دیکھیں"۔ اسی طرح بعض کتابوں کے نسخوں میں ہے اور بعض میں تراءی کا لفظ ہے۔ اور آخر میں کہا: (یعنی مسلمان پر لازم وواجب ہے کہ اُس کا گھر مشرکوں کے گھر سے دور ہو اور وہ ایسی جگہ گھر بنائے کہ اگر وہاں آگ جلائی جائے، تو اُسکے شعلے مشرک کے لیئے ظاہر نہ ہوں بلکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ گھر بنائے اور یہ ہجرت پر اُبھارنا ہے۔"

المنذری نے کہا: "اسے الترمذی اور النسائی نے بیان کیا ہے۔ اور ابو داؤد نے ذکر کیا کہ اسے ایک جماعت نے مرسل روایت کیا ہے۔ اور اسے الترمذی نے بھی مرسل روایت کیا ہے اور کہا کہ صحیح ترین ہے۔ اور (الترمذی ہی نے) کہا کہ اسمٰعیل یعنی ابن ابی خالد کے اکثر ساتھیوں نے اس میں جریر کا ذکر نہیں کیا یا بخاری سے بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہ صحیح مرسل ہے۔ جبکہ اسے النسائی نے بیان نہیں کیا، مگر مرسل۔" واللہ اعلم۔

ہفتم: بلاشبہ جو شخص عالمی تجارتی مرکز میں کام کرتا ہے، تو وہ یقینی طور پر جنگجو ملک کے اہم ترین اقتصادی مرکز میں کام کرتا ہے۔ لہٰذا، جو مسلمان، کافر طاقت کے خلاف کوئی کاروائی کرنا چاہتے ہیں اور وہ اسے پہچان نہ سکیں، تو اس کے ساتھ کفّار کے شریکِ کار معاملہ کریں گے اور اُن کے لیئے اُس کا یہی دنیاوی (شرعی حکم) ہو گا، مگر آخرت کا نہیں۔ اور اسکی

دلیل صحیحین وغیرہ میں جو آیا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نیند میں کچھ حرکت کی، تو ہم نے کہا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم، آپ نے نیند میں کوئی حرکت کی ہے کہ جو آپ پہلے نہیں کرتے تھے، تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"تعجب ہے کہ میری اُمّت کے کچھ لوگ اللہ کے گھر (کعبہ) میں پناہ لیئے ہوئے قریش کے ایک آدمی پر حملے کے لیئے اس گھر کی طرف آئیں گے حتیٰ کہ جب وہ ایک صحرا پر پہنچیں گے، تو اُنہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

تو ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم راستے سے بھی لوگ اکھٹے ہو جاتے (اس میں شامل ہوتے ہیں)۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "جی ہاں، ان میں جاننے بوجھنے والا (صاحبِ بصیرت) بھی ہو گا اور مجبور بھی اور مسافر بھی، سب کو ایک ہی طریقے پر ہلاک کر دیا جائے گا، مگر وہ مختلف طریقوں سے اُٹھائے جائیں گے، (قیامت کے روز) اللہ سبحانہ وتعالیٰ، اُنہیں اُنکی نیّتوں پر اُٹھائے گا۔"

بخاری کی روایت میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم، اُنکے شروع سے لیکر اُنکے آخر تک (سب کو) زمین میں دھنسا دیا جائے گا، حالانکہ اُن میں سے تو ایسے لوگ بھی ہوں گے کہ جو خرید وفروخت کے لیئے آئے ہوں گے اور ایسے بھی ہوں کہ جن کا اُن سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"اُنکے شروع اور اُنکے آخر (سب کو) زمین میں دھنسا دیا جائے گا، پھر اُنہیں اُنکی نیّتوں پر اُٹھایا جائے گا۔"

الترمذی نے صفیہ کی حدیث میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ:

"اور اُن کے درمیان میں سے کوئی بھی نجات نہ پائے گا۔"

حفصہ کی حدیث میں مسلم کے الفاظ ہیں۔

"تو اُن میں سے صرف بھاگا ہوا بچے گا کہ جو اُن کے بارے میں بتائے گا۔"

ابن الحجر نے (الفتح) میں اس حدیث کی تعلیق میں کہا کہ: برے لوگوں کی نحوست کے سبب، سب کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، پھر ہر ایک سے حساب کتاب کے وقت (قیامت کے روز) اُسکے ارادے کے مطابق معاملہ کیا جائے گا۔

المہلب نے کہا کہ:

"اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ جو کوئی کسی قوم کی معصیت میں، اُنکی تعداد میں، خود مختاری میں اضافہ کرتا ہے، تو بلاشبہ اُنکے ساتھ، اس پر بھی سزا لازم ہوتی ہے۔ اور کہا کہ امام مالک نے اس (حدیث) سے اُس شخص کی سزا پر استدلال کیا ہے کہ جو شراب پینے والوں کے ساتھ بیٹھتا ہے اگرچہ اُس نے شراب نہیں پی۔"

ابنِ تیمیۃ نے (الفتاویٰ الکبریٰ) اور اُنکے شاگرد ابن القیّم نے اس حدیث سے ایسی شوکت و قوت والی جنگجو جماعت کے خلاف لڑنے پر استدلال کیا ہے کہ جن میں خواہ مسلمان ہی موجود ہوں۔ کہا کہ اُنہیں ایک ہی طرح سے ہلاک کیا جائے گا جبکہ (قیامت کے دن) مختلف حالتوں (اپنی نیّتوں پر اُٹھائے جائیں گے)۔

لہٰذا، عالمی تجارتی مرکز میں جو مسلمان کام کرتے تھے، وہ (شرعی) حکم میں اُس شخص کی مانند ہیں کہ جو جنگ میں (کفّار) کی مدد کرتا ہے۔ یہ دنیاوی حکم ہے۔ اور اُن پر اس حکم کا امکان بھی ہے کہ اُنکے ساتھ جو کچھ ہوا، وہ اُنکے کفّار کی تعداد (کثرت سواد) میں اضافے کا باعث بننے اور انہیں فائدہ پہنچانے کی سزا ہے۔ واللہ اعلم۔

یہ سات شکلیں ہیں، اس شخص کے جواب میں جو یہ کہتا ہے کہ ہمارے نزدیک کفّار کے بچوں اور عورتوں کے اس صورت میں قتل کے جواز کا فیصلہ تو ہو گیا کہ جب اُنہیں پہچانا نہ جا سکے، لیکن اُس مسلمان کے قتل کا (شرعی) حکم کیا ہے جو اُس وقت عالمی تجارتی مرکز میں تھا؟ تو جو کوئی ان مذکورہ بالا سات شکلوں پر غور کرے گا، تو اُسے پتہ چل جائے گا کہ ایسے مخصوص حالات جو کبھی کبھار وقوع پذیر ہوتے ہیں، اُنکی وجہ سے شریعت عمومی احکامات (قوانین) کو معطّل نہیں کرتی۔ اور اُن کے قتل کے جواز کے لیئے اُن پر صرف ایک ہی (سابقہ مذکورہ) شکل کالا گو ہونا کافی ہے۔

امریکہ میں ہونے والی کاروائیوں کے مفاسد اور مصلحتوں کی اشکال پر بحث

اس باب میں داخل ہونے سے پہلے ہمیں یہ جاننا چاہیئے کہ مصلحتوں اور مفاسد (نقصانات) کا قاعدہ وکلّیہ کیا ہے؟ اور کیا یہ کہنا کہ یہ مصلحت ہے اور یہ مفسدہ (نقصان) ہے۔ یہ بغیر کسی شرعی ضابطے کے ہر ایک کے لیئے کھلا موضوع ہے حتیٰ کہ ایک آدمی اُٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ منگل کے مبارک دن کی کاروائیوں میں کوئی مصلحت (فائدہ) نہیں بلکہ اس کے مفاسد (نقصانات) فائدے سے بڑے ہیں۔ جبکہ دوسرا آدمی کہتا ہے کہ بلاشبہ چیچنیا میں جہاد کے قیام سے مسلمانوں کو نقصان ہوا اور مسلمانوں کو اس سے ماسوائے مفاسد کے کچھ حاصل نہیں ہوا اور اس میں کوئی مصلحت نہیں تھی۔

اور ایک اور آتا ہے اور جس چیز میں چاہتا ہے مصلحت بنا دیتا ہے اور جس چیز میں چاہتا ہے وہ مفسدہ بنا دیتا ہے۔ اس لیئے اُن مصلحتوں اور مفاسد کہ جو ان کاروائیوں کے نتیجے میں مرتّب ہوئے ہیں اور وہ بھی اس حالت میں کہ اگر ان کاروائیوں کے ذمہ دار مسلمان ہوں، ان پر بحث شروع کرنے سے پہلے ہمیں مصلحتوں اور مفاسد کے معنی کا فیصلہ کرنا اور پھر اُن ضابطوں کا تعیّن کرنا چاہیئے کہ جو اس باب کا ضابطہ کار ہیں۔

علماءِ متاخرین، جن میں سرِفہرست (الغزالی)ہیں نے (المصالح المرسلہ) کے نام کی اصطلاح اختیار کی ہے۔ اور یہ قیاس (رائے) کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ چونکہ قیاس کے ارکان میں سے ایک علّت ہے۔ اور علّت کے لیئے مناسبت کا ہونا ضروری ہے۔ اور مناسبت کی چار اقسام ہیں، جن میں سے ایک (المناسب المرسل) ہے۔ اور یہ ایک ایسی مناسبت (سبب) ہے کہ جس کے ضمن میں حکمت اور دینی و دنیاوی شرعی منفعت ہوتی ہے۔ اس علم کے ساتھ کہ شریعت میں ایسی کوئی دلیل نہ ہو کہ جس سے اس (کام) سے منع یا اسے کرنے کی وضاحت ہوتی ہو۔[1]

اور یہی وہ قسم ہے کہ جسے (المصالح المرسلۃ) (مطلق مفادات) کہا جاتا ہے اور یہ المصالح المرسلۃ اپنے درج ذیل پانچ ضابطوں سے واضح ہوں گے۔

اوّل: یہ کہ یہ (مفادات) ضروری ہوں یعنی یہ کہ پانچ ضرورتوں (دین، عقل، جان، مال، عزّت) کی حفاظت کے لیئے ہوں۔

دوئم: یہ کہ یہ کلّی ہوں یعنی تمام مسلمانوں کے فائدے کے لیئے ہوں یا کسی معیّن واقعے میں غالب اکثریت کے فائدے میں ہوں۔

سوئم: یہ کہ یہ مفادات قطعی ہوں یعنی یہ کہ کسی دوسری دلیل یا شرعی اُصول کے خلاف نہ ہوں۔

چہارم: یہ کہ اسے اختیار کرنے سے اس سے بڑا یا اس کے مساوی کوئی دوسرا مفسدہ پیدا نہ ہوتا ہو لہٰذا جب یہ ضابطے پہچان لیئے گئے، تو اب جو شخص اِن (مفادات و مفاسد) کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہے، تو اسے چاہیئے کہ اس سلسلے میں کوئی بات کرنے سے پہلے، اس کے دو ارکان میں سے اس کے ایک اہم ترین رُکن کو پورا کرے۔ اور وہ رُکن ہے اس حالت کی حقیقت کو سمجھنا کہ جس کے

---

[1] یہاں ہم نے غیر ضروری طوالت سے بچنے کے لیئے مصالح المرسلۃ کی تعریف واقسام وغیرہ کی لمبی چوڑی بحث کے بجائے کتاب کے خلاصہ میں مذکور مختصر تعریف وضابطے یہاں نقل کر دیئے ہیں۔(مترجم)

مفاد یا فساد کی تحدید کا ارادہ ہے۔ تا کہ فتویٰ لگانے سے قبل اُسکے اسباب کا علم حاصل ہو۔ اور اب ہم ان (امریکہ میں ہونے والی) کاروائیوں پر اعتراض کرنے والوں کے ذکر کردہ بعض مفاسد کا جواب دیں گے اور واضح کریں گے کہ اُن کے یہ (ظنّی) مفاسد مذکورہ بالا پانچ ضابطوں کے مطابق کیونکر درست نہیں۔

پہلا مفسدہ (برائی): کہنے لگے کہ ہو سکتا ہے کہ ان کاروائیوں کی وجہ سے، اس طرح کے اعمال دہرائے جانے کے خدشے کے پیشِ نظر دنیا بھر میں جہادی تنظیموں کے خاتمے کیلئے سنجیدہ کوششوں کا آغاز ہو جائے۔ اور یوں ہو سکتا ہے کہ ان (کاروائیوں) کا اُلٹا اثر فلسطین، چیچنیا اور کشمیر وغیرہ جیسے اسلامی علاقوں پر پڑے۔۔۔۔ الخ۔۔۔۔۔

اس شبہے کا جواب درج ذیل باتوں سے دیا جا سکتا ہے:

۱) کہا جائے گا کہ یہ مفسدہ کبھی بھی وقوع پذیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں آیا ہے فرماتے ہیں:

الحدیث: "لا تزال طائفة من أمتي يقاتلون على الحق حتى يأتي أمر الله وهم على ذلك۔"

ترجمہ: "میری اُمّت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر لڑتا رہے گا حتیٰ کہ اُن کے اسی حال پر اللہ تعالیٰ کا حکم (قیامت) آجائے گا۔"

اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ بھی فرمایا کہ جیسا کہ ابو داؤد میں ہے کہ:

الحدیث: "الجهاد ماض إلى يوم القيامة۔"

ترجمہ: "جہاد قیامت کے دن تک جاری رہے گا۔"

لہٰذا یہ تو کبھی بھی ممکن نہیں ہو سکتا کہ کفّار جہادی تحریکوں کا خاتمہ (صفایا) کر دیں گے خواہ تمام انس و جن اکھٹے ہو جائیں کیونکہ یہ دین قائم و دائم اور جہاد قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ سو شریعت نے تو واضح کر دیا ہے کہ ایسا کبھی بھی نہیں ہو سکتا، تو پھر ہم اسے کیسے ایک ایسا خود ساختہ مفسدہ بنالیں کہ جو دلیل اور کفّار کو سزا دینے کے عمل کو معطّل کر دے؟

۲) اس وقت صورتحال اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ بلاشبہ کفّار اور اُنکے چیلوں نے جہادی تحریکوں کے تصفیے (خاتمے) میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی، سو جب بھی کہیں جہادی پرچم بلند ہوا، تو اُسے اپنی پوری قوّت سے گرانے کے لیئے سب اکھٹے ہو گئے۔ لہٰذا مجاہدین کے حالات سے واقف شخص کو اس بات کا یقینی علم ہے کہ کفریہ ممالک اور ان میں سرفہرست امریکہ اور اسکے چیلوں نے جہادی تحریکوں کو نشانہ بنانے اور انکے سر کردہ لوگوں کے قتل کرنے اور قید و بند کرنے جیسی تمام کوششیں کر ڈالیں۔ لہٰذا، اس کاروائی نے ان میں صرف اتنا اضافہ کیا ہے کہ جس دشمنی کو وہ پہلے چھپاتے تھے، اب اسکا اعلان کرتے ہیں بلکہ ان کی جانب سے دشمنی کا یہ اعلان بھی اُن کاروائیوں کے نتیجے میں حاصل ہونے والا ایک فائدہ (مصلحت) شمار کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس سے پتہ چلا کہ انہوں نے جہاد کے خاتمے کے لیئے تمام تر وسائل اختیار کرنے میں اپنی تمام کوششیں کر ڈالیں اور اب جب کہ جو کچھ وہ کر چکے ہیں، اُنکے پاس اس سے زیادہ کا تصوّر بھی نہیں۔

۳) اور حتی کہ اگر یہ کہا بھی جائے کہ ان کاروائیوں کے بعد دنیا، افراد و اموال کی جہادی میدانوں کی طرف حرکت و نقل پر پابندی لگائے گی۔ ہم کہتے ہیں کہ بلاشبہ اس کام کا تو وہ منگل کی کاروائیوں سے پہلے ہی عزم کر چکے ہیں۔ سو آٹھ ماہ قبل، یورپی اتحاد کے اجتماع میں فرانس اور روس نے جہادی تحریکوں کے بڑے پیمانے پر محاصرے کے لیئے ایک منصوبہ پیش کیا۔ اس پیش کیئے گئے منصوبے کی سفارشات چالیس صفحے کی ایک رپورٹ پر مشتمل تھیں۔ جنہیں مشرقِ وسطیٰ میں انسدادِ دہشت گردی کے فرانسیسی ماہر نے مرتّب کیا تھا۔ اور جہادی تحریکوں کے مالی و بشری محاصرے کے لیئے عالمی سطح پر عملی اقدامات کے آغاز پر اتفاق کیا گیا۔

پھر دولت مشترکہ کے ممالک اکھٹّے ہوئے، تو یہی منصوبہ پیش کیا گیا اور سب سے پہلے افغانستان اور چیچنیا پر سخت ترین پابندیوں کا فیصلہ کیا گیا۔

لہٰذا، اگر ہم صرف اُن کے اعلان کردہ منصوبوں سے ہی آگاہ ہو جائیں، تو ہم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ ان کاروائیوں سے صورتحال مزید ابتر ہونے والی نہیں کیونکہ وہ تو پہلے ہی ابتر ہے۔ اور اسی طرح ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جہادی تحریکوں کے لیئے ان کاروائیوں سے پہلے جو تھوڑی سی مہلت چھوڑی بھی گئی تھی، وہ بہترین حالت میں بھی دوماہ سے زیادہ نہ رہتی۔ سو جو کوئی صورتحال کو دیکھتا ہے، تو اسے پیش کردہ مفسدہ (برائی) کا مؤقف اختیار کرنے والے کی خطا کا پتہ چل جاتا ہے۔

۴) اس (ظنّی) مفسدے کی تردید سیرتِ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے (غزوۂ) بدر واحد میں کفّار سے لڑنے اور اُنکے تجارتی قافلوں کو روکنے کی بناء پر ہی کفّار ہر طرف سے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف احزاب اکھٹے کر کے لے آئے اور انہوں نے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا محاصرہ کیا حتیٰ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُن کا حال اپنے اس فرمان میں بیان کیا ہے:

آیت:﴿إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا﴾

ترجمہ: "جب کہ (دشمن) تمہارے پاس اوپر سے اور نیچے سے چڑھ آئے اور جب کہ آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آگئے اور تم اللہ تعالیٰ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔" (سورۃ الاحزاب۔۱۰)

کفّار قریشِ مدینہ کے اوپر سے آئے جبکہ یہود نے مدینے کے اندر سے عہد شکنی کی اور مدینہ میں نفاق اس قدر پھیل گیا حتیٰ کہ ایک صحابی کہتے ہیں کہ:

"ہم میں سے کوئی اپنی قضائے حاجت کو جاتے ہوئے بھی امن محسوس نہ کرتا۔"

سو مصلحتوں کے اس پیمانے کے مطابق تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خطا کی اور احزاب کو اپنے خلاف اُبھار لیا جو کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے تعداد اور ساز وسامان میں زیادہ طاقتور تھے۔ اور یہ کفّار کو چھیڑ کر اُنہیں جنگ کے لیئے مدینہ منوّرہ میں کھینچ کر! آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہرگز خطا نہیں کی۔ کیونکہ یہ تو جہاد کی طبیعت ہی ایسی ہے کہ جو دشمن کو برانگیختہ کرتا ہے۔

پھر جزیرہ عرب کو فتح کرنے کے بعد نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فارس وروم سے طاقت میں کمزور ہونے کے باوجود اُنہیں دعوتِ اسلام دے کر اور اُنکی طرف موتہ جیسے لشکر بھیج کر اور خود غزوہ تبوک میں شامل ہو کر، اُنہیں کیونکر برانگیختہ کیا؟

۵) سابقہ مذکورہ مفسدہ کہ جسے اس کے کہنے والے مفسدہ (برائی) گمان کرتے ہیں۔ اگر ہم اس پر سابقہ مذکورہ (مصالح المرسلۃ کے) پانچ ضابطوں کو لاگو کریں، تو ہمیں پتہ چلے گا کہ یہ تو ان میں سے اہم ترین کے مخالف ہے۔ لہٰذا یہ (مفسدہ) پانچ ضروری چیزوں میں سے کسی پر یقینی طور پر مبنی نہیں۔ اور یہ کلّیہ کے تحت بھی نہیں۔ اور یہ غیر قطعی ہے بلکہ یہ تو شرعی نص (دلیل) کے متضاد ہے۔ جبکہ ہم نے چند ایسی دلیلیں ذکر کی ہیں کہ جن سے پتہ چلتا ہے کہ جہاد تو قیامت تک جاری رہے گا۔ اور اسی طرح نہ تو اس سے کوئی بڑی مصلحت ضائع ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی بڑی برائی پیدا ہوتی ہے کیونکہ اس (ظنّی) مفسدے کو اختیار کرنے والے جس چیز سے خوفزدہ ہیں، وہ تو اس کام (نائن الیون کی کاروائیوں) سے پہلے ہی وقوع پذیر ہو چکی ہے۔

انکے اس اصول کی موافقت کی خاطر تو ضروری ہے کہ ہم فلسطین وچیچنیا میں جہاد کو روک دیں تاکہ کہیں ساری دنیا مجاہدین کے خاتمے پر اکھٹی نہ ہو جائے!

تعجب ہے ان "المصالح المرسلۃ" (مطلق مفادات) پر!!

دوسرا مفسدہ: ان کاروائیوں کو ناجائز قرار دینے والے مفتیوں نے فرمایا کہ بلاشبہ جہادی تحریکوں کے خاتمے کی برائی کا سامنا ہو سکتا ہے کہ جو بہت سے ایسے اسلامی، دعوتی، ثقافتی، خیراتی اور تعلیمی کاموں کے خاتمے تک پھیل جائے اور ہو سکتا ہے کہ وہ (کفّار) ان اداروں کو یوں پیش کرتے ہوں کہ یہی ادارے (ایسے جہادیوں کو) بنیاد فراہم کرتے اور حالات کو ساز گار بناتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔۔۔الخ

ہم انہیں کہتے ہیں کہ یہ مفسدہ (برائی) ان مفتیوں کے خبر دار ہونے سے بہت پہلے وقوع پذیر ہو چکی ہے۔ لہٰذا، ایک نظر دنیا پر اور خاص طور پر اسلامی دنیا پر ڈال کر دیکھ لیں کہ اس میں آزاد دعوتی کام کہاں ہے؟ کہاں ہیں علماء اور داعی حضرات؟ آزاد دعوتی عمل تو کہیں بھی موجود نہیں۔ جبکہ علماء جیلوں میں ہیں۔ اور جو ان میں سے بہترین حالت میں ہیں وہ بھی نظر بند ہیں یا دعوت کے کاموں سے روکے گئے ہیں ماسوائے حکمرانوں کی اجازت کے ساتھ۔ اور جو کیسٹ اور کتاب کی تقسیم کی جارہی ہے وہ بھی بہت تنگ دائرے کے اندر اور اس مواد اور فلاں کی طباعت و تقسیم کے لیئے طاغوتی لشکروں کی اجازت ضروری ہے۔ لہٰذا، جس دعوتی عمل پر زَد پڑنے کو تم مفسدہ کہتے ہو، تو وہ کئی عشروں سے نشانہ بن چکا ہے۔ آپ لوگ اس حقیقت سے کہاں رہتے ہو؟ اور اسی طرح خیراتی کاموں کو شدید ترین پابندیوں کا سامنا ہے بلکہ روس اور امریکہ تو کئی مرتبہ بعض اسلامی اداروں کو اس بہانے سے بند کرنے کا مطالبہ کر چکے ہیں کہ یہ ادارے جہاد کو مدد فراہم کرتے ہیں۔

اور گزشتہ گرمیوں میں "الشرق الاَوسط" نے امریکی وزیرَ خارجہ "اولبرائٹ" کے ایسے بیانات شائع کیئے ہیں کہ جن میں وہ بعض اسلامی تنظیموں کہ جن میں سعودیہ کی "مؤسسۃ الحرمین" اور بعض دوسری تنظیمیں شامل ہیں جن کو دہشت گردانہ کاروائیوں کی مالی امداد کی تہمت کی وجہ سے بند کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

بلکہ الجزائر میں سال ۱۴۱۴ء میں عرب وزرائے خارجہ کے اجلاس میں جس موضوع کے سبب وہ سب اکٹھے ہو کر آئے تھے وہ یہ تھا کہ دہشت گردی کے یعنی جہاد کے مالی وسائل کو ختم کرنا اور زکوٰۃ وصدقات کے اموال دہشت گردوں تک پہنچنے سے روکنا۔ لہٰذا، ہر عرب ملک نے ایسی کمیٹی بنائی کہ جس کے ماتحت تمام خیراتی ادارے ہوں تاکہ یہ کمیٹی اُن کاروائیوں پر کنٹرول حاصل کرے اور اُنکے آمدن واخراجات کے حساب کی نگرانی کرسکے۔ پھر اسکے بعد دہشت گردی کی مصیبت پر قابو پانے کے لیئے عرب ملکوں کے سربراہوں کا تیونس میں اجلاس ہوا اور انہوں نے اسلام کے خلاف جنگ کا فیصلہ کیاحتٰی کہ عرب قومی اخبار ”القدس“ نے اپنے صفحہ اول پر بڑی سرخی یوں لگائی:

”اسلامی مملکتیں، اسلام کے خلاف جنگ کے لیئے اکھٹی ہو گئیں۔“

پھر عرب ملکوں نے ”عرب لیگ“ کے سائے تلے انسدادِ دہشت گردی (جہاد) میں تعاون کی قرارداد پر دستخط کیئے۔ اور دستخطوں کی یہ مہم چھ ماہ قبل مکمّل ہو گئی۔ اور پھر خلیج تعاون کونسل کے ملکوں نے بھی اس کی پیروی کرتے ہوئے انسدادِ دہشت گردی (جہاد) کے سلسلے میں اپنے درمیان تعاون پر دستخط کیئے۔ اور اس پر دستخط کرنے سے انکار صرف کویت اور قطر نے اپنی سیاسی مصلحتوں کی بناء پر کیا کہ جن کا اعلان بھی ہوا۔

تو آپ کا خیال ہے، اے فقیہو۔۔۔! کہ امریکہ میں ہونے والی ان کاروائیوں سے ان خیراتی اداروں کو نشانہ بنایا جانے کا یہ مفسدہ اب ہو گا، جو کہ بہت عرصے پہلے سے ہو چکا۔۔۔!

اسکی مزید وضاحت کے لیئے اس کتاب کی فصل ”اے اللہ کے شہسوارو، سوار ہو جاؤ“ کا مطالعہ کیجیئے۔ کیونکہ اس فصل میں کئی سالوں سے اُن کے (اسلامی) میدان کو نشانہ بنانے کے بعض منصوبوں اور اُنکی سازش کا ذکر ہے۔

رہے وہ تعلیمی کام کہ جن کے نشانہ بننے کے خوف سے تم روتے ہو۔ تو، ہم کہتے ہیں کہ ہمارے لیئے ایک بھی ایسی دلیل تو لاؤ کہ کسی بھی اسلامی جماعت کے پاس مستقل اور ثمر آور تعلیمی کام ہیں؟ تو ہم تسلیم کر لیں گے!

یا پھر تم صرف وہموں اور خیالات پر ہی روتے ہو؟

سو اس (ظنّی) مفسدے کو اگر ہم سابقہ مذکورہ پانچ ضابطوں کے مطابق جانچیں، تو یہ صرف ایک وہمی مفسدہ ہی ہے کہ جس کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں۔

تیسرا مفسدہ: ان کاروائیوں کی مذمّت کرنے والوں کا گمان ہے کہ ان کے نتیجے میں تمام اسلامی عوام یا بعض کو ظالموں کے جبر و ستم کا سامنا کرنا پڑے اور انہیں خدشہ ہے کہ امریکہ کی جانب سے افغان عوام پر حملہ کیا جائے گا۔

ہم انہیں کہتے ہیں کہ ہمارے لیئے اسلامی عوام میں کسی ایک کو تو ثابت کرو کہ اُن پر ابھی تک ظالموں کی جانب سے ظلم و ستم نہ کیا گیا ہو؟

بلکہ ہمیں اسلامی عوام میں سے کسی ایک عوام کو تو ایسا ثابت کر کے دکھائیں کہ جن کے لیئے ممکن ہو کہ وہ ایسی بات کہہ سکیں کہ جس کا وہ عقیدہ رکھتے ہوں؟

اور اُن کے لیئے ممکن ہو کہ وہ ایک اللہ کی آزادی کے ساتھ عبادت کر سکتے ہوں؟ بلکہ ہمارے لیئے کسی ایک اسلامی عوام پر اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مکمّل طور پر اور زندگی کے ہر شعبے میں نفاذ کا ثبوت فراہم کریں؟

اُن کے لیئے یہ بھی کبھی ممکن نہیں کہ وہ مذکورہ بالا سوالوں کا اثبات میں جواب دے سکیں، ماسوائے اُس کے کہ جو کچھ افغانستان میں ہو رہا ہے۔ لہٰذا، اگر آپ کو کوئی ایک عوام کے لوگ بھی تو

ایسے نہیں ملتے کہ جن پر شریعت نافذ ہو اور نہ ایسے عوام ملتے ہو کہ جو مظلوم نہ ہو، تو پھر آپ ایک شرعی کام پر مفسدہ ہونے کا فتویٰ اس عذر کے ساتھ کیونکر لگاسکتے ہیں کہ یہ کام مسلمانوں پر ظلم وستم کا سبب بنے گا؟

سبحان اللہ۔۔۔ کیا عجیب چیز ہے!! جو مفسدہ برائی موجود ہے، اُسے کیونکر یہ گمان کرسکتے ہیں کہ وہ اب ہو گا؟

رہے افغان عوام اور اُن کے لیئے آپ کا رونا۔۔۔! تو ہم کہتے ہیں کہ آج وہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے امارتِ اسلامیہ کو قائم ہوئے اور جہاد اور مجاہدین کا دفاع کرتے ہوئے ساڑھے چھ برس ہونے کو ہیں، مگر ہم نے اِن رونے والوں کی جانب سے اس (امارت اسلامیہ) کی تقویت یا اس کی نصیحت یا اُسکی رہنمائی کے لیئے کوئی قابلِ ذکر کوشش نہیں دیکھی۔

لہٰذا، تمہارے ان افغان عوام کو تنہا چھوڑنے کی بدولت، ظالموں کی جانب سے اِن ظلم وستم کا مفسدہ (برائی) تو پہلے ہی سے موجود ہے۔ اور اس کا سبب تمہارا اس امارتِ اسلامیہ کا ساتھ نہ دینا بھی ہے۔ کوئی ایک عالم یا طالب علم امارت کا ساتھ دینے حتیٰ کہ صرف وہاں جانے کے لیئے بھی تیار نہ ہوا۔ یہی امارت جہاد اور مجاہدین کی وجہ سے ساری دنیا کی جانب سے محاصرہ کی گئی، مگر ہم نے کوئی مذمّت وملامت کرنے والی آواز نہ سنی کہ جس قدر آج ان (اشقر) معصوموں کے قتل پر مذمّت وملامت ہورہی ہے۔ جبکہ افغانستان پر میزائیلوں سے حملہ کیا گیا، تب بھی ہم نے کسی کو اس کی طرفداری کرتے یا حمایت کرتے یا حتیٰ کہ تعزیت کرتے ہوئے بھی نہیں دیکھا۔

آپ نے افغانوں کو پابندیوں، حملوں اور سازشوں کا شکار ہونے کے لیئے تنہا چھوڑا۔ پھر جب اس سارے ظلم کے جواب میں انہوں نے جوابی حملہ کیا (اگر ان پر یہ الزام درست ثابت ہو)، تو آپ نے فرمایا کہ اُن کے جوابی حملے کا مفسدہ (برائی) اُن کے خاموش رہنے کے مفسدے (برائی) سے بڑا ہے۔ پاک ہے وہ اللہ کہ جس نے ان فقہاء کو ایسی فقہ عطا کی!!

جس طرح کسی ایسے شخص کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ جس نے سب سے پہلے افغانستان کو تنہا چھوڑا کہ وہ اس پر مگرمچھ کے آنسو بہائے۔ اسی طرح کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ افغانوں پر فتویٰ لگائے کہ اگر افغانوں نے یہ کاروئیاں کیں ہیں، تو انہوں نے ایک بڑے مفسدے (برائی) کی راہ ہموار کی ہے ماسوائے اس کے کہ وہ ان افغانوں کی حقیقت حال سے واقف ہو۔

امارتِ اسلامیہ کو تو ایسی عسکری جنگ کا سامنا کہ جس میں اس کے دشمن کو امریکا، روس، ایران، انڈیا، چین، تاجکستان، ازبکستان اور ترکی کی حمایت حاصل ہے اور آخر میں یورپی اتحاد بھی اُنکے ہلاک ہونے والے مسعود کے اسکے دورے کے بعد انکے ساتھ شامل ہو گیا۔ امارتِ اسلامیہ کو پوری دنیا کے تمام تر ممالک کی جانب سے سخت ترین پابندیوں کا بھی سامنا ہے۔ اور اس پابندی پر ووٹنگ میں صرف تین کمیونسٹ اور بت پرست ریاستوں نے حصہّ نہیں لیا۔ جبکہ امارتِ اسلامیہ کے لیئے ان پابندیوں اور اس جنگ سے نکلنے کے محدود ترین اختیارات ہیں۔

اوّل: یہ کہ امارتِ اسلامیہ نئے عالمی نظام کے اور بین الاقوامی قوانین کے سامنے جھک جائے اور اقوامِ متحدہ کے فیصلوں کو تسلیم کرے اور سلامتی کونسل کے قانون نمبر ۱۳۳۳ پر عمل کرتے ہوئے کافر حکومت تشکیل دے اور طاغوت کا قانون چلائے۔

دوئم: یہ کہ امارتِ اسلامیہ اپنے مؤقف پر ڈٹی رہے اور اپنے دین پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے، یوں یہ پابندیاں اور اسکے خلاف عسکری کاروائیاں جاری رہے۔ اور یوں اگر وہ اس سال اپنے انجام کو نہ بھی پہنچی، تو آئندہ سال یہ حکومت گر جائے گی اور یوں بتدریج (آہستہ آہستہ) موت کا شکار ہو جائے گی۔

سوئم: یہ کہ امارتِ اسلامیہ اپنی کوشش جاری رکھے اور اپنا دفاع کرے اور جس نے اس کے خلاف محاصرے کی کاروائی کی ذمہ داری سنبھالی، اُسے اپنی سرزمین پر کھینچ لانے کی کوشش کرے تاکہ

اُس پر کاری ضرب لگائے۔ اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ، اپنے لشکروں کی مدد ونصرت کرے، جیسا کہ اُس نے اُنکی دو مرتبہ انگریزوں اور سوویت یونین کے خلاف مدد کی۔

لہٰذا، اُس کے سامنے یہ تین ہی اختیارات ہیں اور چوتھا کوئی نہیں۔ یہ ایسے حیرت انگیز اختیارات ہیں کہ جن میں آسان ترین بھی کڑواترین ہے۔

آدمی کے لیئے سعادت کی بات یہ ہے کہ وہ اپنے دین کے لیئے مرے اور تمام لوگوں کے سامنے اعلان کرے اور باآواز بلند کہے کہ "فزت و ربّ الکعبہ۔۔۔ربِّ کعبہ کی قسم، میں کامیاب ہو گیا۔"

سو وہ کونسی ایسی مصلحت ہے کہ جس کی حفاظت کرنا امارتِ اسلامیہ کے لیئے ممکن ہے۔ جبکہ اُسے پتہ ہے کہ یورپی دنیا اُسے گھیرے ہوئے ہے اور دشمن اُس کے خلاف چالیں چل رہے ہیں اور وہ سب اُس کے خلاف یکجا ہو گئے ہیں جبکہ وہاں مسلمان ہلاک ہو رہے ہیں۔

اس سب کچھ اور مسلمانوں کے اسے تنہا چھوڑنے، جن میں سرِفہرست علماء ہیں، بلکہ بعض علماء کہ اُنہیں (طالبان) کو کافر قرار دینے کہ اُن کا یہ (تیسرا) اختیار، اُنکے اپنے اللہ پر اعتماد پر مبنی ہو گا کہ جس روز دشمن اُن کی سرزمین میں داخل ہو گا۔ پھر امارتِ اسلامیہ کو یقینی علم ہے کہ بلاشبہ امریکہ اُن کی سرزمین پر جنگ اور ایک ایسے فیصلہ کن فوجی حملے کا منصوبہ تیار کر رہا تھا کہ جس سے امارت کی حکومت چھین کر روم میں ملک بدر ہونے والے ظاہر شاہ کو مسلّط کر دی جائے خواہ یہ نائن الیون کی کاروائیاں نہ بھی ہوتیں یعنی ان کاروائیوں سے دو ماہ قبل۔

لہٰذا، ایک پاکستانی اسلامی اخبار (ضربِ مؤمن) نے سابق وزیر خارجہ (نیاز نائیک) سے نقل کیا ہے کہ امریکی حکومت کے بڑے عہدیداروں نے اُسے جولائی ۲۰۰۱ء کے وسط میں بتایا تھا کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ، افغانستان کے خلاف اکتوبر ۲۰۱۱ء کے نصف میں عسکری کاروائی کرے گا۔ اور سابق پاکستانی وزیر نے کہا کہ امریکی عہدیداروں نے اُسے اُس منصوبے کے بارے میں ان ملکوں کے

اجلاس کے دوران بتایا کہ جن ملکوں کا افغانستان کے ساتھ تعلق ہے۔ اور یہ اجلاس اقوام متحدہ کی سربراہی میں (برلن) میں ہوا تھا۔

اور نیاز نے کہا کہ امریکی ذمہ داروں نے بتایا کہ اگر اسامہ بن لادن کو فوراً حوالے نہ کیا گیا، تو امریکہ اُسے اور تحریکِ طالبان کے لیڈر ملّا عمر کو گرفتار کرنے یا اُسے قتل کرنے کیلئے فوجی کاروائی کرے گا۔ جبکہ اس پاکستانی ذمہ دار نے اشارہ کیا کہ اس کاروائی کا ہدف اس سے وسیع تر ہو گا اور وہ یوں کہ طالبان کی حکومت کو گرانے کے بعد معتدل افغانوں کی عبوری حکومت قائم کی جائے گی، ہو سکتا ہے کہ اس کا سربراہ افغانستان کا سابق بادشاہ (ظاہر شاہ) ہو۔

اور اس پاکستانی عہدیدار نے مزید وضاحت کی کہ واشنگٹن اپنی کاروائیاں تاجکستان کے اڈوں سے کرے گا کہ جہاں پہلے سے ہی امریکی فوجی ماہرین موجود ہیں۔

اس نے مزید کہا کہ ازبکستان، ان کاروائیوں میں شریک ہو گا اور ستّر ہزار روسی فوجی تیّاری کی (الرٹ) حالت میں رہیں گے۔ اس نے یہ اشارہ بھی کیا کہ فوجی کاروائیاں افغانستان میں برف باری شروع ہونے سے قبل محتاط اندازے کے مطابق اکتوبر کے وسط میں ہوں گی۔ اس سابق پاکستانی عہدیدار نے اس اندیشہ کا اظہار کیا کہ اگر امارتِ اسلامیہ کی جانب سے بن لادن کو فوری حوالے کر دیا جائے، تو کیا اس بات کا امکان ہے امریکہ اپنے اس فوجی منصوبے سے دستبردار ہو جائے گا۔

(بی۔بی۔سی) نے ایک سابق پاکستانی سفارتی عہدیدار کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ امریکہ گزشتہ ہفتے ہونے والے ان حملوں (نائن الیون کے حملے) سے پہلے ہی اُسامہ بن لادن اور تحریکِ طالبان کے خلاف فوجی کاروائی کا منصوبہ تیار کر رہا تھا۔

لہٰذا، اگر یہ خبر امارتِ اسلامیہ تک پہنچ چکی تھی، تو اس کا حملے میں پہل (اگر یہ اُسکا کام ہے) کرنا، بہت ہی عمدہ فوجی سبقت حاصل کرنا شمار ہو گا۔

اس لیئے ان معلومات کی بناء پر ایک اور ایسی کاروائی نے کئی منصوبوں پر پانی پھیر دیا اور وہ ہلاک شدہ احمد شاہ مسعود کے قتل کی کاروائی تھی۔ جس نے مخالفین کے منصوبوں پر پانی پھیر دیا اور اُنکی سوچ کو منتشر کر دیا۔ لہٰذا، اگر اس امارتِ اسلامیہ نے ہی اگر امریکہ میں کاروائی کی ہے، تو بلاشبہ یہ سیاسی و عسکری مہارت کا ثبوت ہے۔

کیونکہ یہ تو بیوقوفی ہوتی کہ امارتِ اسلامیہ، امریکیوں اور اُنکے مددگاروں کے حملوں کا انتظار کرتی۔ بلکہ جو کاروائیاں امریکہ میں ہوئیں، ہم نے دیکھا کہ ان کی وجہ سے امارت کے خلاف امریکی اتحاد میں تفرقہ پیدا ہو گیا ہے۔ لہٰذا، پہلے دن تو یہ اتحاد اپنے عروج پر تھا۔ پھر، ہم نے دیکھا کہ پہلے ہفتے کے دوران ہی ساتھ چھوڑنے والے اور خوف پر مبنی بیانات آنے شروع ہو گئے، تو ایک ماہ بعد کیا مؤقف اختیار کیا جائے گا؟ اور اللہ نہ کرے کہ اگر جنگ ہوئی، تو اس کے ایک ماہ بعد کیا ہو گا؟

بہر حال سابقہ بحث کا مطلب یہ ہے کہ امارتِ اسلامیہ کے سامنے جو اختیارات تھے، اُن میں سب سے بہتر یہ تھا کہ وہ اپنے فعل سے جنگ میں داخل ہو، خواہ اُسے نقصان اُٹھانا پڑے اور خواہ وہ سب قتل ہو جائیں، تو اُن کے لیئے یہی کافی ہے کہ وہ اسلام پر مر جائیں، اس حالت میں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم پر قائم ہوں اور کسی غیر اللہ کے سامنے نہ جھکیں۔

جیسا کہ الشیخ عمر عبد الرحمٰن (اللہ، اُنہیں آزاد کرے) نے اپنی کتاب (اصناف الحکم والحکام) میں فرمایا کہ:

> ”اگر سب لوگ اکھٹے ہو کر شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کریں اور اس کے سبب، سب قتل کر دیے جائیں، یہ اُن کے لیئے اُس سے بہتر ہے کہ وہ سب طاغوت کے حکم کے تحت عیش و عشرت کی زندگی گزاریں۔ کیونکہ جو تمام لوگ اللہ کے دین کی خاطر مر گئے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُنہی کے فعل کو یہ نام دیا۔
>
> ذَالِكَ الفَوْزُ العَظِيم۔۔۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

جیسا کہ اصحاب الاخدود والوں نے کیا تھا۔

لہٰذا، حقیقت تو یہ ہے کہ اگر افغان دنیا کا نقصان اُٹھالیں اور قتل بھی ہو جائیں، تو بھی وہ گھاٹے میں نہیں۔ لیکن اصل خسارہ اور گھاٹا تو پوری دنیا کے اُن مسلمانوں کا ہے کہ جنہوں نے ذلّت اختیار کی اور امن وسلامتی کو ترجیح دی اور اس چیز پر راضی ہوئے کہ ان پر بناوٹی قوانین کا نفاذ ہو۔ اور انہوں نے یہ گمان کر لیا کہ یہی مصلحت ہے۔ سو اُن کا خیال ہے کہ مصلحت صرف یہ ہے کہ آدمی زندہ رہے جبکہ مفسدہ یہ ہے کہ وہ قتل ہو جائے قطع نظر اس کے کہ آیا وہ کافر بن کر زندہ رہتا ہے یا مؤمن ہو کر مرتا ہے۔ حالانکہ مصلحت مطلق یہ ہے کہ آدمی مؤمن ہو کر زندہ رہے اور اسی پر مرے۔

پھر وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ بلاشبہ ان ہونے والی کاروائیوں کے بعد پوری دنیا افغانوں پر پِل پڑے گی اور اُنہیں قتل کر دے گی۔

ہم اُن سے کہتے ہیں کہ بلاشبہ یہ لوگ صرف وہموں، گمانوں اور خدشات کی بنیاد پر فیصلے کرتے ہیں۔ لیکن افغانوں نے جب یہ کاروائیاں کیں، تو بلاشبہ اُن کے لیئے یہ بات تو یقینی ہے کہ اُنکی حالت بہتری کی جانب تبدیل ہو جائے گی، اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ، اُنکے دشمن کے خلاف اُنکی مدد ونصرت کریں گے، تو انہوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر اچھا گمان کیا کہ وہی اُن کا مددگار ہے۔ اور انہوں نے حکم کی تعمیل کی اور انہوں نے اپنی حکومت کے قیام اور اسکے برقرار رکھنے کے تمام طریقے اختیار کیے۔

لیکن ان کے علاوہ ایسے لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جن کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر اچھا گمان نہیں۔ وہ ان کاروائیوں کو غلط قرار دیتے ہیں کیونکہ وہ توقع کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں کو تنہا چھوڑ دے گا اور صلیب اُن پر غالب آجائے گا!! حالانکہ شرعی قاعدہ کہتا ہے کہ: ”شک، یقین کو ختم نہیں کرتا۔“

لہٰذا، یقین تو یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں کی مدد ونصرت کرے گا خواہ کچھ عرصہ بعد ہی۔ اور یہ بھی یقین ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ، اسلام کے پرچم کو سربلند کرے گا اور کفر کو شکست دے

گا۔ تو پھر اُن کے شک اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر برے گمان کے متعلق کیا خیال ہے! کہ کیا اُن کا یہ شک، افغانوں کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر یقین کو ختم کر دے گا؟

بہر حال، ان کاروائیوں پر اعتراض کرنے والوں کا یہ (ظنّی) مفسدہ کہ یہ ان کاروائیوں کے نتیجے میں پیدا ہو گا، یہ مفاسد (برائی) تو پہلے موجود اور وقوع پذیر ہو چکی ہیں۔ جبکہ یہ کاروائیاں، ان میں کسی اضافے کا باعث نہیں بنیں گی۔ ماسوائے اس کے کہ ان کاروائیوں نے ان (مفاسد) کو ظاہر کر دیا ہے جو اس سے قبل پوشیدہ تھیں۔ اور در حقیقت یہ ظاہری مصلحت (فائدہ) ہے کہ مسلمان باخبر ہوں اور وہ اپنے دشمن کفّار کو پہچانیں۔

لہٰذا، گمان کردہ ان مصلحتوں کی کوئی شرعی حیثیت نہیں اور جو شخص اس کا یقین کرنا چاہے، تو اُسے چاہیے کہ وہ انہیں سابقہ مذکورہ پانچ ضابطوں پر جانچے۔

لیکن عالم اسلام اور خاص طور پر افغانوں کی حقیقی صورتحال سے اچھی طرح واقفیت حاصل کرنے کے بعد۔

چوتھا مفسدہ: ان کاروائیوں پر اعتراض کرنے والے کہتے ہیں کہ جو مفاسد (برائیاں) ان کاروائیوں کے نتیجے میں پیدا ہوں گے، اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مغرب میں موجود مسلمانوں کو مشکلات اور زیادتیوں کا سامنا کرنا پڑے گا، خاص طور پر یہود کے ان واقعات کو میڈیا میں اُچھالنے کے بعد۔ اور بہت سے ایسے مسلمانوں کے ہاتھ سے یہ ظاہری مصلحت بھی جاتی رہے گی کہ جن کے لیئے اپنے ملکوں میں ظلم وستم کی وجہ سے مغرب ایک سکون کا سانس لینے کی ایک جگہ شمار ہوتی تھی۔

ہم اُن سے کہتے ہیں کہ یہ مفسدہ (برائی)، (کلّیہ) نہیں ہے۔ جبکہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ جو مصالح معتبر کی جا سکتی ہیں، اُن کا (کلّیہ) یعنی تمام مسلمانوں یا کم از کم مسلمانوں کی غالب اکثریت یا اس سے بھی

کم از کم ایک بہت بڑی تعداد کی مصلحت (فائدہ) ہونا ضروری ہے۔ جبکہ امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد، اسلامی مراکز کے اعداد و شمار کے مطابق اسّی (۸۰) لاکھ ہے اور اعداد و شمار کے مطابق ان میں دس لاکھ مسلمان مساجد اور اسلامی مراکز میں جاتے ہیں۔

ایسے لوگ جو (اپنے ملکوں کے) طاغوتوں کے ظلم سے بچنے کے لیئے امریکہ کو اپنی ہجرت گاہ سمجھتے ہوئے، اسکی طرف بھاگتے ہیں، اُن کی تعداد مبالغے کے بعد پانچ سو (۵۰۰) مسلمانوں سے تجاوز نہیں کرتی۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے بارے میں یہ کہنا ممکن ہے کہ امریکہ اُن کے لیئے فتنے سے بچنے کی واحد پُرامن جگہ ہے۔ جبکہ باقی مہاجر مسلمانوں کی اکثریت روزی، روٹی اور مسلمانوں کی تلاش میں یہاں آئے ہیں۔

اگر معاملہ اس طرح کا ہے، تو پھر ہم پانچ صد مسلمانوں یا دس (۱۰) لاکھ یا حتیٰ کہ اسّی (۸۰) لاکھ ہی کی مصلحت کو امریکی ظلم و ستم کا نشانہ بننے والے کم از کم تیس کروڑ مسلمانوں کی مصلحت پر کیونکر ترجیح دے سکتے ہیں!

لہٰذا، عراقی مسلمان عوام کی تعداد دو (۲) کروڑ ہے کہ جو ایک لمبے عرصے سے امریکہ کی جانب سے محاصرے میں جکڑے ہوئے ہیں اور اس محاصرے کی وجہ سے بارہ (۱۲) لاکھ مسلمان، جن میں اکثریت بچوں کی ہے، قتل ہوئے۔ اور ان میں مہلک امراض، بہت ہی خطرناک شکل میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور افغان معلم عوام، جن کی تعداد تین (۳) کروڑ مسلمان ہیں، وہ امریکا کی جانب سے تقریباً دو (۲) سال سے پابندیوں کا شکار ہیں اور ان پابندیوں کے نتیجے میں ستّر (۷۰) ہزار مسلمان قتل ہو گئے۔ اور امراض اور قتل ۹۵٪ مسلمانوں میں پھیل چکے ہیں۔ اور فلسطینی مسلمان عوام کو امریکہ کی جانب سے سے پچاس سال سے زیادہ عرصہ سے پابندیوں اور ملک بدری اور قتل و غارت کا سامنا ہے۔

اور انڈونیشی عوام کہ جن کی تعداد پچیّس (۲۵) کروڑ مسلمان ہیں کہ جنہیں امریکہ کے ظلم و ستم نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور عیسائی بنایا اور ابھی تک ایسے سازشی منصوبوں سے اسے گھیر رکھا ہے کہ

جن کا ہدف اُن کے ملک اور مسلمانوں کی قوّت کو کمزور کرنا ہے۔ اسی طرح فلپائن اور دوسرے اسلامی ممالک۔ اور ایسے تمام مسائل کہ جن میں امریکہ کا مسلمانوں کے مصائب ومشکلات میں ہاتھ ہوتا ہے، مسلمانوں کے پاس ان کا کوئی واضح حل نہیں بلکہ سب کے سب کھڑے تماشا دیکھتے ہیں کہ کس طرح ایک عوام کے بعد دوسرے عوام مصیبتوں میں پھنستے اور ظلم کی چکّی میں پِس رہے ہیں اور کس طرح ایک کے بعد ایک حُرمت کی پامالی ہورہی ہے۔ لہٰذا، انتظار کرنے اور دیکھتے رہ جانے میں نہ تو کوئی ظاہری مصلحت ہے اور حتیٰ کہ کوئی متوقع مصلحت بھی نہیں نظر آتی بلکہ اس میں تو مفسدہ (برائی) واضح ہے۔

لہٰذا، ان کاروائیوں پر اعتراض کرنے والوں کے پاس جب کوئی حل موجود ہی نہیں، تو پھر وہ اس وقت غضبناک کیوں ہوتے ہیں کہ جب کوئی حل نکالنے کی جانب ایسا قدم اُٹھاتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کے نتیجے میں ان اسلامی عوام کے لیئے امریکی ظلم سے نجات کا کوئی راستہ نکل آئے؟

لہٰذا، مغرب میں رہائش پذیر مسلمانوں کی ایک تھوڑی سی تعداد کی اس مصلحت کہ ہم ان کے لیئے عیش وعشرت کی زندگی میسّر رہنے دیں اور دوسری طرف کروڑوں مسلمانوں کے بارے میں اس قدر غفلت وسستی کریں کہ اُن مفادات کی نگرانی یااُن سے ظلم کو ہٹانے کے بارے میں سوچیں بھی نہ۔ یہ تو اسلامی عوام کے ساتھ بہت بڑا ظلم وزیادتی شمار ہوگا۔ ورنہ پھر ہم کروڑوں مسلمانوں کی مدد سے کیونکر خاموش رہ سکتے ہیں اور ان میں ہمارے قریب ترین جو عوام ہیں، وہ فلسطینی اور عراقی عوام ہیں۔ میرا مقصد یہ اُنکی حقیقی فعّال مدد۔ پھر اگر کوئی اُن کی مدد کی خاطر ایسا کوئی فعّال کام کرتا ہے، تو ہم کہہ دیں کہ اس میں کوئی حکمت نہیں؟!!

تو پھر تمہارے پاس ایسی کونسی حکمت ہے کہ جو کارگر مدد ثابت ہوسکے؟!

لہٰذا، اگر افغانوں نے اپنے اوپر لگائی گئی پابندیوں کو ختم کرانے یا ان ستّر (۷۰) ہزار مسلمانوں جو کہ ان پابندیوں کے نتیجے میں موت کا شکار ہوئے اور اپنے ملک سے دربدر ہونے والے پچاس لاکھ مسلمانوں کا انتقام لینے کے لیئے ہی یہ کام (نائن الیون کی کاروائیاں) کیا ہو، تو صرف یہی مصلحت، اُن کے

اس فعل کو جائز بنانے کے لیئے کافی ہے خواہ اس کے نتیجے میں امریکہ کے دس (۱۰) لاکھ مسلمانوں کو نقصان پہنچے۔ حالانکہ ہمارا خیال ہے کہ شمار کیا جانے والا نقصان صرف وہم کی حد تک ہے ماسوائے اس معمولی سی نسبت کے جو قابلِ ذکر بھی نہیں۔

پانچواں مفسدہ: ان کاروائیوں پر اعتراض کرنے والوں کی ایک حجت یہ ہے کہ اس طرح مغرب، مسلمانوں کو ایک ایسے خونخوار کے روپ میں پیش کرے گا کہ جو اگر غلبہ حاصل کرتا ہے، تو لوگوں میں قتل وغارت کرتا ہے اور ان کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔

یہ تصوّر مغرب کے اسلام کو قبول کرنے یا اُس کے بارے میں سوچنے کی راہ میں رُکاوٹ بنے گا اور اسی طرح مغرب میں دعوتی اداروں کے کام پیچیدہ ہو جائیں گے اور (ہمارے اور مغرب کے درمیان) رکاوٹوں کی ایک ایسی دیوار کھڑی ہو جائے گی کہ جسے عبور کرنا یا گرانا مشکل ترین ہو جائے گا۔

افسوس ہے ہمارے فقہاء کی اس منطق پر۔ ہمیں تو اس بات پر افسوس ہے کہ اس (ظنّی) مفسدے کو دشمن میں خونریزی کرنے اور ہر جگہ اس کے لیئے گھات لگا کر بیٹھنے کے حکم کی شرعی نصوص (دلیلوں) کے مقابل لایا جا رہا ہے۔

جبکہ ہم اُنہیں کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہاں (شرعی) حدود کے نفاذ کے سبب، اگر مغرب والے ہمارے دین (اسلام) کو قتل وخون ریزی اور شکلیں بگاڑنے والا دین تصوّر کرتے ہیں۔ تو، کیا یہ معقول ہے کہ کوئی کہے کہ (شرعی) حدود کا نفاذ نہ کرو تاکہ مغرب والے ہمیں خونخوار بنا کر پیش نہ کریں۔

بلاشبہ شرعی احکامات اور ان پر عمل کو مغربی عینک سے دیکھنا، درحقیقت اُس سوچ کی عکاسی ہے کہ صلیبی آقا جسے تسلیم کریں اور جسے چاہیں تسلیم نہ کریں جو کہ ایسے شکست خوردہ ذہنوں کی اختراع ہے کہ جو اسلام کو ذلّت وپسپائی کے دین کے طور پر پیش کرتے ہیں اور یہ کہ یہ اس دین کو مغرب کی پسند کے مطابق ہونا چاہیئے تاکہ وہ اس میں شامل ہوں، حالانکہ یہ سب سے زیادہ باطل سوچ ہے۔

کیونکہ اسلام تو شرعی نصوص (دلائل) اور سنّتِ محمّدیہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نام ہے۔ لہٰذا، جو کچھ شرعی نصوص اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فعل سے ثابت ہے وہ صرف اور صرف خیر اور بھلائی ہے۔ اور کس نے مغرب والوں کو یہ کہا کہ اسلام میں خونریزی نہیں؟ جبکہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں احمد کی حدیث میں آیا ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے فرمایا کہ:

الحدیث:"تسمعون یا معشر قریش أما والذي نفس محمد بیده لقد جئتکم بالذبح۔"

ترجمہ:"اے قریش والو، سن لو۔۔۔ قسم ہے اُس ذات کی کہ جس کے ہاتھ میں محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جان ہے، میں تمہیں ذبح کرنے کے لیئے آیا ہوں۔"

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ناموں میں یہ نام بھی شامل ہیں۔ (الضحوك القتال۔۔۔ بہت زیادہ ہنسنے والا، بہت زیادہ لڑنے والا)۔ جبکہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم "نبی الرحمة ونبی الملحمة۔۔۔ نبیٔ رحمت اور نبیٔ معرکہ بھی ہیں۔"

لہٰذا، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم تو سخت ضدّی کفّار کو تو صرف ذبح کرنے کے لیئے آئے۔ سو، جیسا کہ احمد کے ہاں ابنِ عمر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ:

الحدیث:"بعثت بین یدي الساعة بالسیف حتی یعبد الله وحده لا شریك له وجعل رزقي تحت ظل رمحي وجعل الذل والصغار علی من خالف أمري ومن تشبه بقوم فهو منهم۔"

ترجمہ: "مجھے قیامت تک تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا تا کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی جائے اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے تلے رکھا گیا ہے جبکہ ذلّت ورسوائی

اور پھٹکار اس شخص کے نصیب میں لکھی گئی کہ جو میرے حکم کی خلاف ورزی کرے اور جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی، تو وہ انہی میں سے ہے۔"

لہٰذا، کفّار تو ان شرعی دلیلوں کو لے کر ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم خونریز ہیں اور یہ کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو تو صرف اس لیئے مبعوث کیا گیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو قتل کریں۔ اور یہ کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دین تو کرائے کے لڑاکوں کا دین ہے کہ جو اپنا مال صرف لڑائی لوٹ کھسوٹ سے کماتے ہیں۔ اور یہ کہ یہ لوگ (مسلمان) تو عورتوں کو لونڈیاں اور بچّوں کو غلام بناتے ہیں۔ جی ہاں اور پورے فخر کے ساتھ ہم کہتے ہیں کہ یہی ہمارا دین ہے خواہ مغرب والے ہمیں کتنے ہی طعنے کیوں نہ دیتے رہیں۔ ہم تو شریعت کے ہر مخالف دشمن کو ذبح کریں گے، ہم اُسکا مال بھی لیں گے، اُسکی عورتوں کو لونڈیاں اور اُسکے بچّوں کو غلام بنائیں گے۔ کیونکہ یہی کچھ ہمارے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ رضوان اللہ اجمعین نے کیا۔ اور جس دن ہم نے اس بات کی حرص کی کہ مغرب والے ہمیں ایک ایسے معتدل مسلمان کی مانند تصوّر کریں کہ جو اپنے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فعل سے بیزار ہو، اُس دن سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں ذلیل کر دیا اور ہمیں اُن (کفّار) کا غلام بنا دیا۔ جس کی بدولت وہ ہمیں قتل کرنے لگے اور ہماری عورتوں کو لونڈیاں اور ہمارے بچّوں کو غلام بنانے لگے اور ہم انہیں ذلّت ورسوائی کے ساتھ جزیہ دینے لگے۔

علم کے ان دعویداروں کو یہ حرص کیوں پڑی ہوتی ہے کہ مغرب والے اُن کے بارے میں خونریز ہونے کا تصوّر نہ بنالیں؟

جبکہ مغرب والے اور یہودی تو اس بات کے حریص نہیں کہ کہیں مشرق (اسلام) والے اُن کے بارے میں خونریز ہونے کا تصوّر نہ بنالیں۔۔۔؟

بلاشبہ وہ اپنے خرافاتی عقائد پر عمل کرنے میں تو کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ جبکہ ہم ہیں کہ اپنے سچّے عقائد پر صرف اس خوف سے عمل نہیں کرتے کہ کہیں اُن (مغرب) کے ہاں ہمارا تصوّر تبدیل نہ ہو جائے۔۔۔!

ہم ڈنکے کی چوٹ اعلان کرتے ہیں کہ ہمیں مغرب والوں سے صرف تین صورتوں میں ایک صورت چاہیئے۔ یا تو وہ اسلام لے آئیں، تو ان کے وہی حقوق ہوں گے جو کہ ہمارے ہیں اور اُن پر وہی فرائض عائد ہوں گے کہ جو ہم پر عائد ہیں۔

یا پھر وہ ذلّت ورسوائی کی حالت میں جزیہ ادا کریں۔ تو، اگر وہ ان دونوں صورتوں کا انکار کرتے ہیں، تو ہمارے پاس اُنکے لیئے سوائے تلوار کے اور کچھ نہیں۔

اور اگر ان کے اسلام اور جزیہ کے انکار کرنے کے بعد ہمیں اُن پر غلبہ حاصل ہوا، تو پھر ہم اُن کے سبز وخشک سب کو ملیامیٹ کر دیں گے اور اُنہیں قتل کر کے اُن کی نسل تک کو ختم کر دیں گے۔ یہ ہمارا دین ہے۔ عزّت ہمیں حاصل ہے جبکہ اُن کے لیئے کوئی عزّت نہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، تو اس وقت جزیہ ختم ہو جائے گا اور اس وقت تو صرف اور صرف تلوار ہی باقی رہے گی۔

لہٰذا، اچھا تصوّر دینے کے داعیو۔۔۔! ہمارے دین کے ساتھ نرمی کرو۔۔۔ ہمارے دین پر ترس کھاؤ۔۔۔ تم مغرب والوں کے سامنے اپنی تصویر صرف اسی کام کے ذریعے ہی اچھی بناؤ کہ جو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کیا!!

پھر اگر ہم آپ کے اس باطل نظریے پر بھی چلیں کہ جس کا مطلب شریعت کے قوانین کو معطّل کرنا ہے تاکہ مغرب والے ہمیں فسادی نہ کہیں، تو کیا مغرب والوں کے ہاں مسلمانوں کی کوئی اچھی تصویر ہے؟ کیا اُن کے پاس کسی مسلمان کے خونریز گندے فسادی کے ہونے کے علاوہ بھی کوئی تصوّر

ہے؟ ہر گز نہیں وہ مسلمانوں کے بارے میں اس کے علاوہ اور کوئی تصوّر نہیں رکھتے اور اس پر انکے آنے والے اشتہارات اور (ہالی وڈ) کی فلمیں گواہ ہیں۔

لہٰذا، یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ کو ان فلموں میں کسی مسلمان کا یہ تصوّر ملے کہ وہ عقلمند، سچّا اور محبوب ہے۔ ہر گز نہیں اور کبھی نہیں ۔۔۔ بلکہ اُنکے ذرائع ابلاغ (میڈیا) میں اور تمام لوگوں کے ذہنوں میں یہ ہے کہ مسلمان تو اس کُرّہِ ارض کی بدترین مخلوق ہیں۔

حتیٰ کہ وہ مسلمان جو فلسطین میں قتل ہوتا اور دربدر ہوتا ہے، اُسے بھی یہ لوگ دہشت گردی سے متّصف کرتے ہیں حالانکہ وہ خود اس کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتے اور اس پر ظلم وستم کرتے ہیں۔ اور یہ تو ممکن ہی نہیں کہ کسی مسلمان کا مغرب والوں کے ہاں اچھا تصوّر بنے ماسوائے صرف ایک چیز کے اور وہ ہے کہ جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں بیان کیا ہے:

آیت:﴿وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ﴾

ترجمہ: ”آپ سے یہود ونصاریٰ ہر گز راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں،۔۔۔۔“ (سورۃ البقرۃ۔ ۱۲۰)

وہ ہمیشہ سازشوں اور ہمارے خلاف لڑنے پر مصر رہیں گے خواہ ہم جتنا بھی اچھا تصوّر بنالیں اور خواہ کتنا ہی اپنے سروں کو جھکالیں۔ اسکی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

آیت:﴿وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

ترجمہ: "۔۔۔ یہ لوگ تم سے لڑائی بھڑائی کرتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان سے ہوسکے تو تمہیں تمہارے دین سے مرتد کردیں اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اور اسی کفر کی حالت میں مریں، ان کے اعمال دنیوی اور اخروی سب غارت ہو جائیں گے۔ یہ لوگ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے۔"(سورۃ البقرۃ ۲۱۷۔)

لہٰذا، اگر تو ہم اُن کے مذہب کی پیروی کریں گے، تو وہ ہم سے راضی بھی ہوں گے اور ہم سے صلح بھی کریں گے اور ہم سے محبّت بھی کریں گے۔ اور اسی چیز کی بعض لوگ کوشش کر بھی رہے ہیں۔ اور وہ اس بعض اسلامی قوانین سے بیزاری ظاہر کر کے حالانکہ مغرب والے تو اس سے بھی راضی نہیں اور نہ یہ کام اُنہیں راضی کرنے کے لیئے کافی ہے، یہاں تک کہ ہم اپنے پورے دین سے ہی برأت کا اعلان کریں۔(نعوذ باللہ من ذالک)

لہٰذا، ان کے ساتھ کسی ایسے کام کہ جس کا شرعاً حکم ہو، سے صرف اس وجہ سے رُکنا کہ اُنہیں دعوت دینے کے گمان کے سبب کہ کہیں ہمارے بارے میں اُنکا تصوّر خراب نہ ہو جائے۔ یہ ایسا کام ہے کہ جسے شریعت کبھی بھی تسلیم نہیں کرتی۔

پھر اس مصلحت کی طرف کیوں دیکھا جاتا ہے کہ مغرب والوں کو دعوت دی جائے اور اُنہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دین میں داخل کیا جائے۔ جبکہ اُن لاکھوں مسلمانوں کی مصلحت کی طرف نہیں دیکھا جاتا کہ جو امریکی ظلم کی چکّی میں پِس رہے ہیں؟

پہلی مصلحت، دوسری مصلحت پر کیوں غالب آتی ہے؟

ہم تو کہتے ہیں کہ ان کاروائیوں پر اعتراض کرنے والوں کے خیالات وسیع ہیں کہ جن سے ایسے وہمی گمان کردہ مفاسد اتنے لمبے ہیں کہ جن کے رد کے لیئے یہ جگہ کم پڑ جائے گی۔ مگر ہم نے اسی لیئے (المصالح المرسلۃ۔۔۔ مطلق مفادات) پر عمل کے پانچ ضابطوں کا ذکر کیا ہے۔ تاکہ اگر آپ کو ان

کی جانب سے کسی نئے مفسدے یا مصلحت نامی کسی چیز کا سامنا ہو، تو اسے ان ضابطوں پر پیش کریں۔ اگر تو وہ ان کے مطابق درست ثابت ہوں، تو ٹھیک ورنہ اُسے کالعدم مصلحت شمار کیا جائے گا۔

بہر حال، ہم جو چیز مسلمانوں تک پہنچانا چاہتے ہیں وہ یہ کہ اُمّتِ اسلامیہ اپنی تاریخ کے ایسے بدترین دور سے گزر رہی ہے کہ جس میں اُسے ذلّت، افتراق وانتشار اور ظلم وستم کا سامنا ہے۔ صرف حکومتوں اور حکمرانی کی جانب سے ہی نہیں اور نہ صرف افراد کی جانب سے بلکہ ہر جانب سے اور (زندگی کے) ہر شعبے میں۔ لہٰذا کفر، فسق وفجور، ظلم وستم روز بروز بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ اور ہمارا نہیں خیال کہ کوئی ایسی حقیقی اور شدید ترین مصلحتیں، اس وقت ہیں کہ جن کی وجہ سے ہم بعض (شرعی) دلیلوں سے ثابت شدہ کام کو معطّل کر سکیں۔

کیونکہ سب سے بڑی مصلحت تو دین (اسلام) ہے۔ لیکن اس کے باوجود دنیا بھر کے مسلمان عوام کی زندگی کے کسی بھی شعبے میں، اس دین کا نفاذ ہمیں کہیں بھی نہیں نظر آتا۔ ہم نے تو اپنی زندگی میں ایسے شخص کو بھی دیکھا ہے کہ جسے نہ تو (شرعی) احکام کی نہ تو دلیلیں یاد ہوتیں ہیں اور نہ فقہ کو اچھی طرح سمجھتا ہے، وہ بھی سینہ تان کر کہتا ہے کہ یہ مصلحت ہے اور یہ مفسدہ (برائی) اور اسی کی بنیاد پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکامات جہاد یا امر بالمعروف ونہی عن المنکر یا حق کا اعلان کرنے یا شریعت کے نفاذ کو معطّل کرتا ہے اور یہ سب صرف مفروضات پر مبنی مصلحتوں کی خاطر کرتا ہے۔

اور ابنِ ماجہ نے خباب سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس فرمان:

آیت:﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِم مِّن شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾

ترجمہ: ”اور ان لوگوں کو نہ نکالیے جو صبح وشام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں، خاص اسی کی رضامندی کا قصد رکھتے ہیں۔ ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں۔ ورنہ آپ ظلم کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔“ (سورۃ الانعام۔۵۲)

کے بارے میں یہ روایت بیان کی کہ (خباب رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ ”اقرع بن حابس التمیمی اور عیینۃ بن حصن الفزازی“ آئے تو انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم صہیب، بلال، عمّار اور خبّاب جیسے کمزور مؤمنوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، تو جب انہوں نے ان کمزور صحابہ رضی اللہ عنہم کو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے گرد دیکھا، تو انہوں نے انہیں حقیر سمجھا اور وہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو علیحدگی میں لے گئے اور کہنے لگے ہم چاہتے ہیں کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہمارے لیئے ایسی خاص مجلس منعقد کیا کریں کہ جس سے عربوں کے لیئے ہماری فضیلت واضح ہو۔ چونکہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس عرب وفود آتے ہیں۔ لہٰذا، ہم اس بات میں شرم محسوس کرتے ہیں کہ وہ (عرب وفود) ہمیں غلاموں کے ساتھ (اکھٹا) دیکھیں۔ لہٰذا، جب ہم آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آئیں، تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم انہیں اپنے پاس سے اُٹھا دیجیئے اور جب ہم (اس مجلس سے) فارغ ہو جائیں، تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم اگر چاہیں تو ان کے ساتھ بیٹھ جائیں۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ”جی ہاں!“

انہوں نے کہا کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس بات کا ہمارے لیئے عہد لکھ کر دیں، تو خباب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحیفہ (کاپی) منگوایا اور علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا، تاکہ وہ لکھیں۔ جبکہ ہم لوگ ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے، تو جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے یہ آیت پڑھی:

آیت:﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِم مِّن شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾

ترجمہ: "اور ان لوگوں کو نہ نکالیے جو صبح وشام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں، خاص اسی کی رضامندی کا قصد رکھتے ہیں۔ ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں۔ ورنہ آپ ظلم کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔" (سورۃ الانعام۔۵۲)

سو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ، آپ پر رحم فرمائے۔ ذرا سوچیئے کہ جب نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دعوت کی مصلحت کی خاطر یہ ارادہ کیا کہ اپنے پاس سے ان غلاموں کو اُٹھادیں، تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سرزنش کی اور اس مصلحت کو غلط قرار دیا۔

دیکھیئے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خیال کیا کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس اشراف (باعزّت لوگوں) کے بیٹھنے اور دوسرے کفّار کے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مجلس میں اسلام لانے کی مصلحت، ان غلاموں کے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مجلس میں بیٹھنے کی مجلس سے زیادہ بڑی ہے۔ کیونکہ اگر (مکّہ) کے اشراف (سردار باعزّت لوگ) ایمان لے آئیں، تو سمجھے کہ مکّے والے ایمان لے آئے۔

لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں تو ان چار غلاموں کے دین کی حفاظت، کفّار کے سرداروں کے اسلام لانے سے کہیں زیادہ بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ سو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی (اس کام کے ارادے پر) سرزنش کردی اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیئے واضح کردیا کہ حقیقی مصلحتیں کیا ہوتیں ہیں کہ جن کی طرف چلنا اور اُن پر عمل کرنا چاہیئے۔

اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سورۃ عبس میں بھی اس فرمان کے ساتھ سرزنش کی کہ:

آیت:﴿عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ ، أَن جَاءَهُ الْأَعْمَىٰ ، وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّىٰ ، أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ الذِّكْرَىٰ ، أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَىٰ ، فَأَنتَ لَهُ تَصَدَّىٰ ، وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّىٰ ،

وَأَمَّا مَن جَاءَكَ يَسْعَىٰ ، وَهُوَ يَخْشَىٰ ، فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهَّىٰ ، كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ، فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ﴾

ترجمہ: "وہ ترش رو ہوا اور منہ موڑ لیا، (صرف اس لئے) کہ اس کے پاس ایک نابینا آیا ،تجھے کیا خبر شاید وہ سنور جاتا، یا نصیحت سنتا اور اسے نصیحت فائدہ پہنچاتی، جو بے پرواہی کرتا ہے، اس کی طرف تو تم پوری توجہ کرتے ہو، حالانکہ اس کے نہ سنورنے سے تجھ پر کوئی الزام نہیں، اور جو شخص تیرے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے، اور وہ ڈر (بھی) رہا ہے، تو تم اس سے بے رخی برتتے ہو، یہ ٹھیک نہیں قرآن تو نصیحت (کی چیز) ہے، جو چاہے اس سے نصیحت لے۔" (سورۃ عبس۔ ۱ تا ۱۲)

سو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہاں اپنے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سرزنش اس لیئے کی کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس نابینا صحابی (ابن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ) سے بے رُخی کرتے ہوئے ان کفّارِ قریش کو دعوت (اسلام) دینے کی طرف متوجّہ ہوئے۔

لہٰذا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک تو اس نابینا شخص کے اسلام وایمان کی حفاظت، شرفاءِ قریش کے اسلام لانے سے کہیں زیادہ بڑی اہمیت کی حامل تھی۔

لہٰذا، وہ لوگ کہ جن کا فکرّ وغم صرف اور صرف دنیا کی حفاظت اور اُس امن کی سلامتی ہے کہ جس میں وہ عیش کر رہے ہیں، اُنہیں ذرا سوچنا چاہیئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک ایک نابینا آدمی کا ایمان، کفّار کے شرفاء کے اسلام لانے سے کیونکر زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

یہ وہی لوگ ہیں کہ جنہوں نے یہ (انوکھی) مصلحت گھڑی ہے کہ کفّار کو مسلمانوں کے خلاف (جہادی کاروائیوں کے ذریعے) براںگیختہ نہیں کرنا چاہیئے تاکہ چند دس مسلمانوں کو کہیں نقصان نہ پہنچ جائے اور کہیں اُنکی (قیمتی) نوکریاں خطرے میں نہ پڑ جائیں اور تاکہ کفّار کے ہاں مسلمانوں کا کوئی غلط تصوّر قائم نہ ہو جائے۔

جب کہ ہم کہتے ہیں کہ جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر کرے، اگر وہ کفر پر مرتے ہیں، تو اُنکا ٹھکانہ جہنّم کی آگ ہے۔

جبکہ سب سے بڑی مصلحت ہی یہ ہے کہ مسلمانوں کو اُنکے دین کے سلسلے میں فتنے میں نہ ڈالا جائے اور وہ اُن پر بناوٹی قوانین کے نفاذ کے ساتھ اور کفّار کو ان (مسلمانوں) کے ملکوں اور اُنکی سرزمینوں پر لا کر اور اُنکے محاصرے کے ساتھ تاکہ وہ طاغوت کے حکم سے راضی ہو جائیں۔ لہٰذا، جس مصلحت پر نظر ہونی چاہیئے، وہ مسلمانوں کے دین کی حفاظت کی مصلحت ہے مگر افسوس کی بات ہے کہ مصلحت ومفسدے کے دعویدار، اس کی طرف سب سے آخر میں دیکھتے ہیں۔

"ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اُنکی ہدایت کے طلبگار ہیں۔"

اور دلیل پر عمل کی مصلحت کو عقل کے لیئے ظاہری مصلحت پر مقدّم کرنا، یہی صحابہ رضی اللہ عنہم کی فہم وسوچ تھی۔ جیسا کہ امام مسلم نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے اُنکا یہ قول نقل کیا کہ:

> "ہم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دور میں زمین کی کھیتی کو خوشہ کے اندر ہی بیچتے تھے۔ لہٰذا، ہم زمین کو تیسرے اور چوتھے حصّے یا متفق شدہ اناج پر کرائے پر دیتے تھے۔ تو ایک دن میرے چچاؤں میں سے ایک آدمی آیا، اُس نے کہا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں ایسے کام سے منع فرمایا کہ جو ہمارے لیئے فائدہ مند تھا لیکن اللہ اور اُسکے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت زیادہ فائدہ مند ہے۔"

لہٰذا، صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا ایسی چیزوں کو چھوڑنا کہ جسے وہ یقینی فائدہ سمجھتے تھے اور اُن کا اس نص (دلیل) کی پیروی کرنا کہ جس نے اُن ظاہری فائدوں کو معطّل یا ختم کیا، سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ بلاشبہ نص (دلیل) کی اتباع اور اللہ اور اسکے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت زیادہ فائدہ مند ہے خواہ یہ کوئی ظاہری نقصان لائے یا کسی وقتی فائدے کو ختم کرے۔

یاد رکھیئے کہ جہاں اور جب النص (دلیل) مل گئی، تو مصلحت بھی مل گئی، کیونکہ مصلحت دلیل کے ساتھ قطعی طور پر لازم وملزوم ہے۔

سو، اگر آپ کو دلیل تو مل گئی مگر اُس کے ساتھ لازم مصلحت آپکو ظاہر نہیں ملتی، تو پھر اپنی عقل کو ملامت کیجیئے۔ ہو سکتا ہے کہ مصلحت ظاہر نہ ہو، مگر اُسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی جانتا ہے۔ لیکن یہ بات تو ہمیں یقینی طور پر معلوم ہے کہ دلیل پر عمل ہی سب سے بڑی مصلحت ہے۔

اس لیئے جب (لڑائی) کے مکلّف حضرات کی عقلوں کے لڑائی کی مصلحت کو نہ سمجھنے کے اسباب موجود تھے، تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے لڑائی کے حکم کی آیت میں اس کی تائید کرتے ہوئے فرمایا:

آیت: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ: ”تم پر جہاد فرض کیا گیا گو وہ تمہیں دشوار معلوم ہو، ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو بری جانو اور دراصل وہی تمہارے لئے بھلی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو اچھی سمجھو، حالانکہ وہ تمہارے لئے بری ہو، حقیقی علم اللہ ہی کو ہے، تم محض بے خبر ہو۔“ (سورۃ البقرۃ۔۲۱۶)

کیونکہ (لڑائی کے) مکلّف کسی شخص کے ذہن میں لڑائی سے صرف یہی تصوّر پیدا ہوتا ہے کہ یہ جانوں اور اموال کی تباہی ہے۔ لیکن اُس کی وہ حکمت کہ جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ جانتا ہے اور وہ اہم ترین حکمت ہے کہ اجسام ختم ہو جائیں لیکن دین باقی رہے۔ بعض اجسام تو فناء ہو جائیں گے، مگر اکثر باقی رہیں گے جو کہ غالب، شوکت وقوّت والے اسلام کے سائے تلے زندگی گزاریں گے۔

اور اس فصل کے آخر میں کوشش کروں گا کہ بعض ایسے مادی فوائد کا خلاصہ پیش کروں کہ جو ان (امریکہ میں ہونے والی) کاروائیوں کے نتیجے میں حاصل ہوئے۔ اس علم کے ساتھ اگر یہ مصلحتِ عظمیٰ اکیلی ہی ہوتی، تو یہی کافی ہوتی اور وہ ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کو بجالاتے ہوئے اُن (کفّار) کے خلاف لڑنا اور اُن کے لیئے ہر جگہ گھات لگانا۔ سو، یہی سب سے عظیم ترین مصلحت حاصل ہوئی ہے، ان (کاروائیوں سے)، اگر یہ کسی مسلمان نے کی ہیں۔

امریکا میں ہونے والے بعض مادّی فائدے

منگل کے مبارک دن ہونے والے حملوں سے ہر ایماندار شخص کو سعادت حاصل ہوئی کیونکہ کفّار کو نقصان پہنچنے پر سعادت حاصل کرنا اور خوش ہونا، ہمارے دین میں جائز ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مؤمنوں کی اس حالت کو بیان کیا ہے کہ جب رومی اہلِ کتاب کے ہاتھوں فارس کے مشرکوں کو شکست ہوئی۔

آیت:﴿الم ، غُلِبَتِ الرُّومُ ، فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُم مِّن بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ، فِي بِضْعِ سِنِينَ ۗ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِن قَبْلُ وَمِن بَعْدُ ۚ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ، بِنَصْرِ اللَّهِ ۚ يَنصُرُ مَن يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾

ترجمہ: ”الم، رومی مغلوب ہوگئے ہیں، نزدیک کی زمین پر اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے، چند سال میں ہی۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی اختیار اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ اس روز مسلمان شادمان ہوں گے، اللہ کی مدد سے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ اصل غالب اور مہربان وہی ہے۔“ (سورۃ الروم۔ ۱ تا ۵)

لہٰذا، کفّار کو پہنچنی والی ہر مصیبت پر خوشی کا اظہار کرنا شرعاً جائز ہے خواہ اُنہیں یہ مصیبت دوسرے کفّار کے ہاتھوں ہی پہنچی ہو۔ اور اُنہیں پہنچنے والی مصیبت پر غم اور افسوس کرنا شرعاًناجائز ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے:

آیت:﴿۔۔۔فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾

ترجمہ:"۔۔۔تو آپ ان کافروں پر غمگین نہ ہوں۔"(سورۃ المائدہ۔۶۸)

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام کو یہ فرمانا کہ:

آیت:﴿قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ ۛ أَرْبَعِينَ سَنَةً ۛ يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ﴾

ترجمہ:"ارشاد ہوا کہ اب زمین ان پر چالیس سال تک حرام کر دی گئی ہے، یہ خانہ بدوش ادہر ادہر سرگرداں پھرتے رہیں گے اس لئے تم ان فاسقوں کے بارے میں غمگین نہ ہونا۔" (سورۃ المائدہ۔۲۶)

اس کے علاوہ کئی دلیلیں موجود ہیں۔ الشیخ علی بن خضیر الخضیر نے اپنے اس فتوے میں اس مسئلے پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے کہ جو فتویٰ ان کاروائیوں کے ایک ہفتے بعد صادر ہوا تھا۔ لہٰذا، اس کا مطالعہ کیجیے۔ اور ہم بھلا اس دن کیونکر خوش نہ ہوں کہ جب اسلام اور مسلمانوں کا شدید ترین دشمن ملک اپنے خون میں لُتھڑا ہو، مصیبت وفتنے میں مبتلا ہو، اسقدر شدید ترین خوف میں مبتلا ہو کہ اس کا صدر محفوظ پناہ کی تلاش میں بھاگا پھر رہا تھا، اور بلند وبالا عمارتیں ملبے کا ڈھیر بن رہی ہوں۔ اس وقت ہم سوچ سکتے ہیں کہ آج کے بعد امریکہ، عالمِ اسلام کے معاملات پر کچھ عقل کے ساتھ غور کرے گا اور اُن سے اپنے ظلم وستم کو روکے گا۔ اگرچہ وہ وقتی طور پر انتقامی کاروائی کرے لیکن یہ تو ضرور ہو گا کہ پھر وہ عقل سے کچھ کام لے اور انسانیت کا احترام کرنے لگے۔ کیونکہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ لوگ اپنی جانوں کے ساتھ یہ

سب کچھ محض معمولی سے اسباب کی بنیاد پر کر ڈالیں۔ بلکہ یہ تو ایسے جذبات ہیں کہ جو دلوں میں جڑ پکڑ چکے اور یہ دل امریکہ کے خلاف نفرت سے بھرے ہوئے ہیں۔ ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی آدمی خود اپنی جان کے ساتھ یہ کرے اور امریکہ کو مارنے کی خاطر وہ خود کو بھی مار ڈالے؟

یہاں اس سوال کے جواب کے لیئے ضروری ہے کہ امریکہ خود اپنا محاسبہ کرے۔

بلاشبہ ہلاک ہونے والے ۶۳۳۳ اور ان سے دوگنا زخمی و متأثر ہونے سے بھی مسلمانوں کے دل امریکہ کے لیئے ٹھنڈے نہیں ہوئے۔ اس لیئے مسلمانوں کے دلوں کو سکون و ٹھنڈک تب نصیب ہو گی، جب اس طرح کے ہزار حملے ہوں اور مسلمانوں کا انتقام لیا جائے۔

جیسا کہ مادّی خسائر تو تصوّرات سے کہیں زیادہ ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کو اس کے تکبّر و نخوت کے نشے سے باہر لانے کے لیئے اس سے کئی گناہ زیادہ حملوں کی ضرورت ہے۔ لہٰذا، ان حملوں کے اقتصادی اثرات اتنے برے تھے کہ فوری طور پر دسیوں ارب ڈالر کا نقصان ہوا، جو بہت جلد بڑھ کر کھربوں ڈالر تک جا پہنچا۔ اور ابھی تک تیزی سے بڑھ رہا ہے تاکہ بہت ہی معمولی سی مدّت میں دسیوں کھرب یعنی ہزار ارب یا اُس سے بھی زیادہ ہو جائے۔

لہٰذا، اُس وقت جڑواں عالمی تجارتی مراکز(Twins trade tower)میں دنیا کے بہت سے بہترین اقتصادی دماغ اور اہم ترین مراکز تھے۔ جن میں سے عالمی تجارتی کمپنیوں کی اسٹاک مارکیٹوں کی دلّال کمپنیوں میں کام کرنے والے کم از کم دو ہزار افراد ہلاک ہو گئے ہیں۔ اور اسی طرح سینکڑوں بڑی کمپنیاں اپنے بہترین ماہرین اور اہم ترین معلوماتی فائلوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ اور یہ دونوں عمارتیں اس وقت ۲۳ ارب ڈالر کے برابر ہیں۔ لیکن ذرائع ابلاغ، ان دو عمارتوں کے گرد محیط دوسری اُن عمارتوں پر توجّہ نہیں دے رہے، جن میں سے بعض تو گر چکی ہیں جبکہ بعض گرنے والی ہیں، جس کے نتیجے میں خسائر مزید بڑھ جائیں گے۔ گویا کہ ہمارے سامنے یہ ایک ٹیکنیکل ایٹمی حملہ ہے۔

وائس آف امریکہ ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ ان دونوں میناروں کے ساتھ تباہ ہونے والی عمارتوں کی قیمت کا ابھی تک اندازہ ۴۵ ارب ڈالر لگایا گیا ہے۔ اس علم کے ساتھ کہ اس علاقے کا ملبہ ہی پانچ لاکھ ٹن سے متجاوز ہے۔ جس کا ابھی تک صرف بہت ہی معمولی سا حصّہ ہٹایا گیا ہے جو کہ ۲۰ ہزار ٹن سے زیادہ نہیں۔ نیویارک کے میئر (ناظم) نے اعلان کیا ہے کہ انہیں اس ملبے کو ہٹانے اور صفائی کے لیئے چھ ماہ کا عرصہ درکار ہے، جس کے اخراجات جو کہ کانگریس نے مختص کیئے ہیں وہ ۲۰ ارب ڈالر ہیں۔

جبکہ حملوں کے ایک ہفتہ گزرنے کے باوجود آگ ابھی تک بھڑکی ہوئی ہے۔ اور اس بات کو تو کوئی نہیں جانتا کہ اس علاقے کی فضاء کب تک نقصان دہ دھوئیں سے آلودہ رہے گی۔ پھر ان حملوں کے جانبی اثرات (آفٹر شاکس) پھیلنے شروع ہوگئے۔ سو، انشورنس کمپنیاں اُس آنے والی مصیبت کے بارے میں بات کرنے لگیں یعنی یہ کو وہ اب (لوگوں کے) حقوق کو پورا نہیں کر سکتیں اور انہوں نے (انشورنس کمپنیوں نے) صرف معاوضے کی بات شروع کردی کہ جس کا ذکر (ڈیلی نیویارک) نامی اخبار نے کیا کہ ابھی تک اس کے اندازے کے مطابق ۲۵ ارب ڈالر ہے جبکہ اس حادثے میں ایک لاکھ آٹھ ہزار (۱۰۸۰۰۰) لوگ بے روزگار ہوگئے اور یہ ٹریول کمپنیوں کے اُن ملازمین کے علاوہ ہیں کہ جن کا ذکر ابھی آئے گا۔

ٹیکسوں کی مد میں خسائر کا تخمینہ ۳ ارب ڈالر ہے۔ اور ہوٹلوں کے شعبے میں آج تک خسائر کا تخمینہ ۷۰ لاکھ ڈالر روزانہ ہے۔ ریاستہائے امریکہ کے تمام کونوں میں جنونیت کی حد تک کیئے جانے والے حفاظتی انتظامات کو بڑھا کر انتہائی بلند ترین درجے کی ہنگامی صورتحال (ہائی الرٹ) قائم کردی جبکہ امریکی ٹریول کمپنیاں موجودہ اور متوقّع مالی خسائر کے بارے میں چیخ وپُکار کررہی ہیں۔ اور ان حملوں کے اثرات یورپی فضائی کمپنیوں پر بھی نمایاں ہورہے ہیں۔ جبکہ صرف دو ہفتے گزرنے کے بعد ہی صرف امریکی جہاز ساز کمپنیوں میں ۶۸ ہزار ملازمین کو فارغ کردیا گیا۔ اور توقّع ہے کہ عنقریب یہ تعداد ایک لاکھ (۱۰۰،۰۰۰) تک پہنچ جائے گی۔ جبکہ امریکی کمپنیوں نے حکومت سے جو ابتدائی امداد کا مطالبہ کیا ہے، اُسکی قیمت ۲۴ ارب ڈالر ہے، جن میں سے حکومت نے ابھی تک پہلی کھیپ کے طور پر ۱۵ ارب

ڈالر ان کمپنیوں کی امداد کے لیئے مخصوص کیئے ہیں۔ اسی اثناء میں اکثر یورپی فضائی کمپنیوں نے اعلان کیا ہے کہ انہیں اس سال ان دھماکوں کے سبب مالی خسائر کا سامنا ہے جبکہ سوئٹزر لینڈ کی ٹریول کمپنیوں نے ان حملوں کے سبب دیوالیہ ہونے کا اعلان کیا ہے۔

اسی طرح جہاز ساز کمپنیوں کے صدور نے (بروکسل) میں ہونے والے اپنے ایک اجلاس میں ایک اعلان کیا کہ جہازوں کی فروخت میں ۲ ارب ڈالر کی کمی واقع ہوئی ہے جبکہ سال ۲۰۰۲ء میں جہازوں کے پرزوں (پارٹس) کی فروخت میں ۶.۵ ارب ڈالر اور سال ۲۰۰۳ء میں ۶.۷ ارب ڈالر کی کمی متوقّع ہے۔ اور توقّع ہے کہ سال ۲۰۰۲ء میں عالمی پیداواری آمدن ۷۴۷ ارب ڈالر یعنی ۲.۲٪ تک کم ہو جائے گی۔

جیسا کہ لندن کے اقتصادی تحقیقاتی مرکز کے اقتصادی جائزے کی رپورٹ میں آیا ہے۔ اور یہ رپورٹ کہتی ہے کہ صرف برطانیہ کے آئندہ سال کے مالی خسائر کا اندازہ ۱۶.۲۰ ارب یورو ہے۔

اس رپورٹ کے مرتّب کرنے والے (ڈوگلاس میکولیز) کا کہنا ہے کہ:

"یہ خسائر اس صورت میں ہیں کہ جب کوئی اور کاروائی یا کسی قسم کا جنگی ردِّ عمل نہ بھی ہو۔"

ان حملوں کے آثار مشرقِ وسطیٰ پر بھی نمایاں ہونے لگے کہ مشرقِ وسطیٰ کے ملکوں نے اعلان کیا ہے کہ سیاحتی شعبے میں شدید کمی واقع ہونے کا خدشہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ بعض ملکوں میں اس شعبے کا دیوالیہ ہی نکل جائے۔ اسی طرح امریکہ اور مغربی ملکوں نے بعض اسلامی ملکوں میں موجود اپنے باشندوں کو وہاں سے نکل جانے کی ہدایت کی ہے، جسکے منفی اثر سے وہاں کے صنعت و ٹیکنالوجی میں بھونچال آجائے گا کیونکہ یہ دونوں شعبے مغربی دماغوں کی مرہونِ منّت ہے۔

لیکن ان دھماکوں کی لہر نے اُس وقت اقتصادی تباہی کی چوٹی کو چھوا کہ جب نیویارک اسٹاک ایکسچینج بازار کا افتتاح ہوا، تو امریکی مال کے بازاروں کو ۵۰۰ ارب ڈالر کے خسائر کا ایک دن میں سامنا کرنا پڑا یعنی نصف ٹریلین (۵ کھرب)، جنکے آئندہ ہفتے مزید بڑھنے کی توقّع ہے۔

یہ بات تو یقینی ہے کہ آئندہ سال کے دوران امریکی سیاحتی شعبہ بری طرح متأثر ہو گا۔ اور امریکی خزانے کو معاوضات کی ادائیگی اور عسکری تیّاریوں کے لیئے اپنے اموال کو پانی کی طرح بہانا پڑے گا، جس کی پہلی کھیپ، جو ان تیّاریوں کے سلسلے میں مخصوص کی گئی ہے وہ ۴۰ ارب ڈالر ہے۔ حالانکہ ان حملوں سے پہلے ہی امریکی معیشیت کے جمود کا شکار ہونے کی یقینی صورت پیدا ہو چکی تھی۔ اور تمام تر دلائل اب اس کے جاری رہنے اور مزید گہرا ہونے کی طرف نشاندہی کر رہے ہیں۔

اب تو کئی اقتصادی ماہرین، ان خسائر کا بیسوی صدی کی تیس کی دہائی کے سب سے بڑے (عظیم) اقتصادی بحران کے خسائر سے موازنہ کرنے لگے ہیں۔

امپورٹ وایکسپورٹ (درآمدات وبرآمدات) کے شعبوں کو امریکا سے اور اسکی طرف جانے آنے والی فلائٹوں کے محدود ہونے کے سبب شدید ترین مشکلات کا سامنا ہے۔

امریکی معیشت کا زیادہ تر انحصار، اُسکے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن، اُسکی امن وامان کی صورتحال پر تھا کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کئی قسم کے حفاظتی حصاروں میں قلعہ بند ہے اور یہ کہ وہ عالمی بے چینی کی صورتحال سے دور ہے۔ یہ لیجیئے۔۔۔ اب تو یہ آپ کے سامنے بدامنی وبے چینی کے سمندر میں سب سے بڑا جزیرہ بن چکا ہے۔ اور امن وامان کے عنصر کے غائب ہونے اور اس پر مستزاد یہ کہ ایک بڑی عالمی طاقت کی ہیبت کے پاش پاش ہونے کی لہریں، اُسکی معیشیت پر اثرانداز ہوتی رہیں گی۔ امریکی معیشت پچھلی نصف صدی سے مسلسل سُکڑ رہی ہے حتی کہ اُس کی سطح جو کہ عالمی پیداوار سے ۵۰ ٪ سے بھی زیادہ تھی گر کر تقریباً ۲۵ ٪ رہ گئی ہے اور یقینی بات ہے کہ اسکا یہ سکڑاؤ آئندہ عشروں میں مسلسل جاری رہے گا، جو کہ ڈالر کی قیمت پر بھی مستقل طور پر اثرانداز ہو گا۔

چونکہ امریکی طرزِ حیات کا معیشت اور اسکے نشوونما ہونے سے گہرا تعلق ہے، تو یوں در حقیقت یہ اُسکے طرزِ حیات پر حملہ تھا۔ لہٰذا، امریکہ کہ جسے اس وقت امن وامان کی شدید ترین ہنگامی صورتحال کا سامنا ہے، اس سے امریکیوں کی عیش پرستانہ زندگی جہنّم میں تبدیل ہو کر رہ جائے گی۔ ہوائی اڈّوں، بندرگاہوں اور بڑے شہروں میں شدید ترین ہنگامی حفاظتی اقدامات کیئے گئے ہیں، اسکے باوجود کوئی امریکی اپنے گھر میں بھی امن محسوس نہیں کر رہا۔ سو، انہیں بھی اس کا مزہ چکھنا چاہیئے کہ جسے مسلمان کئی عشروں سے چکھتے چلے آرہے ہیں۔

ان سب سے زیادہ اہم اور قابلِ ذکر چیز جو ہے وہ یہ کہ ان حملوں کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ امریکی گلوبل نظام جو کہ در حقیقت عالمِ اسلامی میں کفر وفحاشی اور بے ہودگی پھیلانے کا ایک بہت بڑا منصوبہ تھا، یا تو بالکل ہی بھاگ گیا بغیر واپسی کے یا پھر کم از کم دو عشروں کے لیئے تو پیچھے چلا گیا۔ یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ امریکی اقتصادی گلوبل نظام در حقیقت ایسی امریکی لاٹھی ہے کہ جسے وہ ہر اُس ملک پر برساتا ہے، جو اُسکے حکم سے باہر نکلے۔

یہ ایک ایسا پھندا ہے کہ جسے (امریکی) مدار سے باہر نکلنے والے کے گلے میں ڈالا جاتا ہے۔ لہٰذا، کبھی دن وہ ہوتے تھے کہ جب امریکہ کبھی اِس ملک پر اور کبھی اُس ملک پر پابندیاں لگانے کے فیصلے کرتا تھا اور آج ہم یہ دن دیکھ رہے ہیں کہ یہی امریکا اپنی اس مصیبت سے نکلنے کے لیئے اُنہی ملکوں کی مدد کا محتاج ہے کہ جن کا اس نے اقتصادی طور پر گھیراؤ کیا ہوا تھا۔

اب یہی امریکا انہی ملکوں اور ان کے عوام کے سامنے اپنی امداد کی بھیک مانگنے کے لیئے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے۔ جیسا کہ اُن کے اُس بڑے نے بیان دیا کہ جس نے اُنہیں یہ جادو سکھایا تھا۔ اب امریکہ کا تکبّر خاک میں مل گیا اور اُس نے اپنی اوقات پہچان لی ہے۔ لہٰذا، ان کاروائیوں سے ایک دن قبل ہم نے اخبارات میں مطالعہ کیا کہ (سی۔ آئی۔ اے) کے پاس بلّیوں کو اپنے لیئے جاسوسی کی تربیت دینے کا منصوبہ ہے اور یہ کہ اس کے پاس شہد کی مکّھی کے برابر جاسوس طیّارے ہیں۔ پھر اچانک اس کے سب خرافات کا پول کھل گیا اور اسکے جھوٹے دعوؤں کی قلعی کھل گئی اور کہ امریکا تو اپنی پوری طاقت اور

سارے لاؤ لشکر اور اس ساری بکواس کے باوجود اپنی وزارتِ دفاع اور اپنے وائٹ ہاؤس تک کا دفاع نہیں کر سکتا۔ ان کاروائیوں نے تو امریکی دعوؤں کا پول کھول کے رکھ دیا اور امریکی امن کی حقیقت کو واضح کر دیا۔

ہم اُس بدکار عمارت کی تباہی کا منظر بیان کر چکے ہیں کہ جہاں شیطان نے اپنا تخت سجا رکھا تھا اور وہیں سے وہ اپنے چیلوں کو زمین میں فساد پھیلانے کے لیئے روانہ کرتا تھا۔ میرا مطلب امریکی وزارتِ دفاع کی عمارت پینٹا گون (Pentagon) ہے۔ یہ وہ عمارت ہے جہاں سے بدترین اور بہت بڑے انسانی جرائم جنم لیتے تھے۔ یہی وہ عمارت ہے کہ جس نے دو جاپانی شہر (ہیروشیما) اور (ناگاساکی) کے جغرافیائی نقشے تیّار کرنے کا حکم دیا تھا۔ پھر امریکی فوجوں نے ان دو شہروں کو ایٹمی بموں کے ذریعے مکمّل طور پر تباہ کر دیا اور یہ امریکی افواج کا اپنے ایٹمی بموں کا پہلا تجربہ جاپان پر تھا کہ جس کے نتیجے میں دو لاکھ بیس ہزار (۲،۲۰،۰۰۰) انسان بغیر کسی گناہ کے لقمۂ اجل بن گئے۔

اسی عمارت سے (1954 – 1975) کی ویتنامی جنگ کنٹرول کی جاتی تھی کہ جس کے شکار تقریباً چالیس لاکھ (۴۰۰،۰۰۰) انسان ہوئے۔ اور کمبوڈیا اور لاؤس میں ۲۰ لاکھ (۲۰۰،۰۰۰) سے زیادہ انسان قتل ہوئے اور عراق میں ۱۷ لاکھ (۱۷،۰۰،۰۰۰) سے زیادہ مسلمان ۱۹۹۱ء سے لیکر ۲۰۰۱ء تک قتل ہوئے۔

مقبوضہ فلسطین میں ۱۹۴۸ء سے لیکر اب تک صہیونی دہشت گردی کی نذر ۳ لاکھ (۳۰۰،۰۰۰) سے زیادہ مسلمان بغیر کسی گناہ کے ارتکاب کے ہوئے۔ جبکہ اپنے گھر بار رکھنے والی آبادی کے ۵۰ لاکھ (۵۰،۰۰،۰۰۰) سے زائد مسلمان اپنی جائیداد کو چھوڑ کر دربدر ہونے پر مجبور ہوئے، جنکی جگہ پر اُن یہودیوں نے قبضہ کیا کہ جو دنیا کے مختلف کونوں سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ لبنان بھی اس شیطانی عمارت سے نکلنے والے حملوں کا نشانہ بنا، جس سے دسیوں ہزار معصوم شہری امریکی اور اسرائیلی فوجیوں کے اُس اسلحے سے قتل ہوئے کہ جس اسلحے کو وزارتِ جنگ (پینٹا گون) سے

تعلق رکھنے والے امریکی ادارے جسے چاہتے ہیں فروخت کرتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں اُس پر پابندی لگادیتے ہیں۔

اس ظالم عمارت کی جو جگہ ان حملوں کا نشانہ بنی، یہ وزیرِ دفاع کا خفیہ دفتر تھا اور اس سے بھی اہم یہ کہ اس میں امریکی بحری بیڑوں کا وہ ادارہ تھا کہ جس کے ذریعے امریکا نے پوری دنیا پر حملے کیئے۔

یہ تمام مصائب اور حملوں کے منصوبے وزارتِ جنگ کی اس عمارت میں تیّار کیئے جاتے اور ان پر عمل ہوتا کہ جس کا ایک حصّہ منگل کے مبارک دن تباہ ہوا۔

ہم اس کے بارے میں تو بات ہی نہیں کرنا چاہتے کہ جو کچھ (نکارا گوا) اور (بنا) اور (سلواڈور) اور دوسری لاطینی امریکی جمہوریتوں میں یا بعض شرقی یورپ میں ہوا کیونکہ یہ ایسا معاملہ ہے کہ جسے پورا عالم جانتا ہے۔

اس بات سے ہماری خوشی وسعادت میں اضافہ نہ ہوا کہ امریکی خانہ جنگی کے ایّام سے لیکر پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ جب کوئی امریکی شہری اپنی تنصیبات کی تباہی کا نظارہ کرتا ہے اور بہتے خون کو دیکھتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ تباہ شدہ ملبے کے نیچے کئی خاندان، دوست اور رشتہ دار ہیں، مگر وہ اُن تک پہنچ نہیں پاتا۔ کبھی یہی تباہی اور خوف وہراس امریکی زمین اور فضاء سے بہت دور ہوا کرتا تھا لیکن آج اُس نے اُنہیں آواز اور تصویر کے ساتھ چھوا ہے۔

اے کاش۔۔۔! کہ وہ ٹیلیویژن کے مراسلہ نگاروں کے ریکارڈ سے ۱۹۹۱ء میں امن کے شہر بغداد پر امریکی فوجوں اور اُنکے حلیفوں کے ہاتھوں ہونے والی تباہی کی فلمیں طلب کرکے دیکھتے!

اے کاش۔۔۔! کہ وہ مشاہدہ کرتے اُس چیز کا جو اسرائیلی فوجیں فلسطینیوں کے ساتھ امریکی اسلحے اور اُسکی حمایت کے ساتھ کررہے ہیں!

اے کاش۔۔۔! کہ وہ امریکی طیّاروں، ٹینکوں اور میزائیلوں کو فلسطینی عوام کے بنیادی ڈھانچے کو ملیامیٹ کرتے ہوئے دیکھیں!

ان حملوں کے دوسرے آثار میں یہ بھی شامل ہے کہ (مؤمنوں اور منافقوں)کی صفیں ممیّز (جدا) ہو گئیں ہیں۔ اور مسلمانوں کے سامنے حقائق واضح ہوگئے ہیں اور (الولاء والبراء) کا مسئلہ ظاہر ہوااور اس کے متعلق مسائل عملی طور پر ظاہر اور ثابت ہونے لگے۔ اور مسلمانوں کے اندر جہادی پُکار کا احیاء اور اس کا پرچم بلند ہوا۔

جبکہ اس کے ساتھ حقیقی صلیبی حقد بھی ظاہر ہو گیااور اُس نے اپنی کچلیوں کو ظاہر کر دیا۔ اور کفریہ نظریات جیسے مختلف ادیان کا اکٹھا کرنا (وحدۃ الادیان)، مغرب کے ساتھ مذاکرات، جمہوریت اور امریکی حریّت کو شکست ہوئی۔ اور امن کے نام پر کی جانے والی امریکی خرافات کا بھانڈا پھوٹا۔ اور اسکا ساری دنیامیں چیونٹی کے چلنے کی آواز تک کو جاننے جیسادعویٰ جھوٹا ثابت ہوا۔

ساری دنیاسے خوف وہراس کا جو پردہ تھا، وہ چاک ہو گیااور اُسے معلوم ہو گیا کہ کوئی بھی ملک خواہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو جائے، تو بھی وہ کمزور ہی ہے۔ اور اس کائنات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سُنّتِ قائمہ اور اسکے حقیقت میں وقوع پذیر ہونے کا پتہ چلا۔ اور کافر ملکوں اور اُن کے چیلوں کا اسلام کے خلاف اپنے پوشیدہ منصوبوں کا اعلان کرنااور اسکے خلاف انکے پرچموں کاواضح ہوناہے۔

اور مسلمانوں کے اندر سے منافقوں کا ظاہر ہونا اور اُنکے عیوب کا واضح ہونا اور اسی طرح باعمل علماء کا واضح ہونااور اُن میں سے دنیا کے طلبگاروں اور آخرت کے چاہنے والوں کاواضح پتہ چلنا۔

اور مسلمان کا اتحاد و یکجہتی اور انکا اسلام کی سربلندی کی خاطر دنیا کو چھوڑنے کے لیئے تیار ہونا۔ اس کے علاوہ بہت زیادہ فوائد ان کاروائیوں کے نتیجے میں حاصل ہوئے ہیں کہ جن کے شمار کے لیئے یہ جگہ کافی نہیں۔ اور ہر روز ایسافائدہ ظاہر ہو رہاہے کہ جس سے ہر مؤمن کو خوشی ہوتی ہے۔ یاتو وہ مغرب کو

پہنچنے والی ماڈی خسائر کی شکل میں ہے یا پھر خود مسلمانوں کی صفوں میں نکھار پیدا ہونے کی شکل میں ہے۔ اور ہم سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے پُر امید ہیں کہ یہ حملے امریکا کے زوال کا آغاز ثابت ہوں۔

انشاء اللہ اور ہم، اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعاگو ہیں کہ وہ ہمیں جلد از جلد امریکہ کی مکمّل تباہی وبربادی اور اسکے زوال کا منظر دکھائے۔ اور ہم اُسی سے دعاگو ہیں کہ وہ اُنکے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور اُنکے اتحاد کو پارہ پارہ کر دے اور قدموں کو لڑکھڑا دے اور اُنہیں شکست سے دوچار کرے اور اُنہیں مسلمانوں کے لیئے آسان ترین غنیمت بنادے۔

الولاءوالبراء کا معنیٰ کہ جسے اصحاب مولویوں الفضیلہ نے خاک آلود کر دیا

امام احمد نے جریر بن عبد اللہ البجلی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُن (جریر بن عبد اللہ) سے اِس بات پر بیعت لی کہ:

”آپ ہر مسلمان کو نصیحت کریں گے اور کافر سے برأت کا اعلان کریں گے۔“

اور (الطبرانی) نے (الکبیر) میں ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

الحدیث: ”أوثق عرى الإيمان الموالاة في الله والمعاداة في الله ، والحب في الله والبغض في الله۔“

ترجمہ: ”اللہ کے لیئے دوستی اور اللہ کے لیئے دشمنی، اللہ کے لیئے محبّت کرنا اور اللہ ہی کے لیئے بغض رکھنا، ایمان کا مضبوط ترین کڑا ہے۔“

"الشیخ محمد بن عبد الوہاب" اپنی کتاب (الرسائل الشخصیۃ) میں فرماتے ہیں:

"لیکن اُنہیں بتادیں کہ محبّت اور بغض، دوستی اور دشمنی کے بغیر آدمی کا دین صحیح نہیں ہوتا اور نہ اسکے بغیر انکا شرک چھوڑنا اُن کے لیئے فائدہ مند ہے۔ اور نہ لا الہٰ الّا اللہ کہنے کا کوئی فائدہ ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیئے کسی سے بغض کریں۔"(الرسائل الشخصیۃ)

الموالاۃ(دوستی) کا معنیٰ: "الزبیدی" نے کتاب (تاج العروس) میں کہا:

"اس کا مطلب محبت ہے قطع نظر اس کے کہ اس محبت کا درجہ ومحبت کیا ہے۔ لہٰذا، جس کسی سے بھی آپ محبّت کرتے ہیں، تو آپ نے اُسے محبوب اور دوست بنایا یعنی آپ نے اسُے اپنا مقرّب بنالیا۔" (۱۰/۴۰۱)

اور یہ لفظ (الموالاۃ) نصرت کے معنیٰ میں بھی آیا ہے۔ جبکہ لفظ (اولیاء) انتہائی خاص اور رازدار دوست کے معنیٰ میں آتا ہے اور اتحاد اور ہم خیال ہونے میں بھی آتا ہے۔

رہا لفظ (التّولّی): الجوہری نے (الصحاح) کتاب میں کہا:

"دوست کی نصرت اور کامل محبّت کو اس قدر مقدّم رکھنا کہ دوست بنانے والا اپنے دوست کے ساتھ یوں رہے کہ جیسے جسم کا سایہ ہوتا ہے۔" (۶/۲۵۳۰)

لہٰذا التّولّی اتخاذ اور اتباع مطلق کے معنیٰ میں ہیں یعنی متبوع کی نُصرت اور اُسکی قربت وتائید میں مکمّل طور پر یکسوئی اختیار کرنا۔ اور یہ اتباع اور خود سپردگی کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔

ہر تولّی، موالاۃ ہوتا ہے جبکہ اس کے برعکس نہیں۔ کیونکہ التّولّی، موالاۃ سے زیادہ خصوصیت والا لفظ ہے۔ لہٰذا، تولّی کفر ہے جبکہ موالاۃ میں کچھ کفر اور کچھ اس سے کم تر ہوتا ہے اور ان دونوں میں اس تفریق پر علماء کا اختلاف ہے۔

العداوۃ(عداوت) کے معنی: "یہ دل میں جم جانے والا شعور ہے کہ جو نقصان پہنچانے اور انتقام کی خواہش کی شکل میں ہو۔"

العدو(دشمن): "الولی (دوست) کا اُلٹ ہوتا ہے جس کی جمع اعداء اور اس کی جمع اعادی ہے۔ اور یہ بھی الصدیق (دوست) کی ضد ہے۔"

العدو، العداوۃ، الاعداء اور العدوان، ان سب کا قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ جبکہ المعادۃ بکثرت استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد بغض، کراہیت اور انتقام کی خواہش ہے کہ جو الموالاۃ کے بالکل برعکس ہے کہ جس کا اکثر استعمال المحبۃ، المودۃ، المبایعۃ، النصرۃ اور القربۃ پر دلالت کرتا ہے۔

یوں الموالاۃ اور المعاداۃ مذکورہ معنی کے مطابق دو ضدیں ہیں کہ جو کبھی اکھٹی نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا، کسی متعیّن شخص کے لیئے ان دونوں میں سے ایک کا وجود دوسرے کی لازمی نفی کرتا ہے۔

الشیخ محمد بن عبد الوہاب (اللہ تعالیٰ، آپ پر رحم فرمائے)، "مجموعۃ التوحید" میں فرماتے ہیں:

"جان لیجیئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آدم کے بیٹے پر سب سے پہلے جو فرض عائد کیا وہ طاغوت سے کفر اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر ایمان لانا ہے۔ اسکی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

آیت: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ---﴾

ترجمہ: ”ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔۔۔۔“ (سورۃ النحل۔۳۶)

رہی طاغوت سے کفر کرنے کی صفت، تو وہ یوں ہے کہ آپ غیر اللہ کی عبادت کو باطل سمجھنے کا عقیدہ رکھیں اور اسے چھوڑ دیں اور اس سے بغض کریں اور اس کا ارتکاب کرنے والوں کو کافر سمجھیں اور اُن سے دشمنی کریں۔ (ص۹)

اور (الرسائل الشخصیۃ) کے صفحہ ۲۳۲ پر الشیخ محمد بن عبد الوہاب فرماتے ہیں:

”اُنہیں بتادیں کہ المعادۃ (دشمنی کرنا)، ابرہیم کی ملّت (مذہب) ہے اور ہمیں اُن کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

آیت: ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ﴾

ترجمہ: ”(مسلمانو!) تمہارے لیے حضرت ابراہیم میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے، جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں۔ ہم تمہارے (عقائد کے) منکر ہیں جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ ہم میں تم میں ہمیشہ کے لیے بغض وعداوت ظاہر ہوگئی۔“ (سورۃ الممتحنۃ۔۴)

پھر آپ نے فرمایا: ”اور اُنکے لیئے بیان کردو کہ آدمی پر واجب ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کو الحبّ فی اللہ والبغض فی اللہ، والموالاۃ فی اللہ والمعادۃ فی اللہ ”اللہ کے لیئے کسی سے محبت اور اللہ ہی کے لیئے کسی سے بغض، اور اللہ ہی کے لیئے کسی سے دوستی کرنا اور اللہ ہی کے لیئے کسی سے دشمنی کرنا“ وضوء

اور نماز کی تعلیم دینے کی طرح ہی سکھائے۔ کیونکہ جس طرح آدمی کا اسلام نماز کی درستگی کے بغیر صحیح نہیں، اسی طرح اس کا اسلام اللہ کی خاطر الموالاۃ والمعادۃ (دوستی ودشمنی) کی درستگی کے بغیر صحیح نہیں ہوتا۔" اَ۔ھ

الشیخ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن، ابو بطین سے کتاب "الدرر السنیۃ" میں لا الٰہ الّا اللہ کے معنی اور الطاغوت کہ جس سے بچنے اور اور اس کے کفر کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے، کہ معنی کے بابت پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا:

الٰہ وہ معبود ہے کہ جس کی دل عبادت کریں اور اس سے محبت کریں۔ اور قرآن نے لا الٰہ الا اللہ کے معنی صراحت کے ساتھ دلالت کی ہے اور یہ کہ وہ معبود ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس فرمان میں ہے کہ:

آیت: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ، إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ، وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾

ترجمہ: "اور جبکہ ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے والد سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو، بجز اس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی مجھے ہدایت بھی کرے گا، اور (ابراہیم علیہ السلام) اسی کو اپنی اولاد میں بھی باقی رہنے والی بات قائم کر گئے تاکہ لوگ (شرک سے) باز آتے رہیں۔" (سورۃ الزخرف۔۲۶تا۲۸)

مفسّرین نے کہا کہ:

"یہ کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ اُس شخص کی ذُریت (اولاد) میں باقی رہتا ہے جو کہ اللہ کی عبادت کرتا اور اُسے اکیلا سمجھتا ہے۔ اور اللہ کے لیئے اس الموالاۃ اور اسکے سوا ہر معبود سے

البراءۃ کے کلمے کو ابراہیم کی ذُریّت میں باقی رکھنے کا معنی یہ ہے کہ اسے انبیاء اور اسکے پیروکار وراثت میں ایک دوسرے سے حاصل کریں گے۔ اور یہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ بیان کرتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی الموالاۃ اس کی عبادت کے ساتھ ہے اور اسکے سواء ہر معبود سے برأت کا اظہار ہے۔ یہی معنی ہے لا الٰہ الا اللہ کا۔"

اس بنیاد پر جس نے شرک کو جائز قرار دیا یا مشرکوں سے دوستی کی اور اُنکا دفاع کیا یا مؤحدوں سے دشمنی کی اور اُن سے برأت کا اظہار کیا، تو ایسے شخص نے لا الٰہ الا اللہ کی حرمت کو پامال کیا، اُسکی عظمت نہیں کی اور نہ اُسکا حق ادا کیا، خواہ وہ خود کو مسلمان ہونے کا گمان کرے اور یہ گمان کرے کہ وہ اس کلمے کی حرمت کو قائم رکھنے والوں میں سے ہے۔" (۲/۱۴۳۔ ۹/۳۲۵)

الشیخ محمد بن عبد الوہاب کی آل سے عبد الرحمٰن بن حسن اور علی بن حسن کے علاوہ ابراہیم بن سیف نے بعض الاخوان کی طرف (الدرر السنیۃ) میں ایک خط لکھا، جس میں انہوں نے کہا کہ:

"بلاشبہ توحید، عبادات میں اللہ کو اکیلا سمجھنا ہے اور یہ چیز شرک اور مشرکوں سے ظاہری وباطنی طور پر برأت کا اعلان کیئے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔"

جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امام الحنفاء علیہ السلام کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا کہ:

آیت: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ، إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ﴾

ترجمہ: "اور جبکہ ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے والد سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو، بجز اس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی مجھے ہدایت بھی کرے گا)۔" (سورۃ الزخرف۔ ۲۶، ۲۷)

اس معنی پر دلالت کرنے والی دلیلوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے یہ فرمودات ہیں:

آیت:﴿وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾

ترجمہ: "یہ کہتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ بن جاؤ تو ہدایت پاؤ گے۔ تم کہو بلکہ صحیح راہ پر ملت ابراہیمی والے ہیں، اور ابراہیم خالص اللہ کے پرستار تھے اور مشرک نہ تھے۔" (سورۃ البقرۃ ۱۳۵)

آیت:﴿مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾

ترجمہ: "ابراہیم تو نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے بلکہ وہ تو یک طرفہ (خالص) مسلمان تھے، وہ مشرک بھی نہیں تھے۔" (سورۃ آل عمران۔۶۷)

آیت:﴿قُلْ صَدَقَ اللَّهُ ۗ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾

ترجمہ: "کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے تم سب ابراہیم حنیف کے ملت کی پیروی کرو، جو مشرک نہ تھے۔" (سورۃ آل عمران۔۹۵)

آیت:﴿۔۔۔ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ ۖ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾

ترجمہ: "۔۔۔ آپ فرما دیجئے کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام قبول کروں اور تو مشرکین میں ہرگز نہ ہونا۔" (سورۃ الانعام۔۱۴)

آیت:﴿قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾

ترجمہ:"آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے رب نے ایک سیدھا راستہ بتادیا ہے کہ وہ ایک دین مستحکم ہے جو طریقہ ہے ابراہیم (علیہ السلام) کا جو اللہ کی طرف یکسو تھے۔ اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔"(سورۃ الانعام۔۱۶۱)

آیت:﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾

ترجمہ:"بے شک ابراہیم پیشوا اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور یک طرفہ مخلص تھے۔ وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔"(سورۃ النحل۔۱۲۰)

آیت:﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾

ترجمہ:"پھر ہم نے آپ کی جانب وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کریں، جو مشرکوں میں سے نہ تھے۔"(سورۃ النحل۔۱۲۳)

آیت:﴿وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ أُنزِلَتْ إِلَيْكَ ۖ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ۖ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾

ترجمہ:"خیال رکھیئے کہ یہ کفار آپ کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تبلیغ سے روک نہ دیں اس کے بعد کہ یہ آپ کی جانب اتاری گئیں، تو اپنے رب کی طرف بلاتے رہیں اور شرک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔"(سورۃ القصص۔۸۷)

آیت:﴿مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾

ترجمہ:"(لوگو!)اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔"(سورۃ الروم۔۳۱)

آیت:﴿وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾

ترجمہ:"اور یہ کہ اپنا رخ یکسو ہو کر (اس) دین کی طرف کر لینا، اور کبھی مشرکوں میں سے نہ ہونا۔"(سورۃ یونس۔۱۰۵)

ان آیتوں میں غور کیجیے، پھر دیکھیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کسی طرح اپنے رسولوں اور مؤمنوں کو ان بارہ آیتوں میں مشرکوں سے برأت کا اظہار کرنے کی تاکید کی اور اس صفت پر انکی تعریف کی۔ اور یہ بلاشک اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مؤمنوں پر مشرکوں سے برأت کرنے کو واجب قرار دیا اور کفّار سے عموماً جبکہ جنگجوؤں سے خصوصاً بغض وعداوت کے اظہار کا حکم دیا اور مؤمنوں پر اُنکی دوستی اور انکی طرف جھکاؤ کو حرام قرار دیا۔

کفّار سے یہ برأت ہی لا الٰہ الّا اللہ کے معنیٰ کی حقیقت اور اسکا مدلول ہے۔ مشرکوں سے قطع تعلق کے اس کلمے کے مطالبے کو پورا کیئے بغیر، اور ربّ العالمین سے محبت الموالاۃ کے حکم پر عمل کیئے بغیر صرف زبان سے اس کا ادا کرنا کافی نہیں۔(۱۲۸/۲)

الشیخ الاسلام نے (مجموع الفتاوی) ۱۱۷/۷ میں فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان:

آیت:﴿لَّا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ ---﴾

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہر گز نہ پائیں گے گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ (قبیلے) کے (عزیز) ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے اور جن کی تائید اپنی روح سے کی ہے۔“ (سورۃ المجادلۃ۔ ۲۲)

تو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبر دی کہ آپ کو ایسا مؤمن نہیں ملے گا کہ جو اللہ اور اسکے رسول سے دشمنی کرنے والوں سے محبّت کرتا ہو کیونکہ خود ایمان اُسکی محبت کی نفی کرتا ہے۔ جیسا کہ دو ضدوں میں سے ایک دوسری کی نفی کرتی ہے۔ لہٰذا، اگر ایمان پایا گیا، تو وہ اسکی ضد کا خاتمہ کرے گا جو کہ اللہ کے دشمن سے دوستی ہے۔ لہٰذا، اگر کوئی آدمی، اللہ کے دشمنوں سے دلی دوستی کرتا ہے، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے دل میں واجب ایمان نہیں ہے۔ اور اسکی مثال ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

آیت:﴿تَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَن سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ ، وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾

ترجمہ: ”ان میں سے بہت سے لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں، جو کچھ انہوں نے اپنے لئے آگے بھیج رکھا ہے وہ بہت برا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے، اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر اور نبی پر اور جو نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے، لیکن ان میں کے اکثر لوگ فاسق ہیں۔“ (سورۃ المائدہ۔ ۸۰،۸۱)

لہٰذا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جملہ شرطیہ بیان کیا ہے جس کا تقاضا ہے کہ اگر شرط پائی گئی، تو مشروط حرف " لَوۡ " کے ساتھ پایا جائے گا۔ جس کا تقاضا ہے کہ شرط کے عدم وجود کے ساتھ مشروط ختم ہو جائے گا۔

لہذا، فرمایا کہ:

آیت:﴿وَلَوۡ كَانُوا يُؤۡمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنزِلَ إِلَيۡهِ مَا اتَّخَذُوهُمۡ أَوۡلِيَاءَ ---﴾

ترجمہ: "اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر اور نبی پر اور جو نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے۔۔۔۔" (سورۃ المائدہ۔ ۸۱)

جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مذکورہ ایمان، اُنہیں (کفّار) کو دوست بنانے کی نفی کرتا ہے اور یہ اسکی ضد ہے۔ ایمان اور کفّار کو دوست بنانا، یہ دونوں چیزیں ایک دل میں اکھٹی نہیں ہو سکتیں۔ اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جو شخص کفّار کو دوست بناتا ہے، اُس نے اللہ اور نبی اور اُس پر نازل کیئے گئے (قرآن) پر ایمان لانے کے واجب پر عمل نہیں کیا۔ اسکی مثال اللہ سبحانہ وتعالی کے اس فرمان میں بھی ہے:

آیت:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الۡيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوۡلِيَاءَ ۘ بَعۡضُهُمۡ أَوۡلِيَاءُ بَعۡضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمۡ فَإِنَّهُ مِنۡهُمۡ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهۡدِي الۡقَوۡمَ الظَّالِمِينَ﴾

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہی میں سے ہے، ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہ راست نہیں دکھاتا۔" (سورۃ المائدہ۔ ۵۱)

لہٰذا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان آیات میں اس بات کی خبر دی ہے کہ کفّار کو دوست بنانے والا مؤمن نہیں ہو سکتا۔

شیخ الاسلام نے (مجموع الفتاویٰ، ۲۸/۱۹۰) میں فرمایا کہ:

”جبکہ کفّار، اللہ کے دشمن اور مؤمنوں کے بھی دشمن ہیں۔ اور اللہ تعالی نے مؤمنوں کے درمیان دوستی (الموالاۃ) کو واجب قرار دیا اور واضح کیا کہ یہ ایمان کے لوازمات میں سے ہے۔ جبکہ کفّار سے الموالاۃ (دوستی) سے منع کیا اور واضح کیا کہ یہ مؤمنوں کے حق کے منافی ہے۔“

ابنِ کثیر اپنی تفسیر (تفسیر ابنِ کثیر) میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کا یہ فرمان کہ:

آیت:﴿تَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾

ترجمہ: ”ان میں سے بہت سے لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں،۔۔۔“ (سورۃ المائدہ۔ ۸۰)

مجاہد نے کہا کہ اس سے مراد منافق لوگ ہیں۔ اور اللہ تعالی کا یہ فرمان کہ:

آیت:﴿۔۔۔لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ۔۔۔﴾

ترجمہ: ”۔۔۔ جو کچھ انہوں نے اپنے لئے آگے بھیج رکھا ہے وہ بہت برا ہے ۔۔۔“ (سورۃ المائدہ۔ ۸۰)

اس سے مراد اُنکی کفّار سے دوستی اور انکا مؤمنوں کے ساتھ دوستی کو چھوڑنا ہے کہ جس چیز نے اُنکے دلوں میں نفاق کو ڈال دیا اور اللہ تعالی کو ان پر قیامت تک کے لیئے مسلسل سخت ناراض کر دیا جو کہ

انکا ٹھکانہ ہے۔ اسی لیئے فرمایا کہ اللہ تعالی، اُن پر سخت ناراض ہوئے اور اسکی تفسیر اُنکی مذمّت کر کے کی اور پھر یہ خبر دی کہ وہ تو قیامت کے روز ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب میں رہیں گے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالی کا یہ فرمان کہ:

آیت:﴿وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ ---﴾

ترجمہ: "اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر اور نبی پر اور جو نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے۔۔۔" (سورۃ المائدہ۔۸۱)

"یعنی اگر انہوں نے اللہ، رسول اور قرآن کریم پر حقیقی ایمان لایا ہوتا، تو وہ باطن میں کفّار کی موالاۃ (دوستی) اور اللہ، نبی اور جو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نازل ہوا، اس پر ایمان لانے والوں کے ساتھ دشمنی جیسے جرم کا ارتکاب نہ کرتے۔ لیکن ان میں سے اکثر فاسق ہیں یعنی اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت سے خارج اور اسکی وحی اور اسکی نازل کردہ آیات کے مخالف ہیں۔" (۲/۸۵)

شیخ الاسلام ابنِ تیمیۃ نے (مجموع الفتاویٰ، ۲۸/۱۹۳) میں فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان:

آیت:﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ، ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ﴾

ترجمہ: "جو لوگ اپنی پیٹھ کے بل الٹے پھر گئے اس کے بعد ان کے لئے ہدایت واضح ہو چکی یقیناً شیطان نے ان کے لئے (ان کے فعل کو) مزین کر دیا ہے اور انہیں ڈھیل دے رکھی ہے، یہ اس لئے کہ انہوں نے ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ کی نازل کردہ وحی کو برا

سمجھا یہ کہا کہ ہم بھی عنقریب بعض کاموں میں تمہارا کہا مانیں گے، اور اللہ ان کی پوشیدہ باتیں خوب جانتا ہے۔" (سورۃ محمدؐ۔۲۵،۲۶)

لہٰذا، موالاۃ (دوستی) کی یہ قسم اُس قوم کی ردّت کا سبب بنی۔

میں نے کہا: کہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے زمانے میں جس معاملے پر وہ کفّار کی اطاعت کا عزم کرتے ہیں، وہ نام نہاد دہشت گردی کی جنگ یا دہشت گردانہ کاروائیوں کی مذمّت کرنا ہے۔

ابنِ حزم نے مذکورہ بالا آیت کے بارے میں اپنی کتاب (الفِصَل) میں فرمایا کہ:

"اللہ نے اُنہیں حق کو پہنچانے کے بعد اور انکے لیئے ہدایت واضح کرنے کے بعد، اُنہیں مرتد اور کافر اس لیئے قرار دیا کہ جو انہوں نے کہا اور اللہ تعالی نے ہمیں یہ خبر دی کہ وہ ان کے عقیدوں کو ظاہر کرے گا۔" (۳/۲۶۲)

اور القاسمی نے اس آیت کے بارے میں (تفسیر القاسمی) میں کہا کہ:

"یہ اُن کے ارتداد کی طرف اشارہ ہے کہ اس کا سبب اُن یعنی منافقوں کا اُن لوگوں کو کہ جو اللہ کے نازل کردہ کو ناپسند کرتے ہیں یعنی یہود کو جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر قرآن کے نزول کو ناپسند کرتے ہیں، یہ کہنا کہ ہم بعض معاملے میں تمہاری اطاعت کریں گے یعنی تمہارے بعض معاملات میں جو تم حکم دو گے۔" (۱۵/۵۶)

الشیخ سلیمان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نے اس آیت کے بارے میں کتاب (الدلائل فی حکم موالاۃ اہل الاشراک) کے ۵۰۔۵۱ پر فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے اُس سبب کی خبر دی ہے کہ جس سے اُن پر ردّت اور شیطان کے اُن کو گمراہ کرنے اور اُنہیں دھوکے میں مبتلا کرنے کا حکم جاری ہوا، وہ اُن کا اللہ تعالیٰ کے نازل

کردہ کو پسند نہ کرنے والوں کو یہ کہنا کہ ہم بعض معاملات میں تمہاری اطاعت کریں گے۔ لہٰذا، اگر ایسا شخص کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کو ناپسند کرنے والے مشرکوں سے بعض معاملات میں اُنکی اطاعت کا صرف وعدہ ہی کیا، تو وہ کافر ہو جاتا ہے اگرچہ اُس نے اُن کیئے ہوئے وعدے پر عمل نہ کیا ہو، تو اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جو مشرکوں سے موافقت کرے اور ظاہر کرے کہ وہ ہدایت پر ہیں۔"

ابن جریر الطبری نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

آیت: ﴿۔۔۔ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

ترجمہ: "۔۔۔ تم میں سے جو بھی ان میں کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہی میں سے ہے، ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہ راست نہیں دکھاتا۔" (سورۃ المائدہ۔۵۱)

جو شخص مؤمنوں کے خلاف اُن (کفّار) کی مدد کرتا اور اُن سے دوستی کرتا ہے، تو وہ انہی کے دین وملّت پر ہے کیونکہ کوئی بھی کسی کو صرف اسی صورت میں دوست بناتا ہے کہ جب وہ اس سے، اس کے دین اور جس (نظریے) پر وہ ہے، اُس سے راضی ہوتا ہے۔ اور جب وہ اُس سے اور اُس کے دین سے راضی ہوا، تو اُس نے (گویا) اُسکی دشمنی کی کہ جو اُس (اسکے دوست) خلاف ہو اور اُسے ناراض کرے۔ اس طرح اُس کا (شرعی) حکم بھی اُس (کے دوست) کے (شرعی) حکم جیسا ہی ہوگا۔ (۶/۱۶۰)

القرطبی نے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں (تفسیر القرطبی) میں کہا کہ:

"ومن یتولھم منکم کیونکہ وہ اُنکی مسلمانوں کے خلاف تقویت کا باعث بنتا ہے۔ فانہ منھم یہاں واضح کیا کہ اُس کا (شرعی) حکم، اُنہی جیسا (شرعی) حکم ہوگا۔ اور وہ (شرعی) حکم مرتد کی مسلمان کے لیئے میراث سے منع کرتا ہے۔ اور جس نے اس سے

دوستی کی تھی وہ ابنِ ابی تھا، پھر یہ الموالاۃ (دوستی) ختم کرنے کا (شرعی) حکم قیامت تک باقی ہے۔" (٦/٢١٧)

ابن حزم (المحلی) میں فرماتے ہیں:

"یہ بات صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ومن یتولھم فانہ منکم اس کا ظاہری حکم یہی ہے کہ وہ بھی کفّار کے ضمن میں کافر ہے۔ اور اس میں کسی بھی دو مسلمانوں کا اختلاف نہیں۔" (١٣/٣٥)

ابن القیّم (احکام اہل الذمہ) میں فرماتے ہیں کہ:

"اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے اور اس سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں۔ اور وہ یہ کہ جو شخص یہود ونصاریٰ کو دوست بنائے گا، تو وہ انہی میں سے ہو گا۔ ومن یتولھم منکم فانہ منھم۔ لہٰذا، جب قرآن کی نص کی رو سے وہ ان (کفّار) کے دوست اُنہی میں سے ہیں، تو اُن کا (شرعی) حکم بھی اُنہی جیسا ہو گا۔" (١/٦٧)

اور القاسمی (تفسیر القاسمی) میں کہتے ہیں کہ:

"فانہ منھم یعنی اُنکے ضمن میں ہو گا اور اُسکا (شرعی) حکم، اُنہی کے حکم جیسا ہو گا۔ خواہ وہ یہ گمان کرے کہ وہ ان کے دین کا مخالف ہے کیونکہ وہ اپنی حالت کی دلالت کے ساتھ مکمل موافقت کی دلالت ہے۔" (٦/٢٤٠)

البیضاوی (الدلائل فی حکم موالاۃ الشراک) سے نقل کرتے ہوئے صفحہ ٥٦ اور صفحہ ٥٧ پر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

آیت:﴿لَّا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ ---﴾

ترجمہ:"مومنوں کو چاہئے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی کسی حمایت میں نہیں---"(سورۃ آلِ عمران۔۲۸)

اور فرمایا کہ ومن یفعل ذالك یعنی اُنہیں دوست بنانا، فلیس من اللہ شئ یعنی اللہ تعالیٰ کی ولایت (دوستی) میں سے کوئی بھی چیز اس کیلئے نہیں کیونکہ دشمنی اور دوستی اکھٹی نہیں ہوسکتیں۔

الشوکانی نے اس آیت کے بارے میں (تفسیر فتح القدیر ۱/۳۳۱) میں فرمایا کہ:

"لا یتخذ من دون المؤمنین حالتِ زار یعنی مؤمنوں سے تجاوز کر کے کفّار کو یا پھر دونوں کو دوست بناتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا معنیٰ فلیس من اللہ شئ یعنی کسی بھی چیز میں اُس کی ولایت (دوستی) نہیں۔ بلکہ وہ تو ہر حال میں اس سے باہر نکل چکا ہے۔"

ابو السعود نے (تفسیر ابی السعود میں ۲۱/۵۲۳) میں فرمایا کہ:

آیت:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ﴾

ترجمہ:"اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کی کسی جماعت کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد مرتد کافر بنادیں گے۔" (سورۃ آلِ عمران۔۱۰۰)

اور (ایمان سے) سے ردّت کو اُنکے صرف ایک فریق کی اطاعت سے معلّق کرنا، دراصل اُنکی اطاعت سے ڈرانے کے لیئے اور اُنکے ساتھ کو مکمّل طور پر چھوڑنے پر آمادہ کرنے کے لیئے مبالغہ کے طور پر کہا گیا۔ کیونکہ اس میں قوّت ہوتی ہے کہ جب یہ کہا جائے کہ کسی فریق کی بھی اطاعت نہ کرو۔ لہٰذا، یہ فعل مطلق طور پر آیا ہے۔ اور اس سے متعلقہ معمول کا حذف ہونا عمومیت پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا، آیتِ کریمہ تمام حالات میں اور زندگی کے تمام شعبوں میں اہل کتاب کی اطاعت سے شدید ترین تنبیہ کرتی ہے، تو پھر دوسرے کفّار کے بارے میں تو اس سے بھی زیادہ سخت ہوگی۔

الشیخ سلیمان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب (الدلائل فی حکم موالاۃ اہل الاشراک) کے صفحہ ۳۳ پر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

آیت: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنقَلِبُوا خَاسِرِينَ﴾

ترجمہ: "اے ایمان والو! اگر تم کافروں کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل پلٹا دیں گے، (یعنی تمہیں مرتد بنا دیں گے) پھر تم نامراد ہو جاؤ گے۔" (سورۃ آلِ عمران۔۱۴۹)

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اگر مؤمنوں نے کفّار کی اطاعت کی، تو یہ بات ضروری ہے کہ وہ انہیں اسلام سے انکی ایڑیوں پر پھیر دیں گے۔ کیونکہ وہ کفر کے علاوہ اُن سے قائل نہیں ہوتے۔ اور یہ خبر دی کہ اگر انہوں نے ایسا کیا، تو وہ دنیا و آخرت میں گھاٹا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اور خوف کی وجہ سے بھی انکی اطاعت اور موافقت کی اجازت نہیں دی۔ اور یہی حقیقت ہے کیونکہ وہ (کفّار) اُن سے موافقت کرنے والوں سے قائل ہی نہیں ہوتے ماسوائے اس کے کہ اُن کے حق پر ہونے کی گواہی دی جائے اور مسلمانوں کے خلاف بغض و عداوت کا اظہار کیا جائے۔

الشیخ محمد الامین الشنقیطی نے (اضواء البیان) کتاب (۴/۸۳) میں کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

آیت:﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾

ترجمہ:"اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ کام نافرمانی کا ہے اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں ڈالتے ہیں تاکہ یہ تم سے جدال کریں اور اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ گے۔" (سورۃ الانعام۔۱۲۱)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے صراحت کردی کہ جب ان (مسلمانوں) نے اُن (کفّار) کی حلال وحرام میں موافقت کی، تو یوں اُن کفار کی اطاعت کرکے مشرک ہو گئے۔

الشیخ حمد بن عتیق (ہدایۃ الطریق) صفحہ نمبر ۱۹۔۷۷ پر فرماتے ہیں کہ:

"رہی کفّار ومشرکین کی دشمنی، تو جان لیجیئے کہ بلاشبہ اللہ تعالی نے اسے واجب ترین قرار دیا اور اس پر عمل کی سخت تاکید کی۔ اور انکی دوستی کو حرام قرار دیا کہ اور اس میں اتنی سختی ہے کہ حتیٰ کہ اللہ تعالی کی کتاب میں توحید کے وجوب اور اسکی ضد کی حرمت کے بعد کوئی دوسرا ایسا حکم نہیں کہ جس بارے میں اس حکم سے زیادہ دلیلیں ہوں یا زیادہ واضح ہو۔"

پھر انہوں نے کہا؛ ابنِ کثیر نے فرمایا:

بلاشبہ زمین میں فساد کے اسباب میں سے ایک مؤمنوں کا کفّار کو دوست بنانا ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

آیت:﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ﴾

ترجمہ:"کافر آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، اگر تم نے ایسانہ کیا تو ملک میں فتنہ ہو گا اور زبردست فساد ہو جائے گا۔" (سورۃ الانفال۔۷۳)

لہٰذا، مؤمنوں اور کفّار کے درمیان موالاۃ (دوستی) کو ختم کر دیا۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

آیت:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ ---﴾

ترجمہ:"اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ،----"(سورۃ النساء۔۱۴۴)

پھر کہا:

فصل: یہاں کئی ایسے اُمور ہیں کہ جن کی تنبیہ ضروری ہے۔ اور ان کا اہتمام واجب ہے تاکہ اس کے فاعل کے لیئے مشرکوں کے دین سے بچنا ممکن ہو۔

پہلا معاملہ: اُن (کفّار) کی خواہشات کی پیروی ترک کرنا، اس لیئے اللہ تعالی نے اُن کی پیروی سے منع فرمایا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

آیت:﴿وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۗ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾

ترجمہ: ''آپ سے یہود و نصاریٰ ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے اور اگر آپ نے باوجود اپنے پاس علم آجانے کے، پھر ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو اللہ کے پاس آپ کا نہ تو کوئی ولی ہوگا اور نہ مددگار۔'' (سورۃ البقرۃ۔۱۲۰)

شیخ الاسلام نے کہا کہ غور کیجیئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس خبر میں کس طرح کہا کہ (ملتهم) اور نہی منع کرنے کے بارے میں فرمایا (اهواء هم) کیونکہ وہ قوم تو صرف اپنی ملّت کی مطلق طور پر پیروی کرنے ہی میں راضی ہوتے ہیں۔ اور اُنکی کم یا زیادہ خواہشات میں پیروی سے سرزنش کی ہے۔

دوسرا معاملہ: جس چیز کا وہ حکم دیں، اُسکی معصیت کرنا۔ اس لیئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کُفّار کی اطاعت سے منع کیا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ اگر مسلمانوں نے اُن (کُفّار) کی اطاعت کی، تو وہ اُنہیں (مسلمانوں) کو ایمان سے کفر و خسارے کی طرف پھیر دیں گے۔ سو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

آیت:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کی کسی جماعت کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد مرتد کافر بنا دیں گے۔'' (سورۃ آلِ عمران۔۱۰۰)

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

آیت:﴿۔۔۔ وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا﴾

ترجمہ: "۔۔۔ دیکھ اس کا کہنا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے۔" (سورۃ الکہف۔ ۲۸)

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

آیت: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾

ترجمہ: "اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ کام نافرمانی کا ہے اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں ڈالتے ہیں تاکہ یہ تم سے جدال کریں اور اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ گے۔" (سورۃ الانعام۔۱۲۱)

تیسرا معاملہ: کفّار اور ظالموں کی طرف جھکاؤ کو چھوڑ دینا۔ اس لیئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس سے منع فرمایا:

آیت: ﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ﴾

ترجمہ: "دیکھو ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکنا ورنہ تمہیں بھی (دوزخ کی) آگ لگ جائے گی اور اللہ کے سوا اور تمہارا مددگار نہ کھڑا ہو سکے گا اور نہ تم مدد دیئے جاؤ گے۔" (سورۃ ہود۔۱۱۳)

تو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ظالموں کی طرف جھکنے سے منع فرمایا اور اُس پر آگ کے عذاب اور عدم نصرت کی وعید سنائی۔ جبکہ ظلم کی سب سے بڑی قسم شرک ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

آیت:﴿۔۔۔ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾

ترجمہ:"۔۔۔بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔" (سورۃ لقمان۔۱۳)

لہٰذا، جو کوئی مشرکوں کی جانب جھکا یعنی اُن کی طرف مائل ہوا اور اُنکے اعمال میں سے کسی بھی چیز سے راضی ہوا، تو وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے آگ کا عذاب دے اور یہ کہ اُسے دنیا وآخرت میں تنہا چھوڑ دے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

آیت:﴿وَلَوْلَا أَن ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدتَّ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا، إِذًا لَّأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا﴾

ترجمہ:"اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو بہت ممکن تھا کہ ان کی طرف قدرے قلیل مائل ہو ہی جاتے، یہ تو آپ کے قدم اس سرزمین سے اکھاڑنے ہی لگے تھے کہ آپ کو اس سے نکال دیں۔ پھر یہ بھی آپ کے بعد بہت ہی کم ٹھہر پاتے۔" (سورۃ الِاسراء۔۷۴، ۷۵)

لہٰذا، اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اگر اُسکی طرف اپنے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ثابت قدمی نہ ہوتی، تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم مشرکوں کی جانب تھوڑا سا مائل ہو جاتے۔ اور اگر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم اُن (مشرکوں) کی طرف جھک جاتے، تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دنیا وآخرت میں دوگنا عذاب ضرور دیتے۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ثابت قدم رکھا۔ لہٰذا، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم اُن (مشرکوں) کی طرف نہ جھکے بلکہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُن (مشرکوں) سے دشمنی کی اور اُن (مشرکوں) سے ہاتھ روک لیا۔ لیکن بات یہ ہے کہ جب نبی صلّی اللہ

علیہ وسلّم کی عصمت کے باوجود اس شدّت کا خطاب تھا، تو پھر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی اور تو اس کا زیادہ مستحق ہے۔

چوتھا معاملہ: اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی محبّت کو چھوڑنا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

آیت:﴿لَّا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ ---﴾

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہر گز نہ پائیں گے گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ (قبیلے) کے (عزیز) ہی کیوں نہ ہوں۔---- "(سورۃ المجادلۃ۔۲۲)

شیخ الاسلام نے کہا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ ایسا کوئی مؤمن موجود نہیں کہ جو اللہ اور اسکے رسول کے دشمن سے محبت کرتا ہو خواہ وہ انکے باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ اور نہ کوئی ایسا مؤمن موجود ہے کہ جو کافر سے محبّت کرتا ہو۔ تو، جو کوئی کافر سے محبّت کرتا ہے وہ مؤمن ہی نہیں۔

میں نے کہا: جب ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ نے ایمان کی نفی کر دی کہ جو اللہ اور اسکے رسول کے دشمن اپنے باپ، بھائی اور برادری سے محبت کرتا ہے، تو جو شخص دور کے کفّار سے محبّت کرتا ہے وہ تو یقیناً مؤمن نہیں ہو گا۔

میرے بھائی۔۔۔ اللہ آُپ کی حفاظت کرے! کیا آپ نے اس عظیم مسئلے پر علماء کے ان دلائل پر غور کیا! کہ جس کا میں نے آُپ کے سامنے بہت ہی معمولی سا حصّہ پیش کیا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ جو کچھ میں نے نقل کیا ہے وہ کافی ہے۔ لہٰذا، چونکہ لوگ اس زمانے میں الولاء والبراء کے اُصول سے سستی کرتے ہیں اور اِس کے ساتھ سربلند نہیں کرتے اور اس بات سے جاہل ہیں کہ یہ دین کا حصّہ ہے۔ اللہ کی

قسم، اگر لوگوں کے دل اللہ کی محبّت سے بھر جائیں، تو ان میں اس چیز کی ہر گز جگہ باقی نہ رہے کہ جو اللہ کی محبت اور جس شخص اور جس چیز سے اللہ محبت کرتا ہے، اُس کے منافی ہو۔ لیکن بات یہ ہے کہ دل پتّھر بن چکے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت۔ لہٰذا، دیکھیئے کہ عظیم ترین مخلوقات نے کُفّار کی دوستی، محبّت اور اُنکی مدد، اُنکے ساتھ کھڑے ہونے، اُن سے تعزیّت کرنے اور اُنکے مصائب پر اُن سے اظہار افسوس تو درکنار اُن کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان میں کہے ہوئے بعض اقوال کو بھی برداشت نہیں کیا اور قریب تھا کہ تباہ ہو جائیں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

آیت:﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ، لَّقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ، تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ، أَن دَعَوْا لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدًا ، وَمَا يَنبَغِي لِلرَّحْمَٰنِ أَن يَتَّخِذَ وَلَدًا﴾

ترجمہ: ”ان کا قول تو یہ ہے کہ اللہ رحمٰن نے بھی اولاد اختیار کی ہے، یقیناً تم بہت بری اور بھاری چیز لائے ہو، قریب ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں، کہ وہ رحمان کی اولاد ثابت کرنے بیٹھے، شان رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ اولاد رکھے۔“ (سورۃ مریم۔۸۸ تا ۹۲)

غور کیجیئے کہ کس طرح یہ عظیم ترین مخلوقات، کُفّار کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان وشوکت کے خلاف بدترین قول کے سبب تباہ ہونے اور ختم ہونے کے قریب ہو گئیں۔ سو وہ (کُفّار) تو بہتان تراش اور کھلے کفر والے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا:

آیت:﴿۔۔۔إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ۔۔۔﴾

ترجمہ: ”۔۔۔ جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم تونگر ہیں۔۔۔۔“ (سورۃ آل عمران۔۱۸۱)

اور انہوں نے کہا:

آیت:﴿۔۔۔یَدُ اللّٰہِ مَغۡلُوۡلَۃٌ ۚ۔۔۔﴾

ترجمہ:"۔۔۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔۔۔۔" (سورۃ المائدۃ۔ ۶۴)

اور کہا:

آیت:﴿وَقَالَتِ الۡیَہُوۡدُ عُزَیۡرُۨ ابۡنُ اللّٰہِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ اللّٰہِ ؕ ۔۔۔﴾

ترجمہ:"یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔۔۔۔" (سورۃ التوبۃ۔ ۳۰)

اور کہا:

آیت:﴿۔۔۔ اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ ۔۔۔﴾

ترجمہ:"۔۔۔ اللہ تین میں کا تیسرا ہے،۔۔۔۔" (سورۃ المائدۃ۔ ۷۳)

اور کہا:

آیت:﴿۔۔۔ اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ ؕ ۔۔۔﴾

ترجمہ:"۔۔۔ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے،۔۔۔۔" (سورۃ المائدۃ۔ ۱۷)

اُنکا یہ قول تو صرف اللہ تعالیٰ کے حق میں ہے جبکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں تو اُن کے بہت زیادہ اقوال ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نبیوں اور اُسکے رسول کریم کے صحابہ کے بارے میں اُن کے اقوال لاتعداد وبے شمار ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان میں کہے گئے اُن کے یہ تمام اقوال کہ جن کی بدولت آسمان گرنے کے قریب ہوگئے، زمین پر زلزلہ آنے کے قریب ہوا اور وہ پھٹنے کے قریب ہوگئی جبکہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہونے کے قریب ہوگئے، مگر اب تک یہود ونصاریٰ اور دوسرے کُفّار یہ اعتقادات رکھتے اور اُنہیں دہراتے ہیں بلکہ وہ تو اس سے بھی زیادہ سخت اور بری بات کہتے ہیں۔ اس سب کے باوجود آپ کو ایسے مسلمان بھی ملیں گے کہ جو ان سے محبت کرتے، اُن کی مدد کرتے، اُن کے غمگسار بنتے، اُن کی خوشیوں پر خوش ہوتے اور جب اُن پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سزا آئے، تو یہ اُن کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ سو، مسلمانوں کے دل تو گونگے پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہوگئے ہیں۔

حالانکہ اگر دل، اللہ تعالیٰ سے حقیقی محبّت کرنے لگیں اور اسلام کے ساتھ صحیح معنوں میں راضی ہوں، تو اُن میں کفّار کی آوازیں سننے یا اُنکی طرف دیکھنے کی ہمّت ہی نہ رہے۔ اُن کی تعزیّت کرنا، اُنکے لیئے خون کے عطیات دینا، اُنکی غمگساری ومدد کرنا اور مسلمانوں کے خلاف اُنکی حمایت کرنا اور دہشت گردی (جہاد) کے خلاف اُن کی صفوں میں کھڑے ہونا تو دور کی بات ہے۔ کیونکہ ایسے تمام کام صرف کسی ایسے بیمار دل سے ہی صادر ہوسکتے ہیں کہ جو نہ تو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور نہ ہی اُس سے دشمنی کرتا ہے کہ جس سے اُس کے حبیب کی دشمنی ہو۔ اور نہ ہی وہ لا الٰہ الّا اللہ کا معنی جانتا ہے اور نہ اُس پر عمل کرتا ہے۔ لہٰذا، اُنکے نزدیک تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو گالی دینے والا، اُسکی تعریف کرنے والے کے مانند ہے اور کفر کرنے والا ایمان لانے والے کی مانند ہے۔ ولا حول ولا قوّۃ الّا باللہ

کفّار کی نُصرت کا معنی جس سے مولوی غافل بن گئے

الشیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے "عقیدۃ الموٴحدین" کے صفحہ ۴۵۷ پر نواقضِ اسلام (دائرہ اسلام سے خارج کرنے والے اُمور) کو شمار کرتے ہوئے کہا:

آٹھواں: "مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کی نصرت واعانت کرنا۔"

اس کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے یہ فرمان ہے کہ:

آیت: ﴿۔۔۔ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

ترجمہ: "۔۔۔ تم میں سے جو بھی ان میں کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہی میں سے ہے، ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہر گز راہ راست نہیں دکھاتا۔" (سورۃ المائدہ۔۵۱)

(مختار الصحاح) میں فرمایا:

(الظھیر ۔۔۔ نصرت کرنے والا) کا مطلب (المعین ۔۔۔ اعانت کرنے والا) اور اسی سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان کہ:

آیت: ﴿۔۔۔ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ﴾

ترجمہ: "۔۔۔ اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں۔" (سورۃ التحریم۔ ۴)

اور ظاہر، باطن کے اُلٹ ہے۔ اور (ظَھَر الشّيء ۔۔۔ یعنی واضح ہوئی)اور (ظَھَر علی فُلان ۔۔۔ یعنی اُس پر غالب آیا) اور (اَظھَرَ الشيء ۔۔۔ یعنی اُسے واضح کیا)اور (اَظھَرَ) کا یہ معنی بھی ہے کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ اور (المظاھرہ ۔۔۔ یعنی معاونت) اور (التظاھر ۔۔۔ یعنی التعاون) اور (استظھر بہ۔۔۔ یعنی اس سے تعاون طلب کرنا) اور (الظِھَارۃ۔۔۔ باطن چیز کے اُلٹ ہے)۔

الشیخ سلیمان بن عبد اللہ بن الشیخ محمد بن عبد الوہاب (اللہ، ان سب پر رحم فرمائے) نے (مجموعۃ التوحید) میں فرمایا(اللہ، آپ پر رحم فرمائے):

"مشرکوں کے خوف سے اور اُنکے شَر سے بچنے کے لیئے اُنکی چاپلوسی کرنا اور اپنے باطن کو چھپا کر اُنکے دین سے موافقت ظاہر کرتا ہے، تو وہ بھی اُنہی کی مانند کافر ہے۔ خواہ وہ اُنکے دین سے نفرت کرے، اُن سے بغض رکھے اور اسلام اور مسلمانوں سے محبت کرے۔ یہ تو صرف اتنی سی بات پر ہے، تو پھر اُس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جو کافر طاقت کے ملک میں ہو اور اُن سے قوّت پکڑے اور اُنکے باطل دین پر موافقت ظاہر کرے اور اُنکی مال ونُصرت سے اعانت کرے اور اُن سے دوستی کرے جبکہ اپنے اور مسلمانوں کے درمیان دوستی کو ختم کر دے اور مزاروں، شرک اور اُسکے ماننے والوں کا سپاہی بن جائے۔ حالانکہ اس سے قبل وہ اخلاص و توحید اور اُسکے ماننے والوں کا سپاہی تھا، تو اس میں کوئی مسلمان شک نہیں کرے گا کہ ایسا شخص کافر ہے اور یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اُسکے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دشمنی میں تمام لوگوں سے شدید تر ہے۔ اور اس (شرعی) حکم سے صرف ایسا مجبور شخص ہی مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے کہ جس پر مشرک غالب آجائیں اور اسے کہیں کہ کُفر کا ارتکاب کر یا یہ کام کر ورنہ ہم تیرے ساتھ یہ سلوک کریں گے یا تجھے قتل کر ڈالیں گے یا اُسے پکڑ کر اُس پر تشدّد کریں حتیٰ کہ وہ اُن کی بات مان لے، تو اس صورت میں دل ایمان پر مطمئن ہونے کے ساتھ صرف زبان سے موافقت کرنا اُس کے لیئے جائز ہے۔

علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص ٹھٹھہ، مذاق کی حالت میں کُفر بولے گا، تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ تو، پھر اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جو خوف اور دنیا کی لالچ میں کُفر کا اظہار کرے؟ اور میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مدد واعانت سے بعض دلیلیں پیش کرتا ہوں۔) (۱/۳۰۲)

پھر آپ نے اکّیس (۲۱) دلیلیں پیش کیں اور تیرہویں (۱۳) دلیل میں آپ کا یہ فرمان آیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان:

آیت: ﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ﴾

ترجمہ: "دیکھو ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکنا ورنہ تمہیں بھی (دوزخ کی) آگ لگ جائے گی اور اللہ کے سوا اور تمہارا مددگار نہ کھڑا ہو سکے گا اور نہ تم مدد دیئے جاؤ گے۔ "(سورۃ ہود۔ ۱۱۳)

لہٰذا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ذکر کر دیا کہ کفّار اور ظالموں کی طرف جھکاؤ، آگ کے چھونے کا باعث ہے۔ اور اُن سے خوفزدہ اور دوسروں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ماسوائے مجبور کے۔ تو پھر اُس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو اُن کے دین کی طرف جھکاؤ کرے اور اچھی رائے دے کر اور اپنی استطاعت کے مطابق رائے دے اور مال کے ساتھ اُنکی اعانت کرے اور توحید اور اُسکے ماننے والوں کے زوال اور اُن پر مشرکوں کے غلبے کو پسند کرے؟ سو، بلاشبہ یہ تو سب سے بڑا کُفر اور جھکاؤ ہے۔

اور چودھویں (۱۴) دلیل میں فرمایا:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

آیت:﴿مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ، ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾

ترجمہ: "جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو، مگر جو لوگ کھلے دل سے کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لیے بہت بڑا عذاب ہے، یہ اس لیے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ محبوب رکھا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راہ راست نہیں دکھاتا۔"
(سورۃ النحل۔۱۰۶،۱۰۷)

تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تبدیل نہ ہونے والا فیصلہ صادر فرمایا کہ جس نے اپنے دین سے کُفر کی طرف رجوع کیا وہ کافر ہو گیا خواہ اُسکے پاس جان ومال اور اہل وعیال کے خوف کا عذر ہو یا نہ ہو اور خواہ اُس نے اپنے فعل سے کُفر کیا یا اپنے قول سے یا دونوں کے ساتھ۔ اور خواہ مشرکوں سے ملنے والی طمع (لالچ) میں کیا یا اُسکے بغیر۔ بہر حال، وہ کافر ہے ماسوائے اُس کے کہ وہ مجبور ہو۔ اور وہ ہماری لغت میں (جَبر) کیا گیا ہے۔ لہٰذا، اگر انسان کو کُفر پر مجبور کیا گیا ہو اور اُسے کہا گیا ہو کہ کُفر کرو ورنہ ہم تجھے قتل کر دیں گے یا تشدّد کریں گے یا مُشرک اُسے پکڑ لیں اور اُس پر تشدّد کریں اور اُس کے لیئے اُنکی موافقت کیئے بغیر نجات ممکن نہ ہو، تو ایسی صورت میں اُس کے لیئے ظاہری طور پر اُنکی موافقت کو اختیار کرنا جائز ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ اُس کا دل ایمان سے مطمئن ہو یعنی اُس پر ثابت رہے اور اُسی پر اُس کا اعتقاد ہو۔ لیکن اگر وہ دلی طور پر اُنکی موافقت کرتا ہے، تو وہ کافر ہے خواہ وہ مجبور ہی ہو۔

امام احمد کے کلام سے ظاہر ہے کہ پہلی صورت میں۔ یعنی اُنکے اُسے یہ کہنے کہ کفر کرو ورنہ ہم تجھے قتل کر دیں گے یا تجھ پر تشدّد کریں گے۔ اس وقت تک وہ شخص (مکروہ) مجبور شمار نہیں ہو گا، جب تک کہ مشرک اُس پر تشدّد نہ کریں۔

لٰہذا، اُن (امام احمد) کے پاس یحیٰ بن معین اُنکی بیماری کی حالت میں آئے اور انہیں سلام کیا، تو آپ نے اُنکے سلام کا جواب نہیں دیا، تو وہ (یحیٰ بن معین) عذر کرنے لگے اور حدیثِ عمّار اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس فرمان کا ذکر کرنے لگے:

آیت:﴿۔۔۔ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ ۔۔۔﴾

ترجمہ:"۔۔۔ بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو، ۔۔۔" (سورۃ النحل۔۱۰۶)

تو، امام احمد نے اپنا چہرہ دوسری جانب پھیر لیا، تو یحیٰ بن معین نے کہا کہ (آپ عذر قبول نہیں کرتے)۔ تو جب یحیٰ بن معین چلے گئے، تو امام احمد نے فرمایا کہ: (حدیثِ عمّار کو حجّت بناتے ہیں جبکہ حدیثِ عمّار تو یہ (کہتی ہے):

"میں (عمّار) اُن کے پاس سے گزرا، تو وہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو گالیاں دے رہے تھے، تو میں نے اُنہیں (اس سے) منع کیا، تو اُنہوں نے مجھ پر تشدّد کیا۔"

جبکہ تمہیں تو صرف یہ کہا گیا کہ: (ہم تم پر تشدّد کرنا چاہتے ہیں)۔ تو یحیٰ بن معین نے کہا کہ:

"اللہ کی قسم۔۔۔ میں نے آسمان کے نیچے آپ (امام احمد) سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں پایا۔"

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبر دی کہ کھلے دلوں سے کُفر کرنے والے اِن مرتد لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور اِن کے لیئے عذابِ عظیم ہے خواہ وہ حق پر یقین ہی رکھتے ہوں اور کہتے ہوں کہ ہم نے تو صرف خوف کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ اس پر کفر اور عذاب کا سبب شرکیہ اعتقاد یا توحید سے جہالت یا دین سے بغض یا کُفر سے محبت نہیں بلکہ اس کا سبب تو اس شخص کا دنیا کا نصب (حصّہ) تھا کہ جسے اس نے دین اور ربّ العالمین کی رضا پر ترجیح دی۔ لہذا، فرمایا:

آیت:﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾

ترجمہ: "یہ اس لیے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ محبوب رکھا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راہ راست نہیں دکھاتا۔" (سورۃ النحل۔۱۰۷)

تو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُنہیں کافر قرار دیا اور یہ خبر دی کہ وہ اُنہیں دنیا کی محبّت کا بہانہ کرنے کی وجہ سے ہدایت نہیں دے گا۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ خبر بھی دی کہ یہ وہ مرتد ہیں کہ جن کے دنیا کو آخرت کے مقابلے میں زیادہ محبوب بنانے کے سبب اُنکے دلوں، اُنکے کانوں اور اُنکی آنکھوں پر مُہریں لگ گئیں ہیں اور بلاشبہ وہی غافل لوگ ہیں۔ اور پھر یہ یقینی خبر تاکیداً دی کہ بلاشبہ وہی لوگ آخرت میں گھاٹا پانے والے ہیں۔

الشیخ حمد بن عتیق نے (مجموعۃ الوحید ۱/۳۲۴) میں اپنے زمانے کی اُمّت کی حالت اور فتنوں اور مشرکوں کے مسلمانوں کی سرزمین میں داخل ہونے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

لوگوں کی کئی قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: دینِ اسلام کے مددگار اور اِس کے لیئے پوری محنت کے ساتھ کوشش کرنے والے۔ لیکن یہ ہیں تو تعداد میں کم لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں اِنکا بڑا اجر ہے۔

دوسری قسم: اسلام والوں کو بے یار ومددگار چھوڑنے والے اور اُنکی اعانت ترک کرنے والے۔

تیسری قسم: مشرکوں کے گروہ کی مدد اور اُنکو مشورے دے کر، شریعتِ اسلام سے خارج لوگ۔

الطبرانی نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

”جس نے باطل والے کی اعانت کی تاکہ اُس کے باطل کے ساتھ حق کا خاتمہ کیا جاسکے، تو اُس سے اللہ تعالیٰ اور اُس کے نبی کا ذمہ بری ہو گیا۔“

لہٰذا، اے اللہ کے بندے۔۔۔ غور کرو کہ اِن میں سے تو کس قسم میں ہے؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے (مجموعۃ التوحید ۱/۳۶۴) میں فرمایا:

رہا مسئلہ کسی آدمی کے مشرکوں کی موافقت اور اُنکی اطاعت کا اظہار کرنے میں عُذر کا، تو جان لیجئے کہ مشرکوں سے موافقت کے اظہار کی تین حالتیں ہیں۔

پہلی حالت: یہ کہ ظاہر و باطن میں اُن (مشرکین) کی موافقت کرے اور اپنے ظاہر میں اُنکی پیروی کرنے لگے اور اُنکی طرف مائل ہو جائے اور اپنے باطن میں اُن (مشرکین) سے محبّت کرے، تو یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج، کافر ہے خواہ اس پر مجبور کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو۔ اور یہی وہ شخص ہے کہ جس کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

آیت: ﴿۔۔۔ وَلَٰكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

ترجمہ: ”مگر جو لوگ کھلے دل سے کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“ (سورۃ النحل۔۱۰۶)

دوسری حالت: یہ کہ باطن میں وہ اُنکی موافقت کرے اور اُنکی طرف مائل ہو مگر ظاہر میں اُنکا مخالف ہو، تو ایسا شخص بھی کافر ہے۔ لیکن اگر وہ ظاہری طور پر اسلام پر عمل کرے، تو اسکا مال وخون محفوظ ہو جائے گا۔ جبکہ وہ منافق ہو گا۔

تیسری حالت: یہ کہ وہ ظاہر میں تو اُنکی موافقت کرے مگر باطن میں اُنکا مخالف ہو۔ اس کی دو شکلیں ہیں۔

پہلی شکل: یہ کہ ایساوہ اس لیئے کرتا ہے کہ وہ اُن (مشرکین) کی گرفت میں ہے جس کے ساتھ وہ تشدّد کرنے اور قید کرنے اور قتل کی دھمکی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ: تو، ہماری موافقت کر اور ہماری اطاعت کر ورنہ ہم تجھے قتل کر دیں گے۔ تو، اس صورتحال میں اُس کے لیئے ظاہری طور پر اُن (مشرکین) کی موافقت کرنا جائز ہے مگر اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ جیسا کہ عمّار رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا، تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

آیت: ﴿۔۔۔ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ ۔۔۔﴾

ترجمہ: ”۔۔۔ بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو، ۔۔۔“ (سورۃ النحل۔۱۰۶)

اور جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

آیت: ﴿۔۔۔ إِلَّا أَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً ۗ ۔۔۔﴾

ترجمہ: ”۔۔۔ مگر یہ کہ ان کے شر سے کسی طرح بچاؤ مقصود ہو، ۔۔۔“ (سورۃ آلِ عمران۔۲۸)

لہٰذا، یہ دونوں آیتیں، اس شرعی حکم پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ ابنِ کثیر نے آلِ عمران کی آیت کی تفسیر میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

دوسری شکل: یہ کہ وہ ظاہر میں اُن (مشرکین) کی موافقت کرے گا مگر باطن میں اُن کے مخالف ہو جبکہ وہ اُن کی گرفت میں نہ ہو بلکہ ایسا کرنے پر اُسے کسی عہدے یامال کی لالچ یا وطن یا اہل وعیال کی چاہت نے اُکسایا ہو یا مستقبل میں ہونے والے واقعات کے خوف نے۔

تو، اس صورت میں وہ مرتد ہو گا اور اُسے باطنی طور پر اُنکی مخالفت کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا اور ایسا شخص اُن لوگوں میں سے ہے کہ جن کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

آیت: ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾

ترجمہ: "یہ اس لیے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ محبوب رکھا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راہ راست نہیں دکھاتا۔" (سورۃ النحل۔۱۰۷)

سو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُنہیں خبر دے دی کہ اُنہیں کفر پر جہالت یا (ایمان) سے بغض نے نہیں اُبھارا اور نہ باطل سے محبّت نے بلکہ یہ تو اُن کا دنیا کا ایک نصیب تھا کہ جسے اُنہوں نے آخرت پر ترجیح دی۔

یہ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب (رحمہ اللہ تعالیٰ وعفاعنہ) کے کلام کا معنی ہے۔

اور رہا بہت سے لوگوں کا بہانے بنانے کا، تو یہ بلاشبہ شیطان کی طرف سے مزیّن اور گمراہ کن ہے۔ اور اس طرح تو بعض لوگوں کو اگر شیطان کے چیلوں نے ایسا خوف دلایا کہ جس کی کوئی حقیقت ہی نہ ہو، تو وہ گمان کریں گے کہ اس وجہ سے تو ان کے لیئے مشرکوں کی موافقت کا اظہار اور اُنکی اطاعت جائز

ہو گئی اور کچھ دوسرے لوگوں کے لیئے شیطان نے کسی دنیاوی طمع کو مزیّن کر دیا، تو وہ بھی خیال کرنے لگیں کہ اُن کے لیئے اس وجہ سے مشرکوں کی موافقت جائز ہو گئی۔ اور جاہل ترین لوگوں کو یہ شبہ ہو گیا کہ وہ مجبور ہیں حالانکہ علماء نے مجبوری کی صفت بیان کر دی ہے۔

شیخ الاسلام ابنِ تیمیۃ رحمہ اللہ نے فرمایا:

"میں نے مذاہب میں غور کیا، تو مجھے پتہ چلا کہ مجبوری، مجبور کیئے گئے شخص کی حالت کے مطابق ہوتی ہے۔"

لہٰذا، کُفریہ کلمات کہنے کی وہ مجبوری معتبر نہ ہو گی جو کہ ہَبہ وغیرہ کرنے کی مجبوری معتبر ہوتی ہے۔ لہٰذا، امام احمد نے ایک سے زیادہ موقع پر دلیل دی کہ کُفر کی مجبوری تو تشدّد یا قید کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں اور صرف کلام مجبوری نہیں۔ اور آپ (امام احمد) نے یہ بھی لکھا کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو اپنی کمزوری کے سبب اپنے مہر کا حق ہَبہ کر دے، تو اُسے حق حاصل ہے کہ وہ اسے واپس لے لے کیونکہ وہ تو اُسے یہ (حق) صرف اُسی صورت میں ہَبہ کرتی ہے کہ جب اُسے ڈر ہو کہ وہ اُسے طلاق دے دے گا یا اُس سے برا سلوک کرے گا۔ سو، آپ (امام احمد) نے طلاق یا برا سلوک کے خوف کو مجبوری قرار دیا۔ اور ایک جگہ پر آپ (امام احمد) ہی کے الفاظ ہیں: "کیونکہ اُس نے اِس عورت کو مجبور کیا۔ لیکن اِس طرح کی مجبوری کُفر کرنے میں نہیں چلے گی۔ لہٰذا، اگر کوئی قیدی کفّار سے اس بات سے ڈرے کہ وہ اس کی شادی نہیں کریں گے یا یہ کہ وہ اس کے اور اِس کی بیوی کے درمیان حائل ہوں گے، تو اِس وجہ سے اِس کے لیئے کُفریہ بات کہنا جائز نہیں۔" اَ۔ھ

اور اس کا مقصد یہ ہے کہ کُفریہ بات کی مجبوری تشدّد یا قتل کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ اور یہ کہ صرف کلام مجبوری نہیں۔ اور اسی طرح یہ خوف کہ کفّار اُسکے اور اُسکی بیوی کے درمیان رکاوٹ بنیں گے، مجبوری نہیں۔ تو جب آپ کو اس کا علم ہو جائے، تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ بہت سے لوگوں سے کیا کچھ سرزد ہو رہا ہے۔ آُپ کے لیئے اِس کی وضاحت نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ فرمان کر رہا ہے:

الحدیث:"بدأ الإسلام غریباً، وسیعود غریباً کما بدأ۔ "

ترجمہ:"اسلام اجنبی حالت میں شروع ہوا اور دوبارہ اجنبی ہو جائے گا جیسا کہ شروع میں تھا۔ "

سو، وہ اجنبی ہو چکا اور اس سے بھی زیادہ اجنبی وہ ہے جو اسلام کی حقیقت کو جان لے اور سب کام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق سے ہی ہوتے ہیں۔ اَ۔ھ۔ آپ رحمۃ اللہ کی بات ختم ہوئی۔

شیخ الاسلام ابنِ تیمیۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے (مجموع الفتاویٰ ۵۳۹/۲۸) میں کہا کہ:

"اگر سلف صالحین نے مانعین زکوٰۃ کو مرتد کا نام دیا، اسکے باوجود کہ وہ نماز پڑھتے، روزے رکھتے اور مسلمانوں کی جماعت کے خلاف لڑتے بھی نہیں تھے، تو پھر اُس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جو اللہ اور اُسکے رسول کے دشمنوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑنے والا ہو؟"

الشیخ محمد بن عبد الوہاب نے (الرسائل الشخصیۃ) کے صفحہ نمبر ۲۷۲ پر فرمایا کہ:

"کسی مسلمان کے اللہ کے ساتھ شرک کرنے یا مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کے ساتھ شامل ہونے (خواہ اس نے شرک نہ ہی کیا ہو) کی وجہ سے اُس کے کافر ہونے پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلام اور اُسکے رسول کے فرمان اور معتبر علماء کے اقوال میں سے بے شمار دلیلیں ہیں۔"

الشیخ سلیمان بن عبد اللہ محمد بن عبد الوہاب نے (مجموعۃ التوحید) کے صفحہ ۲۳۶ پر مشرکوں کو دوست بنانے والے کے خلاف دلیلوں کا ذکر کرتے کہا:

چھٹی دلیل: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

آیت:﴿۔۔۔ أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾

ترجمہ:"۔۔۔ ہم اپنی جگہ کمزور اور مغلوب تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم ہجرت کر جاتے؟ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ پہنچنے کی بری جگہ ہے۔"(سورۃ النساء۔۹۷)

یعنی تم کس فریق میں تھے یعنی مسلمانوں کے فریق میں یا مشرکوں کے فریق میں؟ تو انہوں نے کمزور ہونے کا بہانہ کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ وہ مسلمانوں کے فریق میں نہیں تھے، تو فرشتوں نے اُن کا یہ عُذر قبول نہ کیا اور کہا کہ:

آیت:﴿۔۔۔ أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾

ترجمہ:"۔۔۔ ہم اپنی جگہ کمزور اور مغلوب تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم ہجرت کر جاتے؟ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ پہنچنے کی بری جگہ ہے۔" (سورۃ النساء۔۹۷)

اور کوئی عاقل آدمی اس بات میں شک نہیں کرتا کہ جو ملک مسلمانوں سے نکل کر مشرکوں کے ساتھ مل گئے اور اُنکے فریق اور اُنکی جماعت میں شامل ہوگئے، اس کے باوجود کے یہ آیت تو مکّہ کہ اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ جو اسلام لائے مگر ہجرت کرنے سے رک گئے، تو جب مشرکینِ مکّہ، بدر کے لیئے نکلے، تو اُنہوں نے ان کو اپنے ساتھ نکلنے پر مجبور کیا، تو وہ ڈرتے ہوئے نکلے، تو مسلمانوں نے بدر کے روز اِن (مکّہ والے مسلمانوں) کو قتل کر دیا، تو جب اُنہیں (مسلمانوں کو)، اِن (مکّہ والے

مسلمانوں) کے قتل کا علم ہوا، تو وہ افسوس کرنے لگے کہ ہم نے تو اپنے بھائیوں کو قتل کر ڈالا۔ تو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی۔

تو، پھر اُن ملکوں کے لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جو اسلام پر تو تھے مگر انہوں نے اِس (اسلام) کا پٹّہ اپنی گردنوں سے اتار دیا اور مشرکوں کے دین پر اُن سے موافقت کا اظہار، اُنکی اطاعت کر کے کیا اور اُنہیں پناہ دی اور اُن کی مدد کی جبکہ توحید والوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور انہوں نے ان (توحید والوں) کی راہ کو چھوڑ کر دوسری راہ کی اتباع کی اور انہیں خطاکار کہا اور اُن میں اِن (توحید والوں) کو گالی دینا، اِنکو برا بھلا کہنا، عیب نکالنا اور انکا ٹھٹھہ کرنا اور اِنکی توحید اور صبر پر ثابت قدم رہنے اور اسی راہ میں جہاد کرنے کی رائے کو بیوقوفانہ رائے قرار دینا، عام ہو گیا۔ اور اُن (مشرکوں) کی توحید والوں کے خلاف مجبوری کی بجائے خوش دلی اور اضطراری کے بجائے اختیاری طور پر مدد کی۔ تو، ایسے لوگ تو اُن لوگوں سے زیادہ کُفر اور آگ کے مستحق ہیں کہ جنہوں نے وطن کی چاہت اور کفّار کے خوف سے ہجرت نہیں کی اور اُنکے لشکر میں مجبوراً خوفزدہ ہو کر نکلے۔

اور الدرر السنیۃ ۹/۲۱۹ میں میں نجدی دعوت کے آئمہ نے تین ایسے اُمور کا ذکر کیا ہے کہ جس شخص میں یہ پائے جائیں گے، اُس کے خلاف جہاد واجب ہو جاتا ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ:

تیسرا معاملہ: "جو شخص مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کی ہاتھ یا زبان یا دل یا مال سے اعانت کرے، تو اس کے خلاف جہاد واجب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ ایسا کُفر ہے کہ جو اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ تو، جس نے مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کی مدد کی اور خود اختیاری سے اپنے مال کے ساتھ مشرکوں کی مدد کی کہ جس سے وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں مستفید ہوتے ہیں، تو ایسے شخص نے کُفر کیا۔

الشیخ عبد اللطیف بن عبد الرّحمٰن نے (الدرر السنیۃ ۵/۴۵۵) میں کہا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

”جس نے مشرک کے ساتھ میل جول کیا، اُسکے ساتھ رہائش اختیار کی، تو وہ بلاشبہ اُسی کی مانند ہے۔“

لہٰذا، یہ نہیں کہا جائے گا کہ صرف میل جول اور رہائش اختیار کرنے سے وہ کافر ہو گیا بلکہ مراد یہ ہے کہ جو شخص مشرکوں کے درمیان سے نکلنے سے عاجز ہوا اور انہوں نے اُسے اپنے ساتھ نکلنے پر مجبور کیا، تو قتل کرنے اور مال لینے میں تو اُس کا (شرعی) حکم بھی اُن (مشرکوں) کے (شرعی) حکم جیسا ہو گا، مگر کفر میں نہیں۔ لیکن اگر وہ مسلمانوں کے خلاف اُنکے ساتھ خود اختیاری اور رضامندی وخوشی سے نکلے یا اپنے مال اور جسم کے ساتھ اُنکی اعانت کرے، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس صورت میں کفر میں اُس کا (شرعی) حکم بھی اُن (مشرکوں) کے (شرعی) حکم جیسا ہی ہو گا۔

الشیخ عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ نے (فتاویٰ اسلامیہ ۴/۴۸٦) میں فرمایا:

”غیر حربی (جنگجو) کفّار پر اُن سے محبّت کیئے بغیر احسان جائز ہے۔“

پھر فرمایا: رہے حربی (جنگجو) کفّار، تو اُن کی کسی بھی چیز کے ساتھ مدد کرنا جائز نہیں بلکہ مسلمانوں کے خلاف اُنکی مدد کرنا تو نواقضِ اسلام (دائرہ اسلام سے نکالنے والے کاموں) میں سے ایک ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے:

آیت: ﴿۔۔۔ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ ﴾

ترجمہ: ”۔۔ تم میں سے جو بھی ان میں کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہی میں سے ہے،۔۔۔۔“ (سورۃ المائدۃ۔ ۵۱)

اور الشیخ عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ نے (فتاویٰ ابنِ باز) میں یہ بھی فرمایا کہ:

علماءِ اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے کفّار کی مسلمانوں کے خلاف کسی بھی قسم کی مدد کی، تو وہ اُنہی کی مانند کافر ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

آیت:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ۔۔۔﴾

ترجمہ:"اے ایمان والو!تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہی میں سے ہے،۔۔۔" (سورۃ المائدہ۔۵۱)

اور کفّار کی مدد کرنے والوں کے پاس جو دلیلیں ہیں اور جن سے وہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ کفّار کی مدد کرنا ملّتِ اسلامیہ سے خارج کرنے والا کفر نہیں، اُن میں سے ایک حاطب رضی اللہ عنہ کا صحیحین میں قصّہ بھی موجود ہے کہ جب انہوں نے مکّہ کے مشرکوں کی طرف ایک خط بھیجا کہ جس میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اُنکی طرف (حملے کی نیّت سے) چلنے کی اُنہیں خبر دی۔ تو، جب اُن (حاطب رضی اللہ عنہ) کا یہ خط رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہاتھ لگا، تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہا:

"اے حاطب۔۔۔! یہ کیا ہے؟"

تو، انہوں نے کہا:

"یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میرے بارے میں کوئی حکم لگانے میں جلدی مت کیجیئے۔ میں قریش سے جڑا ہوا ایک آدمی تھا یعنی میں اُن کا حلیف تو تھا مگر اُن (کے قبیلے) سے نہ تھا جبکہ آپ کے ساتھی مہاجرین کی اُن سے رشتہ داریاں ہیں جو اُن کے گھر والوں اور اُن کے اموال کی حفاظت کرتے ہیں۔ سو، میں نے یہ پسند کیا کہ اب جبکہ میں اس نَسب سے تو محروم ہوں، تو میرا بھی وہاں کوئی ہاتھ ہونا

چاہیئے کہ جو میرے خاندان کی حفاظت کرے۔ اور میں نے یہ کام اپنے دین سے ارتداد کرتے ہوئے نہیں کیا اور نہ اسلام کے بعد کفر سے راضی ہونے کی نیّت سے۔"

تو، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"سنو۔۔۔اس نے آپ سے سچ بولا ہے۔"

تو، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم:

"مجھے اجازت دیجیئے، میں اس منافق کا سر قلم کر دوں۔"

تو، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"بلاشبہ یہ شخص (معرکہ) بدر میں شریک ہوا تھا۔ اور تجھے کیا علم کہ شاید اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اہلِ بدر کو دیکھا ہو اور فرمایا ہو کہ تم جو چاہو کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔"

تب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی:

آیت:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَ مَآ اَعْلَنْتُمْ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾

ترجمہ:"اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ تمہارے پاس جو حق آچکا ہے وہ اس کا انکار کر چکے ہیں وہ

رسول کو اور تمہیں اس لئے نکالنا چاہتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لا چکے ہو اگر تم میری راہ میں جہاد کے لئے اور میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نکلتے ہو) تو ان سے دوستیاں مت لگاؤ (تم ان سے خفیہ دوستیاں لگاتے ہو حالانکہ میں جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو میں جانتا ہوں اور تم میں سے جس نے ایسا کیا تو وہ سیدھی راہ سے گمراہ ہو گیا۔" (ممتحنۃ)۔

تو، یہ قصّہ اُنکی دلیلوں میں سے قوّی ترین دلیل ہے کہ جس میں بھی (کفّار کی) مدد کرنے والے کے عدم کفر پر دلیل نہیں بنتی۔ اور نجدی دعوت کے علماء نے اس کے رد میں لمبی چوڑی بات کی ہے۔ لیکن میں ان کے اقوال پیش کرنے کے مقام پر نہیں ہوں، مگر میں کہتا ہوں کہ:

اوّل: یہ قصّہ تو تاَویل کرنے والے کے عدم کفر پر دلالت کرتا ہے کیونکہ حاطب رضی اللہ عنہ نے اپنے اس فعل کے جواز کے لیئے تاَویل کی تھی۔ جبکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُس کے اور اہلِ بدر کے حق میں جو فرمایا، وہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس (معرکہ) بدر نے اُس سے اُس کفر کو مٹا دیا کہ جس کا اس نے تاَویل کے ساتھ ارتکاب کیا تھا۔ اس علم کے ساتھ کے اہلِ سنّت والجماعت کے نزدیک تاَویل تکفیر کے موانع (رکاوٹوں) میں سے ایک ہے۔ اور اس شخص نے غلطی کی کہ جس نے کہا کہ معرکہ بدر نے اُس میں شامل ہونے والوں کے کفر کو ختم کر دیا بلکہ اُس نے تو اس فاسد تاَویل کو مٹایا کہ جس کا ارتکاب حاطب رضی اللہ عنہ نے کیا۔

دوئم: اگر ہم اُن کے لیئے اپنے اس مؤقف سے دستبردار ہو بھی جائیں، تو بھی اہلِ علم کا اس جیسے قصّے کے بارے میں مشہور ترین قول یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان:

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کو دیکھا۔۔۔۔"

اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اہلِ بدر کی خصوصیت ہے جو کہ اُن کے بعد کسی کو حاصل نہیں۔

الشوکانی نے (نیل الاوطار ۸/۱۵۴) میں کہا کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ فرمان کہ:

"تجھے کیا معلوم کہ شاید اللہ تعالیٰ نے۔۔۔۔۔الخ"

یہ اہلِ بدر کے لیئے عظیم ترین خوشخبری ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کی کہ جو اہلِ بدر کے علاوہ کسی کے لیئے نہیں۔

اور کہا گیا کہ اللہ کے (انہیں) اعملو (کرو) میں امر کا جو صیغہ ہے، یہ عزّت وشرف کے لیئے ہے اور جس سے مراد اس کے بعد اُن سے کچھ بھی سرزد ہو جائے، اُس پر گرفت نہیں ہو گی۔ اور اُنہیں یہ خصوصیت اُس عظیم حالت کے سبب ہوئی کہ جس کا تقاضا یہ تھا کہ اُن کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں اور وہ اس چیز کے اہل قرار پائے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے آئندہ گناہوں کو بخش دیں، اگر اُن سے یہ سرزد ہو جائیں یعنی اس واقعے (بدر) کے بعد جس طرح کا بھی آپ کام کروگے، وہ مغفور ہو گا۔

سوئم: علماء نے کہا کہ (مظاہرہ) مدد کے باوجود حاطب کے عدم کفر کا فتویٰ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعے آیا کیونکہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس جب حاطب رضی اللہ عنہ نے عذر پیش کیا، تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: (سنو، اس نے تم سے سچ بولا ہے)، تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وحی کے ذریعے اُس عذر کو جانا۔ اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی کے لیئے یہ (سچ یا جھوٹ کا) جاننا ممکن نہیں۔

چہارم: علماء کا کہنا ہے کہ حاطب رضی اللہ عنہ کے عدم کفر کا عذر اُن کے اُس خط سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو انہوں نے مشرکوں کو بھیجا تھا، وہ دعوت (اسلام) سے مشابہ تھا اور اُنہیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے خوفزدہ کرنا اور اُنکی طاقت کو کمزور کرنے کے مترادف تھا۔

یحییٰ بن سلام نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ حاطب کے مشرکوں کو بھیجے گئے خط کے الفاظ تھے کہ:

"اے قریشیو۔۔۔! بلاشبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تم پر رات کی مانند لشکر لے کر آ رہے ہیں جو سیلِ رواں کی طرح ہے۔ اللہ کی قسم۔۔۔ اگر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم تمہارے خلاف اکیلے بھی نکلیں، تو یقیناً اللہ سبحانہ وتعالیٰ، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مدد کرے گا اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اپنے وعدے کو پورا کرے گا۔ لہٰذا، اپنے معاملے پر غور کر لو۔ والسّلام"

لہٰذا،(المظاهرة۔۔۔ کفّار کی مسلمانوں کی خلاف مدد) کے لیئے حاطب رضی اللہ عنہ کے قصّے سے حجّت پکڑنا باطل اور گناہِ عظیم ہے۔ کیونکہ المظاهرة(مسلمانوں کے خلاف کفّار کی مدد کرنا) ایسا کھلا کفر ہے کہ جس پر کوئی اختلاف نہیں۔ اور آپ قرآن وسنّت کی واضح نصوص اور قطعی دلیلوں کا اس جیسے قصّے سے کیونکر ردّ کر سکتے ہیں کہ جس کی دلالت پر علماء کا اجماع ہی نہیں بلکہ وہ تو اس کی دلالت پر متفق بھی نہیں؟! لہٰذا، اللہ اور اُسکے رسول کے واضح بیان کو لینا سب سے بڑا واجب ہے۔

میرے بھائی۔۔۔ اللہ آپکی حفاظت کرے، اب جب (المظاهرة) اور (الولاء والبراء) کا معنی جان چکے ہیں، تو کیا آُپ میرے ساتھ شیخ الازہر محمد سیّد طنطاوی کے بتاریخ ۱ رجب ۱۴۲۲ھ کو صادر ہونے والے فتوے پر غور اور اُسکا مذکورہ کلام سے موازنہ کریں گے۔

حملہ کیئے گئے لوگوں اور فقراء اور مظلوموں کی نصرت کرنے میں الأزہر کے کردار کے بارے میں اُس سے سوال کیا گیا، تو اُس نے کہا کہ:

"پر امن لوگوں پر حملہ جیسا کہ نیو یارک میں عالمی تجارتی مرکز میں ہوا، بلاشبہ وہ دہشت گردی، ظلم اور بعینہ دھوکہ دہی ہے۔"

اور اُس سے افغانستان پر متوقع حملے کے بارے میں پوچھا گیا، تو اس نے کہا کہ:

"ہر ملک کو حق حاصل ہے کہ وہ اُس پر حملہ کرنے والے سے اپنا دفاع کرے۔ اور بلاشبہ اسلام تو ظلم کے ساتھ سرکش حملہ آور، ظلم اور دہشت گردی کے خلاف کھڑا ہوتا ہے۔ لہٰذا، جس ملک پر بھی حملہ ہوا، تو ہم مسلمان ہونے کے ناطے اُس کے ساتھ کھڑے ہوں گے کہ جس پر حملہ ہوا۔ اِس سے قطع نظر کہ وہ امریکہ یا اُس کے علاوہ کوئی ملک ہو۔"

اور اس نے سختی سے کہا کہ:

"قطعی دلیل کے ساتھ ثابت ہونے والے دہشت گردانہ کاموں اور قتل کے مرتکب افراد کا محاسبہ کرنا ضروری ہے۔"

اور اس طرح کا رسواکن مؤقف ظاہر کرنے والا یہ اکیلا نہیں، اس جیسے بہت سے ایسے ہیں کہ جنہوں نے علم کے جھوٹے لبادے اوڑھ رکھے ہیں۔ اور ایک اور ایسے فتوے کو سنیے کہ جس میں خود ساختہ نرمی اپنے عروج پر پہنچی ہوئی ہے۔ اور یہ سعودیہ کی اعلی فیصلہ ساز کمیٹی کے سربراہ الشیخ صالح اللحیدان کا بتاریخ ۱۔۷۔۱۴۲۲ھ کا فتویٰ ہے، جس میں اُس نے کہا کہ:

"دوسروں یعنی امریکیوں کے ساتھ احسان (نیکی) کرنا اور مظلوم یعنی امریکا کی مدد کرنا اور ظالم یعنی افغانوں کو حق کے ساتھ نہ ظلم کے ساتھ، مغلوب کرنا جرائم کے قلع قمع کرنے کا سب سے بڑا سبب ہے۔"

اور اس نے کہا کہ:

"بلاشبہ ان دھماکوں سے متأثرہ لوگوں کے لیئے مدد کا ہاتھ بڑھانا، اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر، یہ بنی نوع انسان کے ساتھ احسان ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور بلند اسلامی اخلاق کے اجاگر کرنے کے وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے۔"

جب اُس سے اس جیسے حادثات میں خون کے عطیات دینے اور مالی امداد دینے جیسی کوششوں کے بارے میں پوچھا گیا، تو اُس نے یہ حدیث "ہر جاندار کی مدد کرنے میں اجر ہے" اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان کہ:

آیت:﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾

ترجمہ:"اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو۔" (سورۃ الدہر۔۸)

کا ذکر کرتے اور یہ کہ (آیت میں مذکورہ) قیدی کافر تھا، اُس نے کہا:

"اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر، کافر کی زندگی بچانا، بنی نوع انسان کے ساتھ نیکی کرنا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور بلند اسلامی اخلاق کو اجاگر کرنے کے وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے۔ اور کسی ایسے مسلمان کے اعلیٰ اخلاق کا مظہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین (حق) پر ایمان رکھتا ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں اور نہ گناہ ہے بلکہ اللہ کے حکم سے اس شخص کے لیئے اجر وافر ہوگا کہ جو مظلوم کی مدد کرے گا خواہ وہ (مظلوم) کافر ہی ہو۔"

اے فضیلۃ الشیخ۔۔۔! یہ احسان صرف امریکیوں کے لیئے ہی ممدوح کیوں ہے؟!

اُن عراقیوں کے ساتھ یہ احسان کہاں گیا کہ جنہیں تم نے ایک عشرے سے محاصرے (پابندیوں) میں رکھا ہوا ہے۔ اور عراق میں بے گناہ لوگوں پر بمباری صرف تمہاری حکومت ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ اے مولوی صاحب!

اور اُس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے کہ جو اُن بے گناہ یہودیوں کے ساتھ احسان کرنا چاہتا ہے کہ جو فدائی حملوں کے نتیجے میں قتل ہوئے ہیں؟

اور امریکی معصوموں اور یہودی معصوموں میں کیا فرق ہے ؟

اگر کسی امریکی کی مدد کرنا احسان ہے، تو کیا کسی یہودی کی مدد کرنا بھی احسان ہے ؟

کیونکہ اگر امریکی دہشت گردی میں مارا گیا، تو یہودی بھی دہشت گردی میں ہی مارا گیا؟ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ امریکا حربی (جنگجو) ملک ہے، تو یہودی کے حربی (جنگجو) ہونے پر اجماع ہے۔ تو، پھر ان دونوں کے درمیان یہ فرق کیوں کیا جارہا ہے۔ یا تو تم یہود کے بے گناہ ہونے کا کہو، تو یہ گمراہی ہے۔ یا تم امریکہ کو مجرم کہو، یہ کہنے والے نہیں۔

میرے قاری بھائی۔۔۔! اب آپ کی خدمت میں ایک شیخ کا ایک اور فتویٰ پیش ہے۔ اور یہ ہے (القرضاوی) کہ جس نے ان کاروائیوں کو شریعت میں حرام قرار دیتے ہوئے کہا کہ:

"ہم تمام مسلمانوں کو ترغیب دلاتے ہیں کہ وہ امریکا میں ہونے والے ان حملوں کا شکار ہونے والے بے گناہوں کے لیئے خون کے عطیات دیں۔"

ایک اور فتویٰ (رابطہ عالم اسلامی) کا کہ جس کے بارے میں ہمارا گمان تھا کہ وہ سب سے پہلے کفّار سے برأت اور مسلمانوں کے دفاع کا اعلان کرے گا۔ مگر، اس نے اچانک اپنے فتوے سے ظاہر کر دیا کہ وہ تو (رابطہ الجیش الصلیبیین۔۔۔۔ صلیبیوں کی رابطہ کمیٹی) ہے۔

ڈاکٹر عبد المحسن الترکی نے ۲۹۔۰۶۔۱۴۲۲ھ کو ان کاروائیوں کی مذمّت اور ان پر اعتراض کرنے اور اسلام کے ان (کاموں) اور ان کے ذمہ داروں سے بری ہونے کا فیصلہ صادر کرنے اور (کفّار) کا تقرّب حاصل کرتے ہوئے کہا:

"بلاشبہ اسلامی ملکوں کے عوام، دہشت گردی کے اس جرم جو ریاستہائے متحدہ (امریکا) اور دوسرے ملکوں میں ہوا کی اسلامی نظریّات کے مطابق مذمّت کرتے ہیں۔ جس کے شرعی قواعد کے تحت کسی مسلمان کے لیئے یہ حرام قرار دیتے ہیں کہ وہ خود قاتل بنے یا

قتل یا لوگوں کو دہشت زدہ کرنے یا خوفزدہ کرنے یا اُنہیں ایذاء پہنچانے کے وسائل میں سے کوئی ایک وسیلہ بنے کیونکہ یہ سب کچھ حرام سرکشی کے زمرے میں آتا ہے۔"

میں نے کہا کہ: مولوی صاحب۔۔۔ پھر ہم جہاد کا کیا کریں اور تم اُسے کیا نام دو گے؟

اور اس نے مزید کہا کہ:

"بلاشبہ عالمی امن و سلامتی کا تقاضا ہے کہ ہر قسم کے حملے پر پابندی کے عالمی قانون کا جلد از جلد نفاذ کیا جائے۔"

اور مذمّت اور اعتراضات کے فتوؤں کے اس بہت بڑے انبار سے آخری فتویٰ جو کہ (هيئة الكبار العلماء وادارة البحوث العلمية والافتاء۔۔۔ ادارہ علمی تحقیق وافتاء اور بڑے علماء کی کمیٹی) کے سربراہ سعودی مفتی سماحۃ الشیخ عبد العزیز آل شیخ کا فتویٰ ہے۔ جس میں اُس نے کہا:

"بلاشبہ ریاستہائے متحدہ (امریکا) میں ہونے والے دھماکے اور اُس سے تعلق رکھنے والے دوسرے کام جیسے طیّاروں کا اغواء یا پر امن لوگوں کو خوفزدہ کرنا یا لوگوں کا ناحق قتل کرنا، یہ سب صرف اور صرف ظلم و جبر اور سرکشی کی مثالیں ہی ہیں۔ اور اس طرح کے تصرفات تو حرام اور کبیرہ گناہ ہیں۔"

اور اس نے تاکیداً کہا کہ:

"بلاشبہ جو خطرناک حادثے نیویارک اور واشنگٹن میں ہوئے کہ جن کے نتیجے میں ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں۔ یہ ایسے کام ہیں کہ جنہیں شریعتِ اسلامی تسلیم نہیں کرتی اور نہ یہ اس دین کا حصّہ ہیں اور نہ ہی یہ اُس کے شرعی اُصولوں سے موافقت رکھتے ہیں۔"

یہ تو ایک چھوٹی سی مثال ہے ان اوندھے لیٹ جانے والے فتوؤں کی کہ جنہوں نے امریکا کی خاطر (الولاء والبراء) کے معنی و مفہوم کو خاک آلود کر دیا۔ لہٰذا، یہ لوگ چیچنیا میں روسی جرائم اور کشمیر میں ہندوستانی جرائم، عراق، انڈونیشیاء، کوسوو اور بوسنیا میں امریکی جرائم، مشرقی ترکستان میں چینی جرائم، ایران میں ہمارے سنّی بھائیوں کے خلاف ایرانی جرائم، فلسطین میں ہمارے بھائیوں کے خلاف صہیونی جرائم اور ایریٹیریا میں مسلمانوں کے خلاف ایریٹیری جرائم اور۔۔۔۔ اور۔۔۔۔ اور۔۔۔۔ کی مذمّت کرنے کے بجائے خاموش رہے۔۔۔ اور جب بولے، تو صرف امریکا کے خلاف دہشت گردی کی مذمّت میں بولے۔ اور جب بولے، تو صرف امریکی معصوموں کی مدد کے لیئے بولے گویا کہ اس جہاں میں صرف (اُشقر یعنی امریکی) معصوم ہیں۔

تعجب ہے اِن کے علماء پر۔۔۔!

لیکن ہم انہیں کہتے ہیں کہ یاد رکھو۔۔۔! آج کے بعد تمھیں عقیدہ توحید پر بولنے کا حق حاصل نہیں رہے گا۔ اور بلاشبہ الشیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت تم سے ٹھیک اُسی طرح بریٔ الذمہ ہے کہ جس طرح یوسف علیہ السلام کے خون سے بھیڑیا بریٔ الذمہ تھا۔

تم نے تو ثابت کر دیا کہ تم عقیدے کے معنی اور نہ ہی الولاء والبراء کے معنی سے آشناء ہو۔ تم تو صرف اس میں مہارت رکھتے ہو کہ جس کا تمھیں حکم دیا جاتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ تم تو صرف اُسی میں مہارت رکھتے ہو کہ جس سے تمہاری دنیا کی حفاظت ہو۔

اے فقہاء۔۔۔! تمھیں اللہ کی قسم۔۔۔ کیا تمھیں حربیوں کی اعانت کے (شرعی) حکم کا علم نہیں؟

اور خاص طور پر امریکیوں کے بارے میں۔۔۔! یہ فقہاء، صلیبیوں کو راضی کرنے کے لیئے عمومی دلیلوں سے خواہ جتنا بھی باطل استدلال کرتے رہیں اور اُسے بے پناہ لبادہ بناتے رہیں، تو بھی یہ (شرعی) حکم میں تبدیلی کیلیئے کچھ فائدہ مند نہ ہو گا۔۔۔!

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے الشیخ عبد اللہ الاَہدل پر کہ اُنکی کتاب (السیف البتار علی من یوالی الکفار) کے صفحہ نمبر ۲۸ پر جب اُن سے سامان یا غذائی مواد کو نصاریٰ کے ملکوں کہ طرف لے جانے کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو، انہوں نے فرمایا:

"اگر یہ ملک ایسا دارُ الاسلام ہے کہ جس پر کفّار نے قبضہ کیا ہو اور ہم پر اُنکی مزاحمت کرنا اور اُسے اُن سے آزاد کروانا واجب ہے۔ تو سازو سامان اور غذائی اشیاء کو اُنکی طرف لے جانے والا اللہ اور اُسکے رسول کا نافرمان اور گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ لہٰذا، اُسے اس کام سے سختی کے ساتھ روکا جائے گا، تو اگر وہ باز نہ آئے، تو ایسا حکمران کہ جو مسلمانوں کے اُمور کے ذمہ دار ہو، وہ اُسے سخت سزا دے خواہ قید کر کے بھی اور اُسکے وہاں جانے پر پابندی لگا کر۔ اور اگر وہ نہ رُکے، تو اس کے قافلے کو راستے سے واپس کرنا جائز ہے تا کہ کفّار کا محاصرہ ہو۔ اور اس قافلے کے سامان پر اُس کے ملکوں کے حقوق ہی رہیں گے اور اُس (قافلہ لے جانے والے) کو قتل کرنا جائز نہیں بلکہ اُسے اس کام سے ایسے اچھے طریقے سے روکا جائے کہ جو تکلیف دہ نہ ہو۔ اور جو اُس کا اِس کام میں مددگار ہو گا، وہ بھی گناہ میں شریک ہو گا خواہ اُسکی یہ اعانت قولی ہو یا فعلی۔ اس حدیث کے مطابق:

"جس نے ظالم کی اعانت کی، تو اللہ تعالیٰ، اُس کو اُسی پر مسلّط کر دے گا۔" اسے ابنِ عساکر نے ابنِ مسعود سے روایت کیا ہے۔ اور اس حدیث کے مطابق:

"جس نے اپنے باطل کے ساتھ حق کو دبانے کے لیئے ظالم کی اعانت کی، تو اُس سے اللہ اور اُس کے رسول کی ذمہ داری بری ہے۔" اسے حاکم نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔"

میں نے کہا کہ اگر یہ (شرعی) حکم اُس شخص کے بارے میں ہے کہ جو سامانِ تجارت اُن ملکوں میں تجارت کی غرض سے لے جاتا ہے کہ جہاں پر کفّار کا قبضہ ہوا جبکہ وہاں کے رہنے والے مسلمان ہوں۔

تو، پھر اُس شخص کے بارے میں کیا (شرعی) حکم ہو گا کہ جس کا ارادہ خون ومال دینے اور دار الحرب (جنگجو ملک) کی مطلق طور پر اعانت کرنے کا ہے؟

کیونکہ جس علّت (سبب) کی بناء پر سامانِ تجارت اُن ملکوں کی طرف لے جانا حرام قرار پایا کہ جن پر کفّار کا قبضہ ہے، وہ علّت اُنکی تقویّت ہے۔ لہٰذا، اُنکا محاصرہ کرنا اور اُن سے اسلامی ملکوں کو چھڑانا واجب ہوا۔ اور یہی علّت یعنی کفّار کی تقویت امریکا کے بارے میں بھی موجود ہے۔ تو، ان فقہاء کا امریکا کو جو کہ حربی ملک ہے کی خون ومال کے عطیات کے ساتھ اعانت کرنا اور اُسکی تقویّت کا باعث بننا یا اُس کے ساتھ ہمدردی کرنا، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ میں اضافہ کرنا ہے۔ اور خاص طور پر اس حالت میں کہ جب کہ ان (امریکیوں) نے اسلام اور اسکے ماننے والوں کے خلاف صلیبی جنگ شروع کرنے کا اعلان کر رکھا ہے۔

تو، یہ امداد تو اُن (امریکیوں) کے لیئے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں تقویت کا زیادہ باعث بنیں گیں۔ جبکہ الشیخ صاحب نے ظالم کی اعانت کی حرمت والی احادیثوں سے استدلال کر کے اُنکی اعانت کو حرام قرار دیا ہے۔ تو، پھر اللہ اور اُسکے دین کے ماننے والوں کے خلاف لڑنے والے کی اعانت کا (شرعی) حکم کیا ہو گا؟

اور حربی (جنگجو کافر) سے تعاون کرنا اور اُسکی تقویت کا باعث بننے کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔

النووی نے (المجموع ۹/۳۳۵) فرمایا:

"رہا مسئلہ حربیوں کو اسلحہ فروخت کرنے کا، تو اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔ اور اگر اس نے اُنہیں فروخت کر بھی دیا، تو صحیح مذہب کے مطابق یہ بیع منعقد نہ ہو گی اور اسی کا فیصلہ دیا ہے جماہیر شافعیوں نے۔"

شیخ الاسلام نے اسلحے کے فروخت کی حرمت کی علّت، اعانت و تقویت بیان کی ہے۔ اور یہی علّت (سبب) اُن امداد میں موجود ہے کہ جو امریکی حربیوں کی خدمت میں پیش کرنے کی فقہاء نے دعوت دی ہے۔

شیخ الاسلام سے (الفتاویٰ ۱۴۱/۲۲) میں جب اُس درزی کے بارے میں پوچھا گیا کہ جس نے نصاریٰ کے لیئے ایسا کپڑا سلائی کیا کہ جس میں سونے کی صلیب ہے، تو کیا اُس کے سلائی کرنے پر اُس پر کوئی گناہ ہے؟ اور کیا اُسکی حرمت حلال ہوگی یا حلال؟

تو، آپ نے جواب دیا:

”جی ہاں! اگر کوئی آدمی، اللہ کی معصیت کے کام میں اعانت کرتا ہے، تو وہ گناہ گار ہے کیونکہ اُس نے گناہ وزیادتی کے کام میں اعانت کی۔ اسی لیئے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے شراب اور اُس کے نچوڑنے والے، جس کے لیئے تیّار کی گئی، اُسکے اٹھانے والے اور جس کی طرف لائی گئی، اُسے بیچنے والے، اُسے خریدنے والے، اُسے پلانے والے، پینے والے اور اُسکی قیمت کھانے والے سب پر لعنت فرمائی۔ اور ان میں اکثر جیسے نچوڑنے والا، اٹھانے والا اور پلانے والا تو صرف اُسکے پینے میں مددگار ہیں۔ اسی لیئے ایسے شخص کو اسلحہ فروخت کرنا منع ہے کہ جو اس کے ساتھ حرام لڑائی لڑے جیسے مسلمانوں کے خلاف لڑائی اور فتنے کی لڑائی۔ لہٰذا، اگر یہ چیز معاصی پر اعانت کا حال ہے تو، پھر کفر اور کفر کے شعارات کی اعانت کا کیا حال ہوگا؟“

میں نے کہا کہ:

”ہم اللہ تعالیٰ کی مدد کے طلبگار ہیں ۔۔۔! کیا نرمی اور ترس کھانے والے یہ فقہاء خبردار ہوئے کہ انہوں نے امریکا کی جنگ میں اس کی مدد کی۔ اگرچہ مادّی مدد تو نہیں مگر معنوی مدد تو ہے۔

سو، انہوں نے اُن سے تعزیت کی، اُنکی ہمّت بڑھائی اور اُنکے دشمن (مجاہدین) کی مذمّت کی۔ میں نے ایک ایسے جاہل کو جو اپنے آپ کو فقیہ سمجھتا ہے، کسی آدمی کے کیئے گئے اس سوال کا جواب پڑھا کہ کیا کفّار کو پہنچنے والے مصائب پر اُن سے تعزیّت کرنا جائز ہے؟ سائل کا مقصد امریکا تھا۔ اور یہ سوال اِن کاروائیوں کے ایک دن بعد تھا۔

تو، اس نے جواب دیا کہ جی ہاں! اُنکی تعزیت کرنا اور اگر وہ بیمار ہوں تو، بیمار پُرسی کرنا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُس یہودی لڑکے کی عیادت کی تھی کہ جب وہ بیمار پڑ گیا تھا جبکہ وہ کافر تھا۔۔۔ الخ۔۔ فتویٰ۔

میں نے کہا کہ: خود ساختہ یہ جاہل فقیہ، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم کے تحت کسی معاہدہ ساز یہودی اور حربی یہودی یا حربی صلیبی کے درمیان فرق بھی نہیں جانتا، سو، اُس نے دلیل کو اُس کے غیر مقام پر نافذ کیا اور فتوے کے لیئے اُس کے حقیقی سبب کو فتویٰ صادر کرنے سے قبل پہچانا نہیں۔"

لیکن یہ اور اس قسم کے دوسرے ایسے لوگ ہیں کہ جن کے بارے میں جب علماء اُٹھا لیئے جائیں گے اور علم چھین لیا جائے گا، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے کہ جو بغیر علم کے فتوے دیں گے اور گمراہ ہوں گے اور گمراہ کریں گے۔"

اور ان حادثات کے بارے میں جتنے بھی فتوے ہمارے سامنے آئے ہیں، وہ سب اسی نوعیت کے ہیں اور ان میں سے بدترین وہ ہے کہ جس کا مفتی، معاہدہ کرنے والے اور ذمّی اور پناہ لینے والے اور محارب (جنگجو) کے درمیان فرق بھی نہیں جانتا۔ لہٰذا، وہ اس مسئلے کی دلیلیں، اُس مسئلے پر لاگو کر رہا ہے اور اُس مسئلے کی اِس مسئلے پر۔ اور وہ اچھائی اور برائی کو خلط ملط کرتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ ہر چمکنے والی چیز سفید اور ہر کوئلہ نما چیز سیاہ ہوتی ہے۔ اور اگر اُسے ان قسموں میں فرق کرنا میسّر بھی ہو جائے، تو

اُس حقیقی واقعے کو نہیں جانتا کہ جس کے مطابق دلیلوں کو لاگو کیا جائے۔ ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے عافیت وہدایت چاہتے ہیں۔

کفّار کے ملکوں میں رہائش پذیر مسلمانوں کے لیئے نصیحت

اس مقام پر میں اپنے اُن مسلمان بھائیوں کو نہیں بھولوں گا کہ جو مشرکوں کے درمیان رہائش پذیر ہیں خواہ وہ معذور ہوں یا غیر معذور، وہ مت بھولیں کہ الولاء والبراء اور المظاھرۃ للاعداد (دشمنوں کی مدد کرنے) کے معنوں میں سب سے پہلے مخاطب وہی ہیں۔ لہٰذا، دنیا کی زندگی اُنہیں دھوکے میں نہ رکھے اور شیطان، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بارے میں اُنہیں کسی دھوکے میں نہ رکھے۔ کیونکہ بندے کی اہم ترین چیز جو حفاظت کے قابل ہے وہ اُسکا دین اور اُسکا عقیدہ ہے خواہ وہ فقیر ہو کر ہی زندگی گزارے اور وہ اور اُسکی اولاد بھوک سے مر جائیں۔ یہ اُس سے بہتر ہے کہ وہ غنی ہو کر زندگی گزارے اور وہ اور اسکی اولاد ملّتِ اسلام کے علاوہ (کسی دین) پر مریں۔ کیونکہ یہ دنیا فانی ہے اور آخرت ہی حقیقی زندگی ہے اگر وہ جانتے ہوں تو۔

میں اپنے بھائیوں کے لیئے الشیخ عبد اللہ بن عبد الباری الاَہدال کی کتاب (السیف البتار علی من یوالی الکفار) کے صفحہ نمبر ۲۱ سے یہ فتویٰ نقل کرتاہوں کہ سائل نے کہا کہ:

سوال: اسی طرح مسلمان ملکوں میں، مسلمانوں میں سے کچھ لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ نصاریٰ کہ رعایا میں سے ہیں۔ اور وہ اسی پر راضی ہوتے ہیں اور اس میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ تو، آپ اُن کے ایمان کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ اور وہ اپنی کشتیوں پر ایسے جھنڈے لہراتے ہیں کہ جو نصاریٰ کے جھنڈوں کی مانند ہوتے ہیں۔ اور وہ یہ ظاہر کرنے کے لیئے ایسا کرتے ہیں کہ وہ اُن (نصاریٰ) کی رعایا میں سے ہیں۔

جواب: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے لیئے دینِ اسلام کی ذمہ داری لی ہے۔ بلاشبہ اُن لوگوں کے دلوں میں نصاریٰ کی محبت رچ بس گئی ہے اور اُنکے ذہنوں میں اُنکی بادشاہت کی عظمت، اُن کا ہدیہ ہے۔ اور اُنہوں نے اُن (نصاریٰ) کے ہاتھوں میں دنیا کی فراوانی دیکھی جو کہ دنیاوآخرت کا اُن کا نصیب ہے۔ اور اُنکی نظر میں اُنکی دنیاوی ترقی اور اُسکے اکھٹا کرنے پر جمی ہوئی ہیں اور یہ کہ نصاریٰ اس دنیا کی حفاظت اور اس کی نگرانی پر قادر ہیں۔ لہٰذا، اگر تو یہ مذکورہ لوگ جاہل ہیں اور ان کا دین، اسلام کی رِفعت اور تمام اَدیان پر اُسکی بلندی کا اعتقاد ہے اور یہ کہ اس (اسلام کے شرعی) احکام سب سے زیادہ درست ہیں، اور اسکے ساتھ اُنکے دلوں میں کفر اور اُسکے اربابِ اختیار کی (دینی لحاظ سے) عظمت نہ ہو، تو وہ اسلامی احکام پر باقی ہیں لیکن وہ فاسق ہیں اور بڑے گناہ کے مرتکب ہیں۔ جنہیں اس پر سخت سزا دینا اور سبق سکھانا اور سزا دیناواجب ہے۔

اگر وہ مذکورہ احکامِ اسلام کا علم رکھتے ہیں اور اس کے باوجود اُنکے مذکورہ بالا کام صادر ہوئے ہیں، تو اُن سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا، اگر تو وہ اس سے تائب ہو گئے اور اللہ تعالی سے توبہ کی، تو ٹھیک ورنہ دین سے خارج ہیں۔ لہٰذا، اگر وہ کفر کی عظمت کا اعتقاد رکھتے ہیں، تو وہ مرتد ہو گئے اور اُن پر مرتدّوں کے (شرعی) احکام لاگو ہوں گے۔ اور آیات واحادیث، اِن مذکورہ لوگوں کے عدم ایمان کو ظاہر کرتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

آیت: ﴿اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ ۗ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

ترجمہ: ”ایمان لانے والوں کا کارساز اللہ تعالیٰ خود ہے، وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے جاتا ہے اور کافروں کے اولیاء شیاطین ہیں۔ وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں، یہ لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے۔“ (سورۃ البقرۃ۔۲۵۷)

اس آیت کا مطلب ہے کہ لوگوں کی دو(۲) قسمیں ہیں۔

پہلی: وہ لوگ جو ایمان لائے، اُنکا ولی اللہ تعالیٰ ہے یعنی اُس کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ سو، اُنکا اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول کے علاوہ کوئی مولیٰ نہیں۔ اللہ تعالیٰ، ہمارا مولیٰ ہے جبکہ تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔

دوسری: اور جو لوگ کافر ہوئے اُنکے اولیاء(دوست) طاغوت ہیں۔

لہٰذا، ادر میانی کوئی قسم نہیں۔ لہٰذا، جس نے طاغوت کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ ولی بنایا، تو اُس نے کھلا گھاٹا اُٹھایا۔ اور اُس نے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا۔ لہٰذا، یا تو اللہ تعالیٰ کا ولی ہو گا یا پھر طاغوت کا ولی۔ لہٰذا، ان دونوں میں کسی بھی صورت میں اشتراک ممکن نہیں۔ جیسا کہ آیت کا تقاضا ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

آیت:﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

ترجمہ:"سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں اور کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔" (سورۃ النساء۔۶۵)

اللہ تعالیٰ نے فیصلہ صادر فرمایا کہ ہم کفّار کو کسی صورت میں بھی دوست نہ بنائیں۔ تو، جو کوئی اُسکے فیصلے کی مخالفت کرے گا تو، اُس کے پاس کہاں سے ایمان آئے گا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے ایمان کی نفی کر دی۔ اور اس نفی کی واضح ترین صورت اور قسم کے ساتھ تاکید بھی کر دی اور اس سے مستفید ہو جائیں۔ اور ابو داؤد نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اور الطبرانی نے (الاوسط) میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

”جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی، تو وہ اُنہی میں سے ہے۔“

لہٰذا، حدیث تو کفّار کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے جھڑکتی ہے۔ تو، جس نے پرچم بلند کیئے تو، یہ مشابہت کی شکلوں میں سے ایک ہے جیسے لباس اور چلنے کی چال و چلن و ہیئت اور حرکات و سکنات کی۔ جبکہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہود کی مخالفت کی اور اُنکی مخالفت کا حکم دیا ہر اُس چیز میں جو وہ کرتے ہیں۔ اور اسی طرح مجوس اور نصاریٰ کے شعار اور اُنکے لباس، اُنکی اعیاد اور اُنکے روزوں میں اور تمام حالات میں اُنکی مخالفت کرنے اور اُنہیں غیض دلانے کا حکم دیا۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ فرمان ہے کہ:

”مشرکوں کی آگ سے روشنی حاصل نہ کرو۔“

سیّدنا عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ سے کفّار کے ساتھ رہائش اختیار کرنے، اُنکی کتابت سیکھنے اور اُنکی اعیاد میں شامل ہونے، اُن سے اختلاط (میل جول) کرنے، اُن کا لہجہ سیکھنے سے منع کرنا وارد ہوا ہے۔ لہٰذا، جو کوئی اُن (کفّار) کی محبت میں اُنکی مشابہت اختیار کرتا ہے اور اُن کے کفر سے راضی ہوتا ہے، تو ایسا شخص کافر ہے۔ اور جو کوئی اس مقصد سے غافل ہو کر یہ کام کرے اور اُنکے جاہلیّت کے کاموں میں اُنکی مشابہت اختیار کرے، تو اُس میں اُنکے خصائل میں سے ایک خصلت ہے، جس سے توبہ کرنا اُس پر لازم ہے اُسی شرط کے مطابق جو اُس توبہ کے لیئے مقرر ہے۔

ابنِ تیمیۃ رحمہ اللہ نے کہا کہ حدیث:

”جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی، تو وہ اُنہی میں سے ہے۔“

کی کم ترین حالت بھی کفّار سے تشبیہ کی حرمت کا تقاضا کرتی ہے۔ اگرچہ اس کا ظاہر تو مشابہت اختیار کرنے والے کے کفر کا تقاضا کرتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے کہ:

آیت: ﴿۔۔۔ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ ۔۔۔﴾

ترجمہ: ''۔۔تم میں سے جو بھی ان میں کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہی میں سے ہے،۔۔۔۔''(سورۃ المائدۃ۔۵۱)

اور یہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی مثال ہے کہ:

''جس نے کسی مشرکوں کی سرزمین پر گھر بنایا اور (اُنکی عیدوں نیروزاور مہرجان کو اختیار کیا یا اُن سے مشابہت اختیار کی حتیٰ کہ مر گیا، تو ایسا شخص قیامت کے روز اُنہی کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔''

تو یہاں **مطلق** مشابہت مراد ہے جو کہ کفر کی متقاضی ہے۔ اور اُن میں سے تمام افعال حرام ہیں خواہ اِن میں سے **بعض** کیئے جائیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ اُس شخص کے بارے میں کہ جس نے اُنکی مشابہت اختیار کی ہو، اُس کام کی نوعیت کے حساب سے شرعی حکم لگے۔ یعنی اگر تو اُس نے اُن کی مشابہت کفریہ کام یا شعار میں کی، تو اُس پر کفر کا حکم لگے گا اور معصیت کے کام میں کی، تو اُس کے مطابق حکم لگے گا۔

الشیخ عبد اللہ بن عبد الباری الاہدال سے اُن کی کتاب (السیف البتار علی من یوالی الکفار) کے صفحہ نمبر ۲۴ پر سوال کیا گیا کہ:

سوال: آپ کی اُس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے کہ جو نصاریٰ کی تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ عدل کرنے والے ہیں اور عدل وانصاف سے محبّت کرنے والے ہیں اور مجالس میں اُنکی کثرت سے تعریف وتوصیف کرتا ہے اور مسلمانوں کے بادشاہ کا ذکر اہانت کے ساتھ کرتا ہے جبکہ عدل اور عدم ظلم کو کفّار کی طرف منسوب کرتا ہے؟

جواب: جو شخص اُنکی تعریف توصیف کرتا ہے، تو ایسا شخص فاسق ہے اور کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے۔ اس پر اپنے اس فعل سے توبہ کرنا اور نادم ہونا واجب ہے۔ یہ تو اُس صورت میں ہے کہ جب اُس کی کفّار کے لیئے یہ تعریف اُن میں موجود کفر کے ملاحظے کے بغیر ہو۔ لیکن اگر اُنکی تعریف اُس نے کفر کی وجہ

سے کی ہے، تو ایسا شخص کافر ہے گویا کہ اُس ایسے کفر کی تعریف کی ہے کہ جس کی مذمّت تمام شریعتوں نے کی ہے۔ جبکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کسی مسلمان کی ایسے کام سے تعریف کرنے سے خبردار کیا کہ جس کا آدمی کو علم ہی نہ ہو۔ سو، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کچھ لوگوں کو ایک شخص کی تعریف کرتے ہوئے سنا، تو فرمایا کہ:

"تم لوگوں نے اُس آدمی کی گردن کاٹ ڈالی۔"

یعنی تم نے اُسے ہلاک کر ڈالا۔ رہا مسئلہ حکمران کے پاس نیک آدمی کا تزکیہ کرنے کے لیئے اُسکی تعریف و مدح کرنا اُس کے لیئے جائز ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ واجب بھی ہو جبکہ فاسق مسلمان کی تعریف کرنا معصیت ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے کہ:

"جب ظالم کی تعریف کی جائے، تو اللہ تعالیٰ غضبناک ہو جاتے ہیں۔"

جب چھوٹے ظلم میں ایسا ہے، تو بڑے ظلم کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اور ایک حدیث کہ جسے ابو یعلیٰ اور البیہقی نے اَنس اور ابنِ عدی سے اور انہوں نے بریدہ سے روایت کیا ہے کہ:

"جب فاسق کی تعریف کی جائے، تو اللہ تعالیٰ غضبناک ہو جاتے ہیں اور اسکی وجہ سے عرش کانپ اُٹھتا ہے۔"

اس کا حاصل یہ ہے کہ کفّار کی اُنکے کفر کی بناء پر تعریف کرنا، اسلام سے ارتداد ہے۔ جبکہ اس مقصد کے بغیر اُنکی تعریف کرنا گناہِ کبیرہ ہے کہ جس کے مرتکب کو ایسی سخت سزا دینی چاہیئے کہ جو اس کے لیئے تنبیہ ہو۔ اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ وہ عدل و انصاف والے ہیں۔ تو، اگر تو اُس سے اُس کا مقصد کفریہ قوانین ہیں کہ جن میں اُن کے قانونی احکامات ہیں کہ یہ عدل و انصاف پر مبنی ہیں، تو اُس نے کفر کیا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اِن قوانین کی مذمّت کی ہے اور انہیں برا کہا ہے اور انہیں عتوّ (ظلم و سرکش)، عناداً (ضد و ہٹ دھرمی)، طغیاناً (سرکشی)، افکاً (گھڑا ہوا جھوٹ)، اثماً مبیناً (کھلا گناہ)،

خسراناً مبیناً(کھلا گھاٹا)اور بھتاناً(بہتان)جیسے نام دیئے ہیں۔ جبکہ عدل تو صرف اللہ تعالیٰ کی وہ شریعت ہے کہ جو اُسکی کتاب میں ہے اور اُسکے نبی کی سنّت میں ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ عدل وانصاف کا حکم دیتاہے۔ اگر نصاریٰ کے احکامات عدل وانصاف پر مبنی ہوتے، تو ضرور اُن کا حکم دیا جاتا۔ جس کے نتیجے میں نصاریٰ کارد کرنے میں تناقض وتضاد ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آیت:﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾

ترجمہ:"کیا یہ لوگ پھر سے جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟۔" (سورۃ المائدہ۔۵۰)

لہٰذا، اللہ تعالیٰ کا حکم ہی اچھے عدل وانصاف پر مبنی ہے اُسکے علاوہ اور کوئی نہیں۔ سو، نصاریٰ کے لیئے یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کیونکہ ہر عدل وانصاف اچھا ہی ہوتا ہے۔ اس طرح ان مذکورہ لوگوں کا دعویٰ باطل ہوا جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آیت:﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾

ترجمہ:"کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا؟ جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو کچھ آپ سے پہلے اتارا گیا ہے اس پر ان کا ایمان ہے، لیکن وہ اپنے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ شیطان کا انکار کریں، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور ڈال دے۔" (سورۃ النساء۔۶۰)

سو، ان لوگوں نے اُسے عدل کا نام دے دیا کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے اُنہیں کفر کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح انہوں نے اپنی گمراہی میں غلو کیا اور شیطان تو چاہتا ہے کہ وہ اُنہیں دور کی گمراہی میں ڈال دے۔

اگر اُس کا مقصد مجازی عدل کا ہے جو کہ دنیاوی ترقی ہے اور اُس ظلم کو چھوڑنا کہ جس سے دنیا خراب ہو، تو اُس پر کفر لازم نہیں آتا۔ لیکن اُسے اِس پر بھی سخت سرزنش کی جانی چاہیئے۔ اور جو روایت آپ علیہ السلام سے مروی ہے کہ: "تو اَنو شروان کی عادل مملکت میں پیدا ہوا"، تو اس سے آپ علیہ السلام کی مراد مجازی عدل تھا۔ خاص طور یہ بھی کہ مذکورہ بادشاہ بعثتِ نبوی سے قبل تھا اور جیسا کہ معلوم ہے کہ اس کے علاوہ مذکورہ حدیث کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ ابنِ حجر نے (النعمۃ الکبریٰ) میں اسے ذکر کیا اور کہا:

> "اس پر عادل کے لفظ کا اطلاق اُسکے اس مشہور نام کی بنیاد پر ہوا کہ جس سے وہ پکارا جاتا تھا، نہ کہ اُس کے لیئے اِس (عدل) کی گواہی دینے کے لیئے کیونکہ وہ تو غیر اللہ کا حکم چلاتا تھا۔"

السخاوی نے کہا کہ:

> "مذکورہ حدیث موضوع ہے۔ اگر صحیح بھی ہو، تو اُسے عدل کی صفت دینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ اپنی رعایا پر اُنکے دنیاوی حقوق میں ظلم و جبر نہیں کرتا تھا۔ لہٰذا، اُس کا اس معاملے میں عدل کرنا اُسکے کفر اور جہالت کے سبب اپنی جان پر ظلم کرنے کے منافی نہیں۔ واللہ عالم۔"

لہٰذا، مغرب میں موجود مسلمانوں کو اپنے دین کے ضائع ہونے سے بچانا چاہیئے اور یہ اُن کفّار کے عدل کی تعریف کرکے جنہوں نے کہا کہ اسلام کے خلاف اُنکا صلیبی حملہ بھی (العدل المطلق) کہلاتا ہے:

آیت:﴿۔۔۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا﴾

ترجمہ:"۔۔۔ یہ تہمت بڑی بری ہے جو ان کے مونہوں سے نکل رہی ہے وہ نرا جھوٹ بک رہے ہیں" (سورۃ الکہف۔۵)

کیونکہ عدلِ مطلق تو صرف اکیلے اللہ ہی کے لائق ہے۔ رہے صلیبی انسانی شیاطین اور اُنکے چیلوں کے پاس تو صرف ظلمِ عظیم اور جبر واستداد اور بڑے مکر ہیں۔ اللہ انہیں تباہ کرے۔

عجیب وغریب بات یہ ہے کہ ان حادثات کے مفتیوں نے اِن کاروائیوں کی مذمّت کی اور ان پر اعتراض کیا اور یہ اس لیئے کہ مغرب میں ہمارے بھائیوں کے لیئے کچھ نرمی ہو تاکہ اُنکی دنیا کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

جب انہوں نے کفّار کو دوست بنایا اور ہمارے بھائیوں کے دین کو اس موالاۃ (دوستی) کے ذریعے جو نقصان پہنچایا، تو انہوں نے انکے دین کو اِس عظیم شر سے بچانے کے لیئے کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ اور ہم نے دیکھا کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اور اُنکے داعی حضرات کس طرح مغرب کی تعزیت کے لیئے وہاں گئے اور وہاں امریکی وبرطانوی (الکندرائی) گرجاگھر میں مقدّس عبادات کی ادائیگی کی۔ اور کیسے وہاں افسوس وتعزیت کے کلمات ادا کیئے اور کس طرح انہوں نے کھل کر کہا کہ وہ اور نصاریٰ ایک ہی چیز ہیں اور یہ کہ وہ امریکی شہری ہونے کی حیثیت سے ان حادثات میں امریکیوں کے ساتھ ہیں اور اُنکے غم میں برابر کے شریک ہیں اور وہ ان حادثات میں اُنکے ساتھ مطلق طور پر ہیں۔

یہ فقہاء اس قول وفعل کو کیا شمار کرتے ہیں؟ کیا وہ اس پر مجبور کیئے گئے ہیں؟

جبکہ ہم ذکر کرچکے ہیں کہ کفر کے لیئے کیا مجبوری معتبر ہے۔ کیا یہ دین وعقیدے کے لیئے خطرناک نہیں؟ تو تم کیونکر اُنکی دنیا کے خطرے سے خبردار تو ہوگئے؟ جبکہ اُن کے عقیدے کے لیئے خبردار نہ ہوئے؟

سبحان اللہ، یہ چیز تو بہت عجیب ہے!

قاضی عیاض (الشفا) میں ۱۰۷۲/۲۔۱۰۷۳ پر فرماتے ہیں:

"اسی طرح ہم ہر اُس فعل پر کافر قرار دیتے ہیں کہ جس پر مسلمانوں کا اجماع ہو کہ یہ صرف کسی کافر سے صادر ہو سکتا ہے اگر چہ اس کا فاعل اسلام کی صراحت کرنے والا ہو اپنے اس کام کے ساتھ، جیسے گرجا گھروں اور چرچوں کی طرف اُنکے لباس میں جانا اور اُنکی گھنٹیاں بجانا کہ جسے ایک ذمّی اپنی کمر پر باندھتا ہے۔ اور سروں کے بال درمیان سے کٹوانا اور اردگرد سے چھوڑنا۔ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ کام صرف کافر ہی سے ہوتا ہے۔"

ابنِ تیمیۃ (مختصر الفتاویٰ المصریہ، ص۔۵۱۴) پر فرماتے ہیں:

سوال: اور جب ذمّی لوگ بیت المقدّس کے گرجا گھر کی زیارت کرنے جائیں، تو کیا اُسے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مثلاً اسے حاجی؟

جواب: ایسا بیت الحرام کے حاجی کی تشبیہ میں کہنا جائز نہیں۔ اور جس نے یہ گمان کیا کہ اُس (گرجا گھر) کی زیارت تقرّب الٰہی ہے، تو اُس نے کفر کیا۔ اور اگر وہ مسلمان تھا، تو وہ مرتد ہے اور اُس سے توبہ کرائی جائے گی۔ اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اُسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور اگر وہ اس حرام کام سے جاہل تھا، تو اُسے بتایا جائے گا، اگر اس پر اصرار کیا، تو اُس نے کفر کیا اور مرتد ہو گیا۔

آپ نے (مجموع الفتاویٰ ۲۷/۱۴) میں بھی فرمایا کہ:

"رہی کفّار کی عبادت گاہوں کی زیارت جیسے (قمامہ) نامی جگہ یا (بیت اللحم) یا (صہیون) وغیرہ اور جیسے نصاریٰ کے گرجا گھر، تو ان سے منع کیا گیا ہے، تو جو کوئی ان جگہوں کی اس اعتقاد کے ساتھ زیارت کرتا ہے کہ یہ مستحب زیارت ہے اور اس میں عبادت کرنا

اپنے گھر میں عبادت سے افضل ہے، تو ایسا شخص گمراہ ہے، شریعتِ اسلام سے خارج ہے۔ اُس سے توبہ کرائی جائے گی، اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔"

الخرشی (مختصر الخلیل:۷/۶۳) پر کہتے ہیں کہ:

"اسی طرح اگر کوئی اپنی کمر پر (عیسائیوں) کی گھنٹی باندھے گا، تو وہ مرتد ہوجائے گا کیونکہ کام کرنے میں کفر ہے۔ اور اسی کی مانند کوئی ایسی چیز کرنا کہ جو کفّار کے لباس سے تعلق رکھتی ہو مگر اُس کے ساتھ کفّار کی عبادت گاہوں وغیرہ کی طرف جانا ضروری ہے۔ اور اس بات کی قید بھی لگائی ہے کہ جب وہ ایسا کام اسلامی ملکوں میں کرے۔"

اور ابنِ نجیم نے (البحر الرایق) پر ۵/۱۳۳ میں کہا:

"اور مجوسی کی ٹوپی اپنے سر پر رکھنے سے صحیح قول کے مطابق کافر ہوجائے گا مگر یہ کہ وہ گرمی یا سردی سے بچنے کی ضرورت کے تحت ایسا کرے۔ اور اپنی کمر پر (کفّار کی) گھنٹی باندھنے سے بھی کافر ہوجائے گا ماسوائے اسکے کہ اگر اُس نے یہ فعل جنگ میں دھوکہ دہی کے لیئے کیا ہو۔"

اور افتاء کی مستقل کمیٹی (اللجنة الدائمه للافتاء) کے (فتاویٰ اللجنۃ الدائمہ، ۲/۷۸) میں صلیب (گلے میں لٹکانے) کے (شرعی) حکم کے بارے میں آیا ہے کہ:

"اگر اُس کے لیئے صلیب کے پہننے کا (شرعی) حکم واضح ہوگیا کہ وہ نصاریٰ کا شعار ہے۔ اور یہ دلیل بھی (واضح ہوگئی) اور وہ راضی خوشی، اُسے اُنکی طرف منسوب کرتے ہوئے اسے پہنے اور پھر اُن کے (اعتقادات) پر راضی ہو اور اسی پر اصرار کرے، تو اُس پر کفر کا (شرعی) حکم لگے گا۔ اللہ عزوجل کے اس فرمان کی وجہ سے:

آیت:﴿۔۔۔ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

ترجمہ:"۔۔۔ تم میں سے جو بھی ان میں کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہی میں سے ہے، ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہر گز راہ راست نہیں دکھاتا۔" (سورۃ المائدہ۔۵۱)

اور جب ظلم کا لفظ مطلق ہو، تو اس سے مراد شرکِ اکبر ہوتا ہے۔ اور اس کام سے نصاریٰ کے عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے بارے میں اعتقاد کی موافقت ہوتی ہے۔ جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس چیز کی نفی کی ہے:

آیت:﴿۔۔۔ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ ۔۔۔﴾

ترجمہ:"۔۔۔حالانکہ نہ تو انہوں نے اسے قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا بلکہ ان کے لئے ان (عیسیٰ) کا شبیہ بنا دیا گیا تھا،۔۔۔"(سورۃ النساء۔۱۵۷)

شمس الحق عظیم آبادی (عون المعبود،۷/۳۳۷) میں فرماتے ہیں کہ:

"سُمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"جو کوئی مشرک کے ساتھ اختلاط کرے اور اُس کے ساتھ رہائش اختیار کرے، تو وہ اُسی کی مانند ہے۔"

(اللغۃ الجامعۃ) کے مؤلفوں نے کہا کہ:

"اس طرح وہ اُس کے ساتھ اکٹھا ہو گیا اور اُس نے اُس سے موافقت اختیار کی۔"

المشرک باللہ سے مراد کفار ہیں اور مشرک کا لفظ اس لیئے استعمال ہوا کہ اُس وقت غالب اکثریت اُن کی تھی۔ اور مشرک کے ساتھ اختلاط کرنے، اُن سے موافقت کرنے، اسکی رفاقت اختیار کرنے، اُسکے ساتھ چلنے اور اُسکے ساتھ رہائش اختیار کرنے کا معنی یہ ہے کہ کفر کے ملکوں میں تو وہ اُسی کی مانند ہے یعنی بعض وجوہ سے۔ کیونکہ اللہ کے دشمن کی طرف راغب ہونا اور اُسکی دوستی اختیار کرنے کا مطلب، اللہ تعالیٰ سے منہ موڑنا ہے اور جس نے اُس (اللہ تعالیٰ) سے منہ موڑ لیا، تو شیطان اُس کا دوست بن جاتا ہے اور اُسے کفر کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔

الزمخشری نے کہا کہ:

”یہ امر معقول ہے کیونکہ ولی کی دوستی اور دشمن کی دوستی دو منافی چیزیں ہیں۔ اور اس میں دل کے ساتھ اللہ کے دشمنوں کو ایک طرف اور اُنہیں دور رکھنے اور اُن سے اختلاط و معاشرت سے بچنا لازم اور اسکا عہد ہے۔“

آیت: ﴿لَّا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۖ---﴾

ترجمہ: ”مومنوں کو چاہیئے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں، ----“ (سورۃ آلِ عمران۔۲۸)

جبکہ مؤمن کے لیئے یہ زیادہ لائق ہے کہ وہ مؤمن کی دوستی اختیار کرے اور اگر اُس نے کافر کو دوست بنایا، تو یہ کام اُسے ایمان کی کمزوری کی طرف لے جائے گا۔ اسی لیئے شارع (اللہ تعالیٰ) نے اُس کے اختلاط سے اس عظیم سختی کے ساتھ منع کیا، فساد کی جسامت کے لحاظ سے۔

آیت: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنقَلِبُوا خَاسِرِينَ﴾

ترجمہ: "اے ایمان والو! اگر تم کافروں کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل پلٹا دیں گے، (یعنی تمہیں مرتد بنا دیں گے) پھر تم نامراد ہو جاؤ گے۔" (سورۃ آل عمران۔۱۴۹)

اور امام احمد کی کتاب (الزہد) میں ابنِ دینار سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں میں سے ایک نبی کی طرف وحی کی کہ:

"اپنی قوم سے کہہ دیجئے کہ میرے دشمنوں کے داخل ہونے کی جگہ میں داخل نہ ہوں اور نہ میرے دشمن والا لباس پہنو، اور نہ میرے دشمن کی سواریوں پر سوار ہو، ورنہ تم میرے اُسی دشمن کی طرح ہو جاؤ گے کہ جیسے وہ میرے دشمن ہیں۔"

اس طرح مناوی کی (فتح القدیر) میں ہے اور العلقمی نے (الکوکب المنیر الشرح الجامع الصغیر) میں کہا کہ سمرۃ کی حدیث کی سند حسن ہے۔ اور اس سے ہجرت کی قدرت رکھنے اور دین کے اظہار کی قدرت نہ رکھنے والے پر جواز مقہور ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ اُس سے رُک بھی جائیں، تو بھی اُس کے بعد اُن سے کوئی توقع نہیں کہ وہ اُس کے بعد اُسے (مسلمان) کو ایذا دیں یا اُسے اپنے دین کے سلسلے میں فتنے میں مبتلا کریں اور مسلمانوں کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے دین کے ساتھ غالب رہے۔ جبکہ الطبرانی کی حدیث میں ہے کہ:

"میں مشرک کے ساتھ (رہنے والے) سے بری ہوں۔"

اور اسی معنی میں کئی احادیث ہیں۔

ابن القیم نے کتاب (الہدی النبوی) میں فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مسلمانوں کی مشرکوں کے درمیان اقامت سے منع کیا اگر وہ اُن کے درمیان سے ہجرت کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

”میں مشرکوں کے درمیان اِقامت کرنے والے ہر مسلمان سے بری ہوں۔“

اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

”اُن دونوں (مسلمان اور مشرک)کی آگ،(ایک دوسرے کو) نظر نہیں آنی چاہئیں۔“

اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

”جس نے مشرک کے ساتھ اختلاط کیا اور اُسکے ساتھ رہائش پذیر ہوا، تو وہ اُسی کی مانند ہے۔“

اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

”ہجرت کا(حکم) ختم نہیں ہو گا حتیٰ کہ توبہ (کا دروازہ) ختم (بند) ہو جائے اور توبہ اُس وقت ختم نہیں ہو گی حتیٰ کہ سورج مغرب سے نکلے۔“

اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

”ہجرت کے بعد بھی ہجرت ہو گی۔ لہٰذا، زمین کے بہترین لوگ وہ ہوں گے کہ جو ابراہیم کی ہجرت کی جگہ کو لازم پکڑیں۔ جبکہ زمین کے بدترین لوگ باقی رہیں گے، اُنکی زمینیں، اُنہیں باہر نکال پھینکیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اُن سے نفرت کرے گی اور اللہ تعالیٰ اُنہیں بندروں اور خنزیروں کے ساتھ اُٹھائے گا۔“

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمارا اور ہمارے بھائیوں کا خاتمہ اسلام پر کرے۔ آمین یاربّ العالمین۔

اے فقہاء۔۔۔! تم اُن مسلمانوں کے لیئے کیا کہو گے کہ جن سے ایسے کفریہ اقوال وافعال صادر ہوتے ہیں؟

مغرب میں تو ہزاروں کی تعداد میں مسلمان کبیرہ گناہوں بلکہ نواقض الاسلام (دائرہ اسلام سے خارج کر دینے والے اُمور) کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ مگر ہم نے تمہاری طرف سے مذمّت وانکار کا کوئی ایسا فتویٰ نہیں سنا جیسا کہ تم نے (اشقر امریکیوں) کو خوفزدہ کرنے یا اُن پر حملے کی مذمّت کی۔

تم کفر وردّت کے کاموں کی مذمّت اور اُن پر اعتراض کیوں نہیں کرتے؟

یا پھر یہ کہ کفر وردّت کے ان کاموں سے امریکا راضی ہے اور ان پر اعتراض کرنے سے وہ غضبناک ہو جاتا ہے؟

ہر چیز کو اُس کا مقام دو۔ جو چیز اُصول ہے، تو اُس پر توجّہ مرکوز کرو اور اُسے اُس کا حق دو۔ اور جو چیز فروع ہے، تو مغرب کو راضی کرنے کے لیئے اُصول پر مقدّم نہ کرو اور نہ اُسے حد سے بڑھاؤ۔

یا پھر (تمہارے نزدیک) اُصول وہی ہیں کہ جن سے امریکا اور اُنکے چیلے راضی ہوں اور فروع وہ ہیں کہ جن کا امریکا اور اُنکے چیلے انکار کریں؟

لاحول ولا قوّۃ الا باللہ۔

اے شہ سوارو۔۔۔ سوار ہو جاؤ کہ صلیبی جنگ شروع ہو چکی!

بلاشبہ کفّار، مسلمانوں کے لیئے خواہ کتنے ہی اشکالات پیدا کریں اور اپنے افعال کو اپنے عقائد کے خلاف خواہ کتنے ہی نام دیں، مگر ناموں کی تبدیلی سے حقائق تبدیل نہیں ہوتے کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں کہ جنکے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں خبر دی ہے کہ:

آیت:﴿۔۔۔ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

ترجمہ:"۔۔۔ لوگ آپ سے حرمت والے مہینوں میں لڑائی کی بابت سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجیئے کہ ان میں لڑائی کرنا بڑا گناہ ہے، لیکن اللہ کی راہ سے روکنا، اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور وہاں کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا، اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے یہ فتنہ قتل سے بھی بڑا گناہ ہے، یہ لوگ تم سے لڑائی بھڑائی کرتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان سے ہو سکے تو تمہیں تمہارے دین سے مرتد کر دیں اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اور اسی کفر کی حالت میں مریں، ان کے اعمال دنیوی اور اخروی سب غارت ہو جائیں گے۔ یہ لوگ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے۔" (سورۃ البقرۃ۔۲۱۷)

سو، اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کے عقائد اور مسلمانوں کے خلاف اُنکے دلوں میں موجود بغض اور اُنکی اسلام کے خلاف جنگ کی حقیقت کو ظاہر کر دیا۔

اور انسدادِ دہشت گردی یا مطلق عدل وانصاف یا آزادی کے دشمنوں یا شر پسندوں یا تہذیب کے دشمنوں سے جنگ جیسے نام تو اُس شدید ترین صلیبی حَقد کا لبادہ ہیں کہ جس سے اُن کے دل بھرے ہوئے ہیں۔

چونکہ اُن کے دل حَقد اور بغض سے بھرے ہوئے ہیں اور اُنکا واحد مقصد اپنے اُن اعتقادات کو پورا کرنا ہے کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ سو، امریکی صدر بش کا صبر اپنی انتہاء کو پہنچ گیا اور وہ اپنے عقیدے کو چھپا نہ سکا۔ لہذا، اُس نے (١٦/٢٠٠١/٠٩ بمطابق ٠٦/٢٨/١٤٢٢ھ) کو ایک پریس کانفرنس میں اس بات کا اعلان اِن الفاظ سے کیا:

"This crusade, this war on terrorism is going to take a long time."

اللہ تعالیٰ، اُسے ہلاک وتباہ کرے اُس کے اِن الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:

"یہ ایک صلیبی جنگ ہے، یہ جنگ دہشت گردی کے خلاف ہے جو ایک لمبے عرصے تک جاری رہے گی۔"

پھر اُس نے کہا کہ:

"امریکیوں کو اب صبر کو لازم پکڑنا چاہیئے۔"

اب، بش خواہ کتنا ہی اپنے اس خطاب کو بدلنے اور اسکے کتنے ہی عذر پیش کرنے کی کوشش کرے اور اسکے اسلامی مرکز کا دورہ بھی اُس کے صلیبی جنگ کے اعلان کو نہیں مٹا سکتے کیونکہ امریکی میڈیا تو ہر منٹ پر صلیبی جنگ کا اعلان کر رہا ہے۔

اور اسکی بہت سی مثالیں ہیں جن میں سے ایک وہ بھی ہے کہ جسے (نیشنل ریویو) نامی مجلّے نے (بلاشبہ یہ ایک جنگ ہے، ہمیں اُن کے ملکوں پر حملہ کرنا چاہیئے) کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:

”یہ وقت اُن دہشت گردانہ کاروائیوں میں ملوّث افراد کی جگہوں کو تلاش کرنے میں ضائع کرنے کا نہیں، ان کاروائیوں کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں کہ جن کے چہرے پر نیویارک اور واشنگٹن کے حملوں کا سن کر مسکراہٹ آئی۔ ہمیں لمبی چوڑی تحقیقات یا جرم کے اسباب کے لیئے دلیلوں کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ عالمی اتحاد کی ضرورت ہے۔ ہماری اُمّت پر ایک بنیاد پرست مجرم گروہ نے حملہ کیا ہے۔ ہم پر واجب ہے کہ اُن پر اُن کے ملکوں میں حملہ کریں، اُنکی قیادت کو قتل کریں اور انہیں مسیحیت کی طرف تبدیل ہونے پر مجبور کردیں۔“

اور تاکہ بعض لوگ اُٹھ کر ہمیں یہ کہنا شروع کردیں کہ تم تو بات کو اُس کے اصل مفہوم سے ہٹ کر پیش کرتے ہو جیسا کہ ایک آلہ کار صحافی نے کہا تھا۔ تو، ہم ایک بڑے امریکی سیاست کار کی اپنے صدر کی اس عبارت کو استعمال کرنے پر تنقید نقل کرتے ہیں۔ اور اس نے ABC ٹی۔ وی چینل پر پیش ہونے والے ایک مشہور پروگرام (Nightline) میں یہ تنقید کی تھی کہ جسے امریکی ٹی۔ وی میزبان (ٹیڈ کوبلز) پیش کرتا ہے۔ جس میں اُس نے کہا کہ:

”صدر نے یہ عبارت استعمال کر کے غلطی کی ہے اور اُس کے کچھ اسباب ہیں:

اوّل: بلاشبہ حقیقت میں صلیبی تو اُن جنگوں میں صلاح الدّین ایوبی کے ہاتھوں شکست کھا چکے تھے۔ لہٰذا، ایک ایسے وقت میں کہ جب ہمیں کامیابی کی شدید ترین ضرورت ہے، اُس شکست کی یاد دہانی کرانا مناسب نہیں تھا۔

دوئم: صلیبی جنگوں کی یہ اصطلاح ہمارے اُن مسلمان اتحادیوں میں بڑی تشویش کا باعث بنے گی کہ ہمیں جنگی دہشت گردی کے خلاف جلد شروع ہونے والے معرکے میں شدید ترین ضرورت ہے۔

الشیخ سفر الحوالی نے اپنی کتاب (کشف الغمہ عن علماء الامّہ) میں خلیج اور تیل کے کنوؤں کے علاقے پر صلیبیوں کے کنٹرول کے منصوبے کو نقل کیا ہے۔ اور انہوں نے جو کچھ نقل کیا، اُس میں

مغرب کی اسلام کے خلاف جنگ کی حرص اور تیسری دنیا کے ممالک میں اسے (اسلام) کو اپنے لیئے سب سے بڑا خطرہ سمجھنا بھی شامل ہے۔ اب میں آپ کے سامنے آپ (سفر الحوالی) کی بات کے بعض اُن جارحانہ جملوں کو نقل کرتا ہوں کہ جو انہوں نے صلیبیوں سے نقل کیئے ہیں۔ لہٰذا، صفحہ نمبر ۳۲ پر آپ لکھتے ہیں کہ:

"حقیقت واقع یہ ہے کہ ان قدیم وجدید تحالف کا اصل مقصد صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ مغرب کی مصلحت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے داخلی اختلافات بھلا کر اُس خارجی خطرے سے مقابلے کے لیئے متحد ہو جائیں کہ جس کا سرغنہ اسلام ہے۔ لہٰذا، یورپ نے جنگ میں عثمانی سلطنت کے خلاف اتحاد قائم کیا جسے مقدّس اتحاد کا نام دیا گیا۔ جبکہ ترکی اپنی جگہ کے اعتبار سے یورپی ملک ہونے کے باوجود گزشتہ قریبی دور تک اس اتحاد سے باہر رہا، جس کا واحد سبب یہ تھا کہ یہ اسلامی ملک تھا۔ اور صرف چند ہفتے قبل ہی ترکی صدر اَوزال سے ترکی کے نیٹو اتحاد کا رکن ہونے کے باوجود اُس یورپی اتحاد میں عدم قبولیت کا سبب پوچھا گیا، تو اس نے جواب دیا کہ مغرب ابھی تک ترکی کو ایک اسلامی مملکت کے اعتبار سے دیکھ رہا ہے!!

بلاشبہ جیسا کہ معلوم ہے کہ پہلی جنگِ عظیم امریکی صدر (ولسن) کے چودہ نقاط پر ختم ہوئی تھی جو کہ اقوامِ متحدہ کے بنیادی قوانین بنے اور جن کے تقاضے کے مطابق مغرب نے عالمِ اسلامی کو ہدایت کا پابند یعنی مغربی تسلّط کے نیچے رکھا تھا۔ حالانکہ اس کے اہم اجزاء جیسے (عدن)، (کویت) اور خلیجی ریاستوں کو اس سے قبل ہی (حمایت) کے نام پر مغرب کے تسلّط میں رکھا گیا تھا۔ اور دوسری جنگِ عظیم کے شروع ہوتے ہی یہ (اقوام لیگ) تحلیل ہوگئی اور اسی طرح روایتی استعماری طاقت بھی ختم ہوگئی جس کے نتیجے میں دو بڑی قوّتیں امریکا اور روس اُبھر کر سامنے آئیں۔ اور اس میں فاتح قوتوں کا (یالٹا) میں ہونے والی کانفرنس میں ایک معاہدہ ہوا، جس کے مطابق (اقوام متحدہ کمیٹی) نام سے ایک نئی کمیٹی کے ذریعے پوری دنیا پر حکومت کا منصوبہ بنا۔ جبکہ بڑے طاغوتوں کو (سلامتی کونسل) نامی کمیٹی میں (ویٹو) کے نام سے خلاف ورزی کا حق دیا گیا!!

اور الشیخ سفر الحوالی صفحہ نمبر ۳۵ پر فرماتے ہیں کہ:

"ایک دوسرے عدد میں بتاریخ ۲۱۔ ۱۲۔ ۱۴۱۰ھ کو ایک اور مضمون نگار جو کہ عربی تحقیقاتی مرکز کاڈائریکٹر ہے، یورپ کی دہمکیوں کے قاہرہ مستقبل اور ترقی کے اثرات کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

"مغربی اور جنوبی یورپ خاص طور پر فرانس میں اسلامی لہر اور ایک تبدیلی کہ جسے وہ ۔۔۔۔ تبدیلی کا نام دیتے ہیں، سے اُنکی تشویش میں اضافہ ہو رہا ہے اور یہ دونوں تبدیلیاں شمالی افریقا میں رونما ہو رہی ہیں۔

اور صفحہ نمبر ۳۷ پر الشیخ سفر الحوالی کہتے ہیں کہ:

"اور اس موضوع پر (المجلة البلاغ الاسلامية الكويتية) نے ۱۶ ذی الحجۃ ۱۴۱۰ھ یعنی حملے سے تقریباً ۲۵ روز قبل (کیا صلیبی جنگیں ختم ہو گئیں؟) کے عنوان کے تحت ایک مؤثر ترین مضمون لکھا۔ جس میں اُس نے کہا کہ:

> "آج کل ایسی خبریں عام ہیں کہ جنہیں سننے والے کے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ یہ تو کسی ایسے گھمسان کے معرکے کے عسکری بیانات ہیں کہ جو عجیب ترین خاموشی کے ساتھ جاری ہے۔"

اور اس مجلّے نے اس سوچ کو بھی پیش کیا ہے کہ جو مغرب میں پیدا ہوئی اور اُسے (فنانشل ٹائم) نے شائع کیا اور وہ ہے:

> "عالم اسلام کے خلاف یورپی دفاع کے قیام کا ارادہ ہے۔ بلکہ امریکی صحافت نے تو یہاں تک شائع کر دیا ہے کہ بلقان کے ممالک مثلاً یونان اور بلغاریا وغیرہ کو یورپ میں اسلامی بنیاد پرستی کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

اور امریکی صحافت نے ایٹمی دشمن (سوویت یونین) کو ایٹمی اسلحہ کے اسلامی سوویت جمہوریتوں میں مسلمان بنیاد پرستوں کے ہاتھ لگنے کے احتمال سے متنبہ کرتے ہوئے کہا کہ اس سے بشریت اور عالمی تہذیب کو شدید خطرات لاحق ہو جائیں گے۔

اور کہا کہ بلاشبہ بنیاد پرست صحراؤں سے آتا ہے جبکہ موحد، جنگلوں سے آتا ہے شاید یہی بڑا فرق ہے مشرق و مغرب کے درمیان۔

اور ان عبارتوں کو پیش کرنے والے امریکی وکیل نے (امریکی میڈیا اور مسلمانوں کا خطرہ) کے عنوان کے تحت اُنکی تعلیق میں کہا کہ:

> "مسلمانوں کے خطرے نہ صرف مغربی ملکوں بلکہ حتیٰ کہ سوویت یونین تک پھیلنے کے سبب ایک آدمی یہی سوچتا ہے کہ سرد جنگ میں ایک دوسرے سے نبرد آزما پرانے دشمنوں کے مفادات اب ایک جیسے ہو چکے ہیں۔ اور اس بات کا احتمال ہے کہ اسلامی خطرے کے سبب مہذب دنیا کے لیئے مستقبل میں نئے مسائل مزید بڑھیں گے۔"

اور الشیخ سفر الحوالی نے صفحہ نمبر ۳۷ پر یہ نقل کیا ہے کہ:

"اور اسی وقت وفاق کے زیرِ انتظام خفیہ ایجنسیوں کے نئے عہدے کا اعلان ہوا (جو کہ در حقیقت قدیم ہے)۔ لہٰذا، برطانوی ریڈیو نے گزشتہ ذی القعدہ کے آخر میں اپنے پروگرام (عالم الظہیرہ) میں جو اعلان کیا، وہ تقریباً اس طرح تھا:

> "امریکی خفیہ ایجنسیوں کا بنیادی ہدف جو کہ سوویت یونین کے شر کی نگرانی کرنا تھا، اب اُسکا بنیادی ہدف عالم اسلامی کی بنیاد پرست جماعتوں کی نگرانی اور اُنکے سامنے رکاوٹیں اور مشکلات کھڑی کرنا، بن جائے گا۔"

اور اس نے (فنانشل ٹائم) اخبار کے تبصرے کو بھی نشر کیا کہ جس میں اُس نے کہا کہ:

”اب جب امریکا مشرقی یورپ اور تیسری دنیا کے ممالک میں جمہوری قوتوں کی حمایت کر رہا ہے، اُسے چاہیئے کہ وہ عالمِ اسلام میں ان قوتوں کی حمایت نہ کرے کیونکہ اس طرح وہ غیر شعوری طور پر وہاں پر بنیاد پرستوں کو زمامِ اقتدار حاصل کرنے میں ملا دے گا!!! “

اور قریبی عالمی امن، عوام کی آزادی، استقلال، اور جمہوریت کے اعلانات اور واویلے کے دوران ہی فرانسیسی صدر (متران) نے یہ کہہ کر حواس باختہ صلیبی بم کا دھماکہ کر دیا کہ:

”الجزائر میں اگر بنیاد پرستوں کو حکومت حاصل کرنے میں کامیابی ہوئی، تو میں وہاں اُسی طرح فوجی مداخلت کروں گا کہ جس طرح بش نے پانامہ میں کی!!!“

اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ حواس باختگی صرف فوجی مداخلت کی دھمکیوں تک ہی محدود نہ تھی بلکہ فرانس کئی ملکوں میں مداخلت کر چکا ہے جن میں (زائر)، وسطی افریقا اور (ساحل العاج) اور (چاڈ) اور (گیمون) شامل ہیں۔ لیکن اُس نے مغرب کے بعض منصوبوں اور اُس صلیبی جنگ کو مشہور کرنے کے اعلان کی جرأت کی کہ جس نے اسلامی بیداری میں اشتعال انگیز اضافہ کر دیا، جس کی وجہ سے (متران) اپنے سخت مؤقف سے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوا، مگر وہ یہ بیان دینے سے باز نہ آیا کہ:

”فلسطینی انتفاضہ سے پورے خطّے کو بنیاد پرستی کی وباء کا خطرہ لاحق ہے۔“

اور ان آخری مہینوں میں کہ ذرائع ابلاغ عامہ پر ان اعلانات وبیانات کی مہم زور وشور سے جاری تھی، اُردن کے ولی عہد (امیر حسن) کا (نیویارک ٹائمز) میں یہ کھلا بیان آیا کہ جس میں اُس نے کہا کہ:

”اب اعتدال پسند عربوں اور اسرائیلیوں کے درمیان مذاکرات ہونے چاہیئے ہیں کیونکہ امن کا لاحق حقیقی خطرہ، بنیاد پرست عناصر سے درپیش ہے۔“

اور اس نے کہا کہ:

"حقیقی دشمن، بنیاد پرستی اور بنیاد پرستوں کا طاقت پکڑنا ہے جو کہ ایک طرف سے یہودی بنیاد پرست ہیں، تو دوسری طرف افغانستان، لبنان اور شمالی افریقا سے آنے والی لہر ہے کہ جو سیاست پر اثرانداز ہو رہی ہے۔"

اور اُس نے مزید کہا:

"مغربی کنارے اور غزۃ میں فلسطینی انتفاضہ میں شدّت پسندوں کی نقل و حرکت بڑھ رہی ہے۔"

نکسن اپنی کتاب (کامیابی بغیر جنگ کے) میں اسرائیل اور اسلامی بیداری کی لہر کے بارے میں کہتا ہے کہ:

"ہم مشرقِ وسطیٰ میں عربوں کے یہودیوں کے خلاف معرکے کو دیکھ رہے ہیں کہ یہ ایک ایسے جھگڑے میں تبدیل ہو رہا ہے کہ جس میں ایک جانب تو اسلامی بنیاد پرست ہیں، تو دوسری جانب اسرائیل اور اعتدال پسند عرب ملک ہیں۔ اور جب تک یہ امتیں اپنے اختلافات پر قابو نہیں پالیتیں اور یہ اعتراف نہیں کرتیں کہ انہیں شدید ترین خطرے کا سامنا ہے۔۔۔ جیسا کہ اُردن کے ولی عہد نے کہا۔" ص۔ ۲۸۴

اور الشیخ سفر الحوالی نے صفحہ نمبر ۴۲ پر (نکسن) کی کتاب (کامیابی بغیر جنگ کے) سے اُس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

"اور عالمِ اسلام میں مغربِ اسلامی سے لیکر انڈونیشا تک اسلامی بنیاد پرستی نے تبدیلی کے لیئے کمیونزم کی جگہ تشدّد کو بطورِ آلہ اختیار کیا۔۔۔" ص۔ ۳۰۷

اور نکسن نے کہا کہ:

”بلاشبہ کمیونسٹ باغی اور اسلام پسند دونوں نظریاتی دشمن ہیں جن کا ایک ہی مشترکہ ہدف ہے کہ کسی بھی ایسے ذریعے سے حکومت کا حصول ہے کہ جس کا مقصد اقتدار پر ڈکٹیٹر شپ قائم کرنا ہے جو کہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ تیسری دنیا کے ممالک میں عوام کے لیئے ان دونوں انقلابوں سے کوئی بہتر زندگی آسکتی ہے بلکہ اس سے معاملات مزید بدتر ہو جائیں گے۔ لیکن تیسری دنیا میں جاری اس معرکے کے لیئے اگر مغرب نے اقتصادیت اور روحانیت کے لیئے متفقہ سیاسی پالیسی نہ بنائی، تو ان دونوں میں سے ایک انقلاب ضرور آکر رہے گا۔ تیسری دنیا کے ممالک میں تبدیلی کی یہ ہوائیں ایک طاقتور آندھی کی شکل اختیار کرتی جارہی ہیں جبکہ ہم اُسے روکنے کی استطاعت نہیں رکھتے لیکن ہم اُن کا رخ تبدیل کر سکتے ہیں۔“ص۔۳۰۷

اور الشیخ سفر الحوالی نے صفحہ نمبر۷۷ پر امریکی سیاست کے ایک تجزیہ نگار کا یہ قول نقل کیا کہ جو اُس نے صدام کی جہاد کے لیئے پکار پر CNN نیوز چینل سے انٹرویو میں کہا تھا:

”ہم صدام کی فوجوں سے نہیں ڈرتے بلکہ ہمیں تو جیرہ نمائے عرب، الجزائر اور مصر میں بنیاد پرستوں سے خوف ہے۔“

اور اب میں یہاں مغرب کے بعض سیاست دانوں اور اُنکے دین کے قدیم وجدید لوگوں کے اقوال نقل کرتا ہوں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مغرب کی تمام تر توجہ اسلام کے خلاف ہونے والی اُنکی گمان کردہ (صلیبی جنگ) کی تیّاری پر مرکوز ہے۔ جبکہ صلیبی جنگ کا نظریہ جسے یہ لوگ خیر وشر کی قوّتوں کے درمیان جنگ یا اندھیروں اور روشنی کی قوّتوں کے درمیان جنگ یا عدل وانصاف اور ظلم کے درمیان جنگ، یہ تمام نام جو امریکی اور اتحادی ملکوں کے لیڈر، اسلام کے خلاف استعمال کرتے ہیں، یہ کوئی نئے نام نہیں بلکہ یہ تو اُن کی پرانی بنیادی عبارتیں ہیں، جو اُنکی کتابوں اور اُنکی خرافاتی پیش گوئیوں اور بنیاد پرست مغربی سوچ سے لی گئیں ہیں۔ اور اس معرکے کی قیادت اس وقت انجیلی عسکری یا پروٹسٹنٹ بنیاد پرست کر رہے ہیں۔

شمالی اٹلانٹک اتحاد کا سابق سیکرٹری جنرل (خفیر سولانا)، اتحاد کے ۱۴۲۱ھ کے اجلاس میں جو سوویت یونین کے زوال کے بعد ہوا، میں کہتا ہے کہ:

"سرد جنگ کے خاتمے اور سُرخ دشمن کے گرنے کے بعد شمالی اٹلانٹک کے اتحاد اور یورپی ملکوں سب کو اپنے اختلافات بھلا کر اُنہیں اپنی نظریں اپنے قدموں سے اٹھا کر آگے دیکھنا چاہیئے تاکہ وہ اپنے گھات لگائے دشمن کو پہچانیں اور اُسکے مقابلے کے لیئے متحد ہونا چاہیئے اور وہ دشمن ہے اسلامی بنیاد پرستی۔"

سابق برطانوی وزیر اعظم گلیسٹن، صلیبی جنگ کی تمہید کے طور پر لوگوں کو اُنکے دین سے دور کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

"جب تک مسلمانوں کے ہاتھوں میں یہ قرآن موجود ہے، اُس وقت تک یورپ مشرق پر کنٹرول حاصل نہیں کر سکتا۔"

اور البر مشڈور کہتا ہے کہ:

"کون جانتا ہے کہ وہ دن دوبارہ لوٹ آئے کہ جب مغربی ممالک کو مسلمانوں سے خطرہ درپیش ہو کہ جب وہ کسی مناسب وقت پر دنیا کو دوسری مرتبہ فتح کرنے کے لیئے آسمان سے نازل ہوں۔"

عیسائی مذہبی پیشوا لورنس براؤن، اُمّت میں تفریق ڈالتے ہوئے کہتا ہے کہ:

"اگر مسلمان عرب قوّت پر متحد ہو گئے، تو ممکن ہے کہ وہ دنیا کے لیئے ایک لعنت اور خطرہ بن جائیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس کے لیئے ایک نعمت بن جائیں۔ لیکن اگر وہ اس طرح منتشر رہے، تو وہ بلاشبہ بے وزن، بے وقعت رہیں گے۔"

اور آرنلڈ ٹوینٹی کہتا ہے کہ:

"اس وقت اسلامی وحدت سو رہی ہے لیکن ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ سونے والا کسی بھی وقت بیدار ہو سکتا ہے۔"

اور پاکستانی معاملات کا ماہر امریکی مستشرق وگ اسمتھ کہتا ہے کہ:

"اگر مسلمانوں کو عالمِ اسلام میں آزادی ملے اور وہ جمہوری نظاموں کے سائے تلے زندگی گزارنے لگے، تو ان ملکوں میں اسلام کامیاب ہو جائے گا جبکہ صرف اکیلی ڈکٹیٹر شپ کے ذریعے ہی اسلامی عوام اور انکے دین کے درمیان رکاوٹ ڈالی جاسکتی ہے۔"

۱۹۶۲ء میں فرانسیسی وزیر بہبود آبادی (لاکسٹ) کہتا ہے کہ:

"جب قرآن، فرانس سے زیادہ طاقتور ہے تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

اور سابق فرانسیسی وزیر خارجہ (ہونوٹو)، اسلام سے خبردار کرتے اور اسکے خلاف جنگ کرنے کی طرف بلاتے ہوئے کہتا ہے کہ:

"روئے زمین پر ہر جگہ اسلام کی حدود پہنچیں اور ہر جگہ پھیلا کیونکہ یہ واحد ایسا دین ہے کہ لوگ جس کی طرف بڑی شدّت سے مائل ہوتے ہیں اور یہ کسی بھی دوسرے دین سے برتر ہے۔"

اور (سالزار) کہتا ہے کہ:

"ہماری تہذیب کو حقیقی خطرہ مسلمانوں سے ہو سکتا ہے کہ جب وہ عالمی نظام کو تبدیل کریں گے۔"

اور کہتا ہے کہ:

”بلاشبہ جو حقیقی اور سخت ترین خطرہ ہمیں براہِ راست چیلنج کر رہا ہے، وہ ہے اسلامی خطرہ۔ کیونکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی دنیا، ہماری مغربی دنیا سے مکمل طور پر الگ ایک مستقل دنیا ہے۔ اور چونکہ وہی اپنی خاص روحانی وراثت کے مالک ہیں۔ اور انہیں تاریخ کی بہترین تہذیب کا فائدہ حاصل ہے۔ لہٰذا، وہ اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ وہ اپنی تہذیبی اور روحانی پہچان کو مغربی تہذیب میں تبدیل کیئے بغیر نئے عالمی قوانین قائم کریں۔“

اور ۱۴۲۱ھ میں منعقدہ (Commonwealth of nations) کے اجتماع میں روسی صدر (اَرژوکسی پیوٹن) نے اپنی آخری شرکت کے دوران اسلام کے خلاف اس صلیبی سوچ کو ہوا دیتے ہوئے کہا کہ:

”اسلام بنیاد پرستی ہی وہ واحد خطرہ ہے کہ جس کا آج کی ترقی یافتہ دنیا کو سامنا ہے۔ اور دنیا کے امن وسلامتی کے نظام کو یہی واحد خطرہ درپیش ہے۔ اور بنیاد پرستوں کو اثرورسوخ حاصل ہے۔ اور وہ ایک ایسی متحدہ مملکت کے لیئے کوشش کر رہے ہیں کہ جو فلپائن سے لے کر کوسوو تک پھیلی ہوئی ہے۔ اور یہ لوگ افغانستان سے نکلتے ہیں جو کہ اُنکی نقل وحرکت کا بنیادی ٹھکانہ ہے۔ لہٰذا، اگر عالمی برادری اس بنیاد پرستی کے مقابلے کے لیئے نہ اٹھی، تو یہ یقیناً اپنے اہداف حاصل کرلے گی۔ اور شمالی قوقاز میں بنیاد پرستی کے انسداد کے لیئے روس کو عالمی امداد کی ضرورت ہے۔“

بلاشبہ جنگ کے طبل تو بڑے عرصے سے بج رہے تھے بلکہ صلیبی فوجیں تو ایک عرصے سے اس کے لیئے متحرک ہیں اور آپس میں منظّم ہورہے ہیں اور جیسا کہ بش نے کہا کہ:

”دہشت گردی پر ہلاکت خیز حملہ کرنے کا وقت آگیا ہے۔“

اور اب اس صلیبی جنگ کے لیئے مغرب تیّاری کر رہا ہے، اسی لیئے (ویٹیکن) کا بابا (پوپ)، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، افغانستان کے پڑوسی ممالک کے دورے کے لیئے متحرک ہوا ہے تا کہ اس صلیبی جنگ کے لیئے تائید حاصل کرے۔ سو، اس نے (قزاقستان) کا بتاریخ ۰۶-۰۷-۱۴۲۲ھ کو دورہ کیا، جس کا اعلان اُس کے صدر (نزار بیف) نے کیا۔ اور اُس نے پوپ کے ساتھ ملاقات میں اس بات کا عہد کیا کہ ریاستہائے متحدہ امریکا کی خواہش میں مطلق طور پر شریک ہونے کے لیئے تیّار ہے اور اس نے اپنے خطاب میں کہا کہ:

”دہشت گردی کے خلاف جنگ میں صرف زبانی کلمات ہی ریاستہائے متحدہ امریکا کے لیئے کافی نہیں ہوں گے بلکہ ہم انہیں عملی جامہ پہنائیں گے اور ہم ہر اُس کام کے لیئے تیّار ہیں کہ جو ریاستہائے متحدہ امریکا چاہتا ہے۔“

اور یہ سب پوپ کے اُس شرکت پر آمادہ کرنے کے بعد تھا۔ اور یہ پوپ اسکے بعد (آرمینیا) اور ہو سکتا ہے کہ خطّے کے کئی ممالک کے صلیبیوں کو جنگ پر اکھٹا کرنے کے لیئے دورہ کرے گا اور یہ سب کچھ اس جنگ کے لیئے، صلیب کے مددگاروں کو اکھٹا کرنے کے لیئے ہے کہ جسے وہ اسلام کے خلاف سب سے بڑا حملہ شمار کرتے ہیں۔

تو، کہاں ہیں مسلمانوں کے علماء کہ جنھوں نے اُمّت کو جہاد پر اُبھارنے کے لیئے نہ تو افغانستان کا اور نہ ہی پاکستان کا دورہ کیا؟ اور نہ انہوں نے مجاہدین کے ہاتھ مضبوط کیئے؟ نہ مجاہدین کے ساتھ ایک مورچے میں اکھٹے ہوئے؟ بلکہ کم ترین چیز، جس کا اُن سے مطالبہ کیا جاسکتا ہے وہ یہ کہ ایسے فتوے کہاں ہیں جو یہ واضح کریں کہ یہ صلیبی جنگ ہے؟ اور ایسے فتوے کہاں ہیں جو یہ پکاریں کہ شرکت کی استطاعت رکھنے والے ہر مسلمان پر شیطان اور اس کے حزب کے خلاف جہاد فرضِ عین ہو چکا ہے؟ کہاں ہیں علم کے وہ دعویدار کہ جو اس دن تو اجتماعی اور انفرادی طور پر (بوذا) کے بتوں کے دفاع کے لیئے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے امارتِ اسلامی کو ان بتوں کو گرانے سے روکنے کے لیئے افغانستان کے دورے کیئے تھے؟

اے بتوں کا دفاع کرنے والو۔۔۔! کیا ابھی تمہارے لیئے وہ وقت نہیں آیا کہ تم توحید والوں کا دفاع کرو؟

کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تمہارے عقیدے میں الولاءوالبراء کا معنی متحرک ہو؟

یا پھر تمہارے نزدیک بت، توحید کے ماننے والوں سے زیادہ اہم ہیں؟

اُن لوگوں پر حسرت ہی حسرت ہے کہ جن کے سرکردہ لوگ بتوں کا تو دفاع کرتے ہیں جبکہ دین اور اسکے ماننے والوں کے دفاع سے پیچھے ہٹے ہوئے ہیں؟

ہمارا، تم سے یہ مطالبہ تو نہیں کہ تم اسلحہ اٹھاؤ اور مجاہد بن جاؤ۔ لیکن ہم تو صرف اتنا مطالبہ کرتے ہیں کہ تم بھی عیسائیوں کے پوپ کی مانند مسلمانوں کو اس فیصلہ کن جنگ کے لیئے تیّار کرو؟

آیت:﴿۔۔۔ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ:"۔۔۔ اللہ اپنے ارادے پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہوتے ہیں۔" (سورۃ یوسف۔۲۱)

تو، اگر کفر کے لشکر اکھٹے ہوگئے اور انہوں نے صلیبی جنگ کے کھلے اور واضح پلیٹ فارم کے تحت اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مکمل تیّاری اور گروہ بندی بھی کرلی ہے۔ لہٰذا، لوگ دو خیموں میں تقسیم ہوچکے ہیں۔

اوّل: ایمان کا خیمہ کہ جس میں نفاق نہیں۔

دوئم: نفاق کا خیمہ کہ جس میں ایمان نہیں۔

اور اب یہاں کسی مسلمان کے لیئے تیسرا کوئی اختیار (راستہ) نہیں۔ یا تو وہ کفریہ لشکروں اور اُنکے گروہ کے ساتھ ہو گا یا پھر وہ اُن مؤمنین کے گروہ کے ساتھ ہو گا کہ جو عقیدے اور دین کا دفاع کرتے ہیں۔

لہٰذا، صلیبی حملے نہ تو رکے تھے اور نہ رکیں گے ماسوائے اس کے کہ کوئی اسلامی حملہ آور ہاتھ ہی اس سرکشی کو روکے اور اللہ کا کلمہ بلند ہو۔

صلیبی جنگ کی قیادت کی سوچ پر ممکنہ حد تک تیز ترین بھرپور فوجی حملہ غالب ہے۔ اور فضائی اور میزائیلوں کے حملے کے لیئے افغانستان ایک آسان اور تیّار ہدف ہے۔ اسی لیئے امریکا نے اُسامہ بن لادن، افغانستان اور امارتِ اسلامی کا رخ کیا ہے۔ اس حادثے کے دوسرے روز ایک پریس کانفرنس کہ جب بش سے اس کام کے ذمہ داروں کے خلاف ردِّ عمل کی کیفیت کے بارے میں پوچھا گیا، تو اس نے کہا کہ:

"میں تو صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ جس ملک نے دہشت گردوں کو پناہ دی ہوئی ہے ہم اُسے دنیا کے نقشے سے مٹا دیں گے۔"

اس کا اشارہ افغانستان میں امارتِ اسلامی کی طرف تھا اس سے پہلے کہ انہیں اُن کے خلاف کوئی دلیل ملتی۔

صلیبی جنگ کے قائد بش نے اپنے دوسرے بیان میں کہ جسے ذرائع ابلاغ نے جان بوجھ کر شائع نہیں کیا، اُس نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تمام تر بغض کے ساتھ افغانیوں کو دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ:

We will smoke them!

"ہم انہیں (زہریلے) دھوئیں سے ماریں گے۔"

یعنی اُس کا مقصد انہیں اس بدترین مجرمانہ امریکی طریقے سے زہریلے دھوئیں سے مارنا ہے کہ جس کے ذریعے وہ ویتنام میں ہزاروں شہریوں کو شہروں اور بستیوں میں زہریلے دھوئیں سے قتل کرتے تھے۔

جبکہ مسلمانوں نے تو اس جملے کے معنی پر غور نہیں کیا۔ اور کسی نے اس سے زیادہ نہیں کہا کہ جو الجزیرہ ٹی۔وی چینل نے کہا کہ:

"شاید اُسکا مقصد زہریلی گیسوں کا استعمال ہے۔"

حالانکہ اس جملے کا بڑا وسیع مفہوم ہے کہ جو اُن کے اس عزم کی دلیل ہے کہ اس کلمے کے تمام تر معانی کے مطابق اجتماعی قتل وغارت گری کی جنگ شروع کرتا ہے۔

اور اس سے قبل فرانسیسیوں نے یہی طریقہ الجزائر میں مسلمانوں کے ساتھ اپنایا تھا۔ فرانسیسی، نہتّے الجزائریوں پر پہاڑوں کی وادیوں میں گولیوں کے ساتھ پیچھا کرتے تھے جبکہ وہ (الجزائری) اُنکے سامنے بھاگتے پھرتے اور پہاڑی سرنگوں میں پناہ حاصل کرتے، تو سفید فام صلیبی (جو کہ مسلمانوں کی طرح دہشت گرد نہیں، ان سرنگوں کے دھانوں پر آگ بھڑکا دیتا، جس کے نتیجے میں ان سرنگوں میں پناہ لینے والے دھوئیں سے مر جاتے۔ اور بش کے بیان کا یہ جملہ کہ (ہم اُنہیں دھوئیں سے ماریں گے)، صرف اور صرف اسی چیز پر دلالت کرتا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اُسامہ بن لادن یا افغانستان کو ہدف بنانا تو صرف قربانی کا حاضر بکرا بنانے کی مانند ہے جیسا کہ ہم اس سے قبل پاکستانی وزیرِ خارجہ کے بیان کی طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ امریکا تو منگل کے مبارک دن کی کاروائیوں سے پہلے ہی افغانستان پر حملے کی تیّاری کر رہا تھا۔ اور یہ کہ امریکی انتظامیہ نے امارتِ اسلامی پر حملے کے لیئے اُسکی سرزمین پر اُسامہ بن لادن کو تو صرف ایک ذریعہ بنایا ہے۔ حالانکہ در حقیقت اُسکا بنیادی ہدف اُسامہ بن لادن نہیں بلکہ اُس کا اصل ہدف امارتِ اسلامی اور اُسکے بنیاد پرستانہ (اُنکے گمان کے مطابق) نظام کو گرانا ہے۔

لہٰذا، امریکی وزیرِ خارجہ (کولن پاؤل) نے بیان دیا کہ:

”طالبان کا اُسامہ بن لادن کو ہمارے حوالے کرنا، اُنکے خلاف فوجی کاروائی روکنے کے لیئے کافی نہیں۔“

اور اُس نے بتاریخ ۰۶-۰۷-۱۴۲۲ھ بروز پیر، اُس سوال کہ کیا کوئی ایسا قانون بھی ہے کہ جو امریکا کو بن لادن کے خاتمے سے روکتا ہے، پاؤل نے اس کے جواب میں کہا کہ:

”امریکی انتظامیہ موجودہ قانون کا جائزہ لے رہی ہے تاکہ جس چیز کی اُسے ضرورت ہو، وہ اُس میں مطلق طور پر آزاد ہو۔ اور اُس نے دعویٰ کیا کہ بن لادن نیٹ ورک کہ جسے ریاستہائے متحدہ امریکا توڑنا چاہتا ہے، اُس میں پوری دنیا سے ہزاروں اشخاص شامل ہیں۔“

اور پاؤل نے مزید کہا کہ:

”ریاستہائے متحدہ امریکا کی فوری طور پر پہلی ترجیح اُسامہ بن لادن خود، القاعدہ تنظیم جس کا وہ سربراہ ہے اور تحریکِ طالبان ہے کہ جس نے اُسے افغانستان میں پناہ دے رکھی ہے۔“

اور پاؤل نے وضاحت کی کہ:

”اگرچہ بن لادن کو ریاستہائے متحدہ امریکا کے حوالے ہی کر دیا جائے، تب بھی یہ اس معرکے کا اختتام نہ ہو گا۔“

اور اُس نے کہا کہ:

”یہ بہت ضروری ہے کہ پورے نیٹ ورک کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا جائے۔“

اور امریکی وزیر نے اس بات کی تاکید کی کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ نے کسی بھی ایسی معلومات پر کہ جس سے اُسامہ بن لادن کو گرفتار کرنے میں مدد ملے، ۲۵ ملین (اڑھائی کرڑوڑ)ڈالر کی انعامی رقم دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

اور انہوں نے ہی سوڈان پر اُسامہ بن لادن کے بہانے سے پابندیاں لگائیں تھیں۔ اور اُسامہ بن لادن تو سوڈان سے نکل گیا مگر اُس پر پابندیاں ابھی تک برقرار ہیں اور امریکا ابھی تک بشیر کی حکومت گرانے کے لیئے جنوبی سوڈان کے عیسائیوں کی پشت پناہی کر رہا ہے بلکہ افغانستان پر جب فضائی حملہ ہوا، تو اس سے قبل سوڈان پر حملے ہوئے تھے۔ لہٰذا، صلیبی جنگ کا نشانہ مخصوص شخصیتیں یا افراد نہیں بلکہ یہ تو پورے اسلام کو نشانہ بناتی ہے۔

اس لیئے اُن کے اُسامہ بن لادن کو نکالنے کے مطالبے کو تسلیم کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا، جیسا کہ امیر المؤمنین ملّا محمد عمر مجاہد نے ایک سال قبل اپنے ایک خطبے میں کہا تھا کہ:

”سلامتی کونسل، جس نے ہم پر پابندیاں لگا رکھی ہیں، اُسکے عرب مجاہدین کو افغانستان سے نکالنے کے مطالبے کو تسلیم کرنے سے ہمارا اُنکے ساتھ معرکہ ختم نہیں ہو گا کیونکہ اُنکا ہدف اشخاص نہیں جیسا کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں بلکہ اُنکا ہدف تو امارتِ اسلامی کا اسلامی نظام ہے۔ لہٰذا، اگر ہم اُنکے مطالبات کو تسلیم کرتے ہوئے اُن کے مطلوبہ لوگوں کو نکال بھی دیں، تو بھی اُنکے یہ مطالبے یہاں ختم نہیں ہوں گے بلکہ پھر وہ ہم سے عورت اور مخالفین کے بارے میں ہمارے شرعی قوانین کی تبدیلی کا مطالبہ کریں گے اور یہ کہ ہم وسیع تر قومی حکومت تشکیل دیں اور شریعت کا نفاذ نہ کریں۔ لہٰذا، دیکھ لیجئے کہ سوڈان نے جب اُنکے مطالبات کو تسلیم کیا اور مجاہدین کو نکال دیا، تو بھی اُس کی مشکلات ابھی تک ختم نہیں ہوئیں۔“

اور امریکی انتظامیہ نے ہر جگہ اسلام کے خلاف جنگ کا اعلان کیا اسی نے اس پہلے اپنے صلیبی حملے میں ساٹھ (۶۰) ہدف متعیّن کیئے تھے جن میں سے ستّائیس (۲۷) اہداف کی صراحت کی اور یہ اعلان (۷۔۷۔ ۱۴۲۲ھ) کو ہوا۔ اور یہ اہداف کہ جن کا تعیّن امریکی صدر بش نے (انسدادِ دہشت گردی (انسدادِ اسلام) کی جنگ میں کیا۔ اور اس جنگ کا یہ نام ریاستہائے متحدہ امریکا نے رکھا ہے۔

جن میں ۱۱ جماعتیں، ۱۲ اشخاص اور ۴ امدادی تنظیمیں ہیں۔ اور یہ جماعتیں افغانستان میں (القاعدہ) اور فلپائن میں (ابو سیاف کی جماعت)، الجزائر میں (الجماعۃ الاسلامیہ)، کشمیر میں (حرکۃ المجاہدین)، مصر میں (جماعۃ الجہاد)، ازبکستان میں (الحرکۃ الاسلامیہ)، لبنان میں (عصبۃ الانصار)، الجزائر میں (الجماعۃ السلفیۃ للدعوۃ والقتال)، لیبیا میں (الجماعۃ الاسلامیۃ)، صومالیہ میں (الاتحاد الاسلامی) اور یمن میں (جیش عدن أبین الاسلامی) ہیں۔

جبکہ اشخاص میں اُسامہ بن لادن، محمد عاطف، سیف العادل، الشیخ سعید، ابو حفص الموریطانی، ابن الشیخ اللیبی، ابو زبیدہ، عبد الہادی عراقی، ایمن الظواہری، ثروت صلاح شحاتہ، طارق انور، السیّد احمد اور محمد صلاح شامل ہیں۔

اور امدادی تنظیموں میں مکتب الخدمات / الکفاح، منظمہ وفاء الانسانیہ، الرشید ٹرسٹ اور مامون درکنزانالی شامل ہیں۔

یوں پہلے مرحلے ہی میں امریکا کی جانب سے ساٹھ (۶۰) اہداف متعیّن کرنا، اس بات کا واضح اعلان ہے کہ یہ صلیبی جنگ اسلام کے خلاف ہے۔ لہٰذا، انہوں نے کسی بھی غیر اسلامی سنّی جماعت یا تنظیم کا نام نہیں لیا بلکہ کسی غیر جہادی تنظیم کا بھی نہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اُنکی اس جنگ کے پہلے مرحلے میں جہادی تحریکوں، تنظیموں پر وار کرنا اور اُن شخصیتوں کا خاتمہ کرنا ہے کہ جو مجاہدین کے قائدین شمار ہوتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے اس کے بعد وہ اپنے ساٹھ (۶۰) اہداف کا اعلان کریں۔ جن میں علماء، مخصوص کمپنیوں اور دوسری امدادی تنظیموں کو شامل کیا جائے جبکہ یہ ایک لمبی فہرست ہے اور اُس

وقت تک ختم نہیں ہو گی حتیٰ کہ اسلام کو اُسکی جڑوں سے اُکھاڑ دیا جائے اور وہ ناکام ونامراد ہوں گے جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے معاملے پر قادر ہے۔

لہٰذا، جو کوئی یہ کہتا ہے اُسامہ بن لادن کو امریکا کے حوالے کرنے سے اُمّت، اس جنگ سے بچ سکتی ہے، وہ ایسا غافل ہے کہ جو جنگ کی طبیعت کو نہیں سمجھتا۔ کیونکہ ہدف اکیلا اُسامہ بن لادن تو نہیں بلکہ ہدف اس سے زیادہ بڑا اور وسیع ہے۔ اصل ہدف اسلام اور خاص طور پر جہاد ہے۔ ساٹھ (٦٠) اہداف تو سالہا سال سے تیار کیئے گئے تھے اور وہ صلیبی (کفّار)، اُنکے خاتمے کے لیئے دن رات کام کر رہے تھے لیکن یہ کام خفیہ طور پر ہو رہا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے نصیب میں یہ حملے کر دیئے کہ جن سے اُنکی عقلیں ختم ہو گئیں، جس کے سبب انہوں نے اپنی کچلیوں کو برہنہ کر دیا اور اپنے اہداف کا اعلان کر دیا۔

اور ایسا شخص بھی ناسمجھ ہے کہ جو یہ گمان کرتا ہے کہ اہداف کا تعیّن امریکا کی طرف سے ان حملوں کے فوراً بعد کیا گیا۔ ان ساٹھ (٦٠) اہداف کا اعلان امریکی وزیرِ دفاع کی جانب سے حملوں کے دوسرے روز ہوا تھا۔ اور یہ تو ممکن ہی نہیں کہ وہ ان اہداف کا تعیّن ایک یا آدھے دن میں کر سکیں۔

لہٰذا، اہداف کو نشانہ بنانے کی تو پہلے سے تیّاری تھی لیکن الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکی سازش کا پول کھول دیا، تو کیا یہ سادہ لوح لوگ اس جنگ کے حجم کو سمجھیں گے اور اپنی غفلت سے بیدار ہو کر اس دن کے لیئے اپنے خون پیش کریں گے؟ ہماری تو یہ تمنّا ہے کہ ایسا عنقریب ہو جائے۔

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ کا اعلان، یہ بش کے بیٹے جارج بش کی زبان کی کوئی پھسلن نہیں تھی بلکہ یہ تو اُس کی زبان اُس بارے میں پھسل گئی تھی کہ جو اُس کے اور امریکی انتظامیہ کے دل میں تھا۔ اور یہ در حقیقت (پروٹسٹنٹ) کا عقیدہ ہے جو کہ معرکہ ہرمجدون کی تیّاری ہے جو عالمی جنگ ہے جس میں اُنکے گمان کے مطابق بشریت کا تیسرا حصّہ فنا ہو جائے گا۔

اور جیسا کہ ڈاکٹر برہان گیلم نے کہا کہ امریکی وزیر دفاع نے اپنی وزارت پر وزیر متعیّن ہونے سے پہلے وزارتِ دفاع کے سامنے ایک منصوبہ رکھا کہ جس میں اُس نے خیر وشر کے درمیان جنگ کی ریہرسل (تیّاری) کا نقشہ بنایا، جس کے تحت معرکہ ہرمجدون بپا ہوگا۔

لہٰذا، موجودہ صلیبی جنگ حقیقت میں اسرائیل کی مطلق تائید اور اُسکے ساتھ کئی عشروں کے اتحاد سے شروع ہوئی تھی۔ اور پھر خلیج اور عراق پر حملہ ہوا اور لیبیا اور سوڈان پر پابندیاں۔۔۔ اور ۱۱ سال سے خلیج اور عراق پر کویت کی آزادی کے بہانے فوجی حملے ہورہے ہیں۔ درحقیقت یہی وہ بنیادی فوجی لہر تھی کہ جس نے عالمِ اسلام پر اپنا قبضہ مستحکم کیا۔

اس لیئے امریکا کبھی بھی کسی ایسے اسلامی نظام کو ہرگز نہیں چھوڑے گا کہ جو اُس کی اجارہ داری سے مستقل (علیحدہ) ہو۔ یوں (صلیبی حملے) کا نعرہ جو بش نے لگایا، وہ تمام تر باریک بینی سے امریکی اعتقاد اور اُسکی عقل وسوچ کا عکاس ہے۔ اور افغان پہاڑوں پر حملہ بلا شک وشبہ وسعت اختیار کرے گا تاکہ اس میں مزید اہداف شامل ہوں جبکہ انہوں نے ان میں سے ساٹھ (۶۰) اہداف کا اعلان کیا اور ستّائیس (۲۷) کا تعین بھی کردیا اور یہ سب اُمّتِ مسلمہ کو جھکانے کے لیئے ہے۔

بلاشبہ آج صلیبی جنگ کے خلاف ایک مقدّس جنگ چھڑ چکی ہے۔

اب جبکہ آنے والی جنگ کے آثار ظاہر ہوگئے ہیں اور یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ یہ صلیبی جنگ (گرجے) سے لڑی جارہی ہے اور صلیبی، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنے فوجی حملے کے لیئے تیّار بیٹھے ہیں۔ اس لیئے ہر مسلمان کو جان لینا چاہیئے کہ جو کوئی بھی صلیبی صف میں کھڑا ہوا، وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے خواہ وہ کوئی ایک فرد ہو یا جماعت یا فوجی حکمران ہو یا سیاسی حکمران۔ اور مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ مرتد والا معاملہ کریں کہ اُس سے توبہ کروائی جائے، اگر تو وہ توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اُسے قتل کیا جائے۔

اور جو حکمران بھی مسلمانوں کے خلاف صلیبیوں کی مدد کرے، تو بلا شبہ وہ مرتد ہے اور مسلمان پر اُسے معزول کرنا واجب ہے۔ یاد رہے کہ (صلیبیوں) کی مدد کرنا ردّت کو لازم کرتا ہے خواہ یہ مدد جنگی ساز وسامان، اسلحے یا اس حملے کے لیئے اسلامی سرزمین یا فضاؤں کا استعمال ہو یا مالی مدد ہو یا تائید اور ابلاغِ عامّہ کی معنوی مدد ہو یا مسلمانوں پر دباؤ ڈالا جائے تاکہ وہ صلیبی مطالبات کو پورا کریں تاکہ وہ اس جنگ میں شکست سے دوچار ہوں۔

اور ہم فوجیوں کو خبردار کرتے ہیں کہ جنہیں امریکی فوجیں اس جنگ میں استعمال کریں گی جیسا کہ انہوں نے انہیں خلیج کی جنگ میں استعمال کیا تھا خواہ یہ جہازوں میں ایندھن بھرنے یا ساز وسامان کی درستگی یا جہازوں کی جاسوسی کرنا۔ بلا شبہ اُن (صلیبیوں) کی کسی قسم کی بھی مدد، چھوٹی ہو یا بڑی جیسے اُن کے ساز وسامان کی صفائی ستھرائی کرنا یا اُنکے لیئے خوراک کا بندوبست کرنا یا اُن کے ساتھ فضائی جاسوسی کے لیئے جانا یا اُنکی سیکورٹی کے لحاظ سے کوئی خدمت کرنا جیسے مجاہدین کا پیچھا کرنا اور اُنکی نقل وحرکت کی جاسوسی کرکے اُنکے بارے میں کسی بھی ملک کو معلومات دینا، یہ سب دائرہ اسلام سے خارج کر دینے والی (ردّت) شمار ہو گی۔

لہٰذا، ہر ایسے مسلمان فوجی کو خبردار ہو جانا چاہیئے ہے کہ جو ایسے اسلامی ملک میں رہتا ہے کہ جس کے حکمران ردّت پر راضی ہوئے اور انہوں نے امریکیوں کے ساتھ کھڑا ہونے کا عزم کر رکھا ہے اور انہوں نے کہا کہ:

آیت: ﴿۔۔۔ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۔۔۔﴾

ترجمہ: "۔۔۔ ہم بھی عنقریب بعض کاموں میں تمہارا کہا مانیں گے، ۔۔۔۔" (سورۃ محمد۔۲۶)

لہٰذا، اُسے ردّت سے بچنا چاہیئے اور کسی مسلمان کو ان (حکمرانوں) سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے کیونکہ یہ تو اپنے لیئے (ردّت) پر راضی ہو چکے ہیں حالانکہ یہ معاملات بہت ہی زیادہ خطرناک ہیں۔

اور (خلیج تعاون کونسل) کے ملکوں نے ۵۔۷۔ ۱۴۲۲ھ بروز اتوار کے اپنے اجلاس میں یہ یقین دلایا ہے کہ وہ نیویارک اور واشنگٹن میں ہونے والے حملوں کے مرتکب افراد کے تعیّن کے سلسلے میں ریاستہائے متحدہ امریکا کی مدد اور اُس سے مکمّل تعاون کریں گے۔ اور کونسل نے اپنے اس بیان میں کہ جو سعودیہ کے شہر جدّہ میں چھ ملکوں کے وزرائے خارجہ کے ہنگامی اجلاس کے اختتام پر جاری ہوا میں کہا کہ:

"کونسل کے ارکان، دہشت گردانہ اعمال کے مرتکب افراد کے تعیّن اور انہیں انصاف کے کٹہرے میں لانے کے لیئے عالمی کوششوں کے ساتھ مل کر تعاون اور مدد کا یقین دلاتے ہیں۔"

اور اسی کی بنیاد پر پانچواں بحری بیڑہ منامہ کے پانیوں اتر گیا جبکہ کویت نے امریکی طیّاروں کے لیئے اپنے فضائی اڈّے کھولنے کی اجازت دے دی۔

اور ہر مسلمان کو جان لینا چاہیئے ہے کہ صلیبیوں کے خلاف اس جنگ میں اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کرنا ہر مسلمان پر اُسکی استطاعت کے مطابق فرضِ عین ہو چکا ہے۔

اور جیسا کہ ابو داؤد وغیرہ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ:

"مشرکوں سے اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبان کے ساتھ جہاد کرو۔"

لہٰذا، ہر مسلمان جو ان اقسام میں سے کسی بھی قسم یا تمام اقسام کی قدرت رکھتا ہے، تو اُن (مشرکین) کے ساتھ جہاد کرے اور اس کا چھوٹی قسم پر عمل کرنا کفایت نہ کرے گا، اگر وہ بڑی قسم پر قدرت رکھتا ہو گو کہ مسلمانوں پر جہاد تو اسلام کی پہلی مملکت (الاندلس) کے کفّار کے ہاتھوں میں سقوط سے ہی متعیّن ہو چکا تھا۔ مگر آج اُس کا تعیّن مزید یقینی ہو گیا ہے کیونکہ یہ جنگ اسلام کے تمام شعبوں

اور ہر جگہ مسلمانوں کے خلاف بپا ہو رہی ہے۔ لہٰذا، اگر آج بھی مسلمان اپنے دین کے لیئے نہ اٹھے اور اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت نہ کیا کہ وہ اس دین کے لیئے اپنی جانوں کو نچھاور کریں گے، تو میرا نہیں خیال کہ آج کے بعد اُن پر یہ واجب ہو۔ اور اگر ان حالات میں بھی جہاد فرضِ عین نہیں ہوا، تو میرا نہیں خیال کہ اس سے بھی زیادہ سخت حالات ہوں کہ جن میں جہاد فرضِ عین ہو!!!

لہٰذا، اے اللہ کے شہسوارو۔۔۔! سوار ہو جاؤ۔۔۔ اور اے مسلمانوں، اپنے دین کے دفاع اور اسے بچانے کے لیئے سب کے سب لپکو۔

اور جان لو کہ اسلام کے معاملے کے ظاہر ہونے اور اُس کے غلبے کی اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ وہ باطل سے ٹکرائے اور اسے میدانِ معرکہ میں چیلنج کرے۔ لہٰذا، جو کوئی بھی یہ گمان کرتا ہے کہ اسلام کا معاملہ کیسٹ یا کتاب یا دعوت یا پارلیمنٹ یا انتخابی پرچوں سے ظاہر ہو گا، تو بلاشبہ ایسا شخص جاہل، غافل ہے۔ اُسے کچھ پتہ نہیں کہ دین کیسے قائم ہوا تھا۔ بلاشبہ یہ دین تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اُنکی اولادوں کی کھوپڑیوں اور اُنکے جسموں کے چیتھڑوں سے قائم ہوا تھا۔

اور آخر میں ہمارے لیئے یہ بھی لازم ہو چکا ہے کہ جلد یا بدیر ہم میدانِ معرکہ میں کفر کا سامنا کریں تا کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو غالب کرے۔

کیونکہ زمین میں قائم اللہ تعالیٰ کی سنّت کا تقاضا ہے کہ حق و باطل کے درمیان تہذیب وتمدّن، اصول واخلاق کے میدان میں معرکہ بپا رہے اور ان سب سے اہم معرکہ، میدان میں جسموں کا معرکہ ہے۔ اور اگر میدان کا معرکہ جو (جہاد) ہے اگر یہ اہم اور حق و باطل کے درمیان مرکزی معرکہ نہ ہوتا، تو اللہ تعالیٰ اس کے یہ تمام مخصوص فضائل واحکام کا ذکر نہ کرتے۔

لہٰذا، مطلق طور پر کوئی بھی کفایتی عبادت ایسی نہیں کہ جس کی فضیلت جہاد کی فضیلت سے بڑی ہو۔ بلکہ اس عبادت کی فضیلت اور اس کا اجر وثواب اکثر اوقات ایسے عینی فرائض سے بڑھ جاتا ہے کہ جو اس کے بغیر درست نہیں ہوتے۔ اور اس میں اس بات کی واضح دلالت ہے کہ اُمّت کی اس میدان

کے بغیر کوئی عزّت نہیں اور نہ اس عبادت کے بغیر اس کی کوئی عزّت ہے۔ اور کفر اور اسکے ماننے والوں سے لڑے بغیر اس کے معاملے کا غالب آنا ہی ممکن نہیں۔

اور حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم نصوص (قرآن واحادیث کی دلیلوں) کو دیکھیں، تو ہمیں پتہ چلے کہ اس دین کے پھیلنے اور اسکی عزت وشرف کا اصل سبب جہاد ہی ہے۔ اور جس دن سے ہم نے اسے معطّل کیا، اُسی روز سے ہم پر دوسری قومیں ٹوٹ پڑیں۔ اور جس دن صلیبیوں نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کے دلوں میں یہ عبادت پھر سے زندہ ہونا شروع ہوگئی ہے، تو اُسی روز سے شیطانی لشکر نے پکارا اور اپنے لشکروں کو اکھٹا کیا تاکہ اس عبادت کو اسکے آغاز میں ہی ختم کردے اور انہوں نے اسے (دہشت گردی) کا نام دے دیا۔ مگر اب اُن کے لیئے ایسا کیونکر ممکن ہے۔ اور شاید اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیئے بہتری مقدّر کی کہ اس مقابلے کو ہمارے شعور کے بغیر ہی اس وقت مقرر کر دیا اور اسے مزید متأخر نہیں کیا۔ کیونکہ اُمّتِ مسلمہ تو ہر روز پستی اور انتشار کی طرف جارہی ہے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ ان دنوں کے بعد اس کا کیا حال ہوگا۔

سنو۔۔۔! یہ جنگ ایسے وقت میں آئی کہ جب ہمارے پاس تھوڑا بہت جذبہ اور دینی التزام ہے۔ لہٰذا، بہتری اُسی میں ہوتی ہے کہ جو اللہ مقرّر کر دیتا ہے۔

اور اگر یہ جنگ اِن دنوں سے متأخر ہو جاتی، تو ہمیں مسلمانوں سے یہ مؤقف بھی نہ ملتا اگرچہ یہ مؤقف بھی غیر مقبول ہے۔

اُمّت اس وقت گہری نیند میں ہے جسے ایک طاقتور صدمے کی ضرورت ہے تاکہ یہ بیدار ہو اور اپنی اس ذلّت سے نکلے کہ جس میں وہ کئی عشروں سے رہ رہی ہے۔ اور شاید اب وہ فرصت آگئی ہے کہ جب اُمّت اپنی اس نیند سے بیدار ہو۔

بہر حال، اس بات کے قطع نظر کہ امریکا کے خلاف یہ کاروائیاں شرعاً جائز ہیں یا ناجائز اور کیا اسکے مفاسد اسکے فوائد سے بڑے ہیں یا نہیں، ہمارے نزدیک اب اہم بات یہ ہے کہ اس وقت صلیبی جنگ

کے طبل بج چکے ہیں اور یہ عنقریب شروع ہونے والی ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے اُسے تقدیر میں لکھ رکھا ہے۔ اور اس جنگ کے شکار تو سرزمینِ افغانستان کے صرف معصوم لوگ ہی بنیں گے اور ہو سکتا ہے کہ پورے وسطی ایشیاء میں۔ لہٰذا، ان تمام چیخ وپکار اور دعوؤں میں مسلمانوں کا کیا مؤقف ہونا چاہیئے؟

مسلمانوں پر آج جہاد کا (شرعی) حکم

علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب کفّار، اسلامی ملکوں میں داخل ہو جائیں، تو اس صورت میں جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے کہ جس سے پیچھے رہنا جائز نہیں جبکہ اس سے قبل یہ فرضِ کفایہ تھا۔ اور اس اجماع کو تمام مذاہب کے تمام فقہاء نے نقل کیا ہے۔ اور دشمن تو کئی صدیوں سے اسلامی ملکوں میں داخل ہو چکا ہے۔ مگر ہم آج اُس (شرعی) حکم کی تاکید کر رہے ہیں کیونکہ آنی والی صلیبی جنگ ایک وسیع ترین اور سخت ترین جنگ ہو گی، جس کے لیئے پوری اُمّت کی ضرورت ہے۔

لہٰذا، احناف میں سے الکاسانی نے (بدائع الصنائع، ۷/۹۷) میں کہا کہ:

"اگر دشمن نے حملہ کیا اور جہاد میں نکلنے کی عام منادی ہوئی، تو یہ فرضِ عین ہو گا۔ مسلمانوں کے ہر اُس شخص پر فرض ہو گا کہ جو اس کی قدرت رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے:

آیت: ﴿انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا ۔۔۔﴾

ترجمہ: "نکل کھڑے ہو جاؤ ہلکے پھلکے ہو تو بھی۔۔۔۔" (سورۃ التوبہ۔ ۴۱)

کہا گیا کہ یہ عام نکلنے (نفیر) کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ:

آیت: ﴿مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُوا عَن رَّسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنفُسِهِمْ عَن نَّفْسِهِ ۚ ۔۔۔﴾

ترجمہ: ”مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش ہیں ان کو یہ زیبانہ تھا کہ رسول اللہ کو چھوڑ کر پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں، ۔۔۔۔“ (سورۃ التوبہ۔۱۲۰)

اور چونکہ عام منادی سے قبل ہی ایسا وجوب تو ثابت ہے کہ جس میں بعض کے اس پر عمل کرنے سے باقی لوگوں سے ساقط ہو جاتا ہے۔ لیکن جب نکلنے کی عام منادی ہو، تو پھر اس (فریضے) پر عمل صرف اسی صورت میں ہو گا کہ جب تمام لوگ نکلیں۔ لہٰذا، اس طرح یہ ہر ایک پر نماز اور روزہ کی طرح فرضِ عین ہو جائے گا کہ جس کے لیئے غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر اور عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نکلے گی۔ کیونکہ فرضِ عین عبادتوں کے لیئے غلام اور عورت کا فائدہ اُسکے آقا اور شوہر کی ملکیت پر مقدّم ہے جیسا کہ نماز، روزے میں ہے۔ اور اسی طرح لڑکے کے لیئے جائز ہے کہ وہ اپنے والدین کی اجازت کے بغیر نکلے کیونکہ والدین کا حق عینی فرائض پر غالب نہیں ہوتا جیسے نماز، روزے میں ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مالکیوں میں سے:

ابن عبد البر نے اپنی کتاب (الکافی ۱/۲۰۵۱) میں فرمایا:

”یہ فرضِ عام متعیّن ہے ہر ایسے آزاد، بالغ پر کہ جو دفاع اور لڑائی کر سکے اور ہتھیار اُٹھا سکے۔ اور یہ اُس صورت میں ہو گا کہ جب دشمن کسی اسلامی ملک پر حملہ کرتے ہوئے اس میں داخل ہو جائے۔ اگر ایسا ہو جائے، تو اُس ملک کے رہنے والے تمام لوگوں پر جہاد واجب ہو جاتا ہے کہ وہ اٹھ کھڑے ہوں اور (دشمن کے مقابلے) کے لیئے نکلیں خواہ وہ ہلکے ہوں یا بوجھل، نوجوان ہوں یا بوڑھے اور اُن میں سے ایسا شخص پیچھے نہ رہے کہ جو نکلنے کی طاقت رکھتا ہو خواہ ساز و سامان رکھتا ہو یا خالی ہاتھ ہو اور اگر اس ملک کے لوگ دشمن کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ جائیں، تو اُنکے قریب رہنے والوں اور پڑوسیوں پر واجب ہے کہ وہ

(اُنکی مدد کیلئے) نکلیں خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ، اُس ملک کی ضرورت کے مطابق حتیٰ کہ انہیں پتہ چل جائے کہ اب اُن میں دشمن کا مقابلہ اور اپنا دفاع کرنے کی طاقت ہے۔ اور اسی طرح ہر ایسا شخص کہ جسے دشمن کے مقابلے میں اُنکی کمزوری کا علم ہو اور وہ یہ بھی جانتا ہو کہ وہ اُن تک پہنچ کر اُن کی مدد کر سکتا ہے، تو اس پر بھی اُن کی طرف نکلنا لازم ہو جائے گا کیونکہ تمام مسلمان اپنے غیروں کے خلاف ایک ہی ہاتھ کی طرح ہیں۔ البتہ اگر وہ علاقہ کہ جہاں دشمن حملہ آور ہوا اور اُس پر قبضہ کیا، وہاں کے لوگ دشمن کو پیچھے دھکیل دیں، تو اس صورت میں یہ فرض باقی لوگوں سے ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر دشمن، دارالاسلام کے قریب ہی آیا ہے ابھی وہاں داخل نہیں ہوا، تو بھی اُن پر (جہاد کے لیئے) نکلنا لازم ہو جائے گا۔"

اور مالکیوں میں سے ہی القرطبی نے اپنی تفسیر میں ۱۵۱/۸ پر کہا:

"کسی ملک یا علاقے پر دشمن کے قبضے کے سبب جہاد متعیّن ہو جائے، تو اُس صورت میں اُس ملک کے تمام لوگوں پر دشمن کے خلاف (جہاد کے لیئے) نکلنا واجب ہو جاتا ہے خواہ وہ ہلکے ہوں یا بوجھل، نوجوان ہوں یا بوڑھے۔ ہر کوئی اپنی طاقت کے مطابق۔ جس کا باپ ہو، تو وہ اُس کی اجازت کے بغیر اور جس کا باپ نہ ہو وہ بھی نکلے اور جو کوئی بھی نکلنے کی قدرت رکھتا ہو وہ پیچھے نہ رہے خواہ ساز و سامان رکھتا ہو یا خالی ہاتھ ہو۔ اور اگر اُس ملک کے لوگ، دشمن کے مقابلے کی طاقت نہ رکھتے ہوں، تو اُن کے قریبی پڑوسیوں پر واجب ہو گا کہ وہ اُس ملک والوں کی ضرورت کے مطابق نکلیں حتیٰ کہ اُنہیں یقین ہو جائے کہ اب اُن میں دشمن کا مقابلہ اور دفاع کرنے کی قوّت میسر ہو گئی ہے۔ اور اسی طرح ہر ایسا شخص کہ جسے دشمن کے مقابلے میں اُن کی کمزوری کا علم ہو اور وہ یہ بھی جانتا ہو کہ وہ اُن تک پہنچ کر اُنکی مدد کر سکتا ہے، تو ایسے شخص پر بھی اُنکی طرف نکلنا لازمی ہو جاتا ہے کیونکہ تمام مسلمان اپنے دشمن کے خلاف ایک ہیں۔ البتہ جس علاقے میں دشمن داخل ہوا اور اُس نے اُس ملک

پر قبضہ کرلیا، تو اگر اُس کے رہائشی، دشمن کو پیچھے ہٹانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، تو اس صورت میں یہ فرض باقی لوگوں سے ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر دشمن اسلامی ملکوں کے قریب آیا مگر اس میں ابھی داخل نہیں ہوا، تو بھی اُن پر اُس (دشمن) کے خلاف نکلنا لازم ہو جائے گا حتیٰ کہ اللہ کا دین غالب ہو جائے اور مرکز اور سرحدیں محفوظ ہو جائیں اور دشمن رسوا ہو جائے۔ اور اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں۔"

شافعیوں میں سے: النووی نے صحیح مسلم کی شرح میں ۶۳/۸ پر کہا:

"ہمارے شافعیوں نے کہا کہ: آج جہاد فرضِ کفایہ ہے۔ مگر یہ کہ کفّار، مسلمانوں کے کسی ملک پر حملہ کر دیں، تو اس صورت میں اُن پر جہاد متعیّن ہو جائے گا۔ اور اگر اس ملک کے لوگ اس کے لیئے کافی نہ ہوں، تو پھر اس کفایت کو پورا کرنے کے لیئے اُنکے قریبی لوگوں پر واجب ہو جاتا ہے۔"

حنبلیوں میں سے: شیخ الاسلام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ علیہ نے (الفتاویٰ الکبریٰ)، (الاختیارات) ۵۲۰/۴ میں کہا:

"رہی دفاعی لڑائی، تو یہ حملہ آور سے حرمت اور دین کے دفاع کی شدید ترین قسم ہے، جس کے واجب ہونے پر اجماع ہے۔ لہٰذا، ایسا حملہ آور دشمن جو کہ دین اور دنیا کو برباد کرتا ہے، ایمان کے بعد اس کے مقابلے سے بڑا واجب اور کوئی نہیں۔ لہٰذا، اس کے لیئے کوئی شرط نہیں لگائی جائے گی بلکہ ہر ممکن طریقے پر دفاع کیا جائے گا۔ اور اس پر دلائل دیئے ہیں ہمارے علماء، ساتھیوں اور دوسروں نے بھی۔"

اور آپ نے فرمایا:

"جب دشمن، اسلامی ملک میں داخل ہو جائے گا، تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اُس کے قریبی لوگوں پر اُسکا دفاع کرنا واجب ہے، پھر اُنکے قریبی لوگوں پر، کیونکہ تمام اسلامی ملک ایک ہی ملک کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور یہ کہ اس کی طرف (جہاد کے لیئے) والد اور قرض خواہ کی اجازت کے بغیر نکلنا واجب ہے۔ اور اس بات پر امام احمد کے دلائل (نصوص) واضح ہیں۔"

میں نے کہا: "ہمارے ملکوں میں تو دشمن صدیوں سے داخل ہو چکا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔"

اور اس (شرعی) حکم پر اجماع ہے۔ جسے تفصیل چاہیئے اُسے (الشرح الکبیر) پر الدسوقی کے حاشیے ۲/۱۷۴ کا مطالعہ کرنا چاہیئے اور ابنِ عابدین کا حاشیہ مغنی المحتاج ۳/۲۳۸، الشربینی کی (مغنی المحتاج ۴/۲۰۹)، اور الشافعی کی (الأم، ۴/۱۰۷) اور ابن النحاس کی (مشارع الأشواق الی مصارع العشاق ۱/۱۰۱)، (التاج والاکلیل ۴/۵۳۹)، (نہایۃ المحتاج ۵/۵۸) اور فقہ حدیث کی تمام کتابیں اس (شرعی) حکم کے ذکر سے بھری پڑی ہیں۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

اللہ رحم کرے الشیخ احمد شاکر پر کہ جنہوں نے اپنے زمانے میں مسلمانوں کے لیئے ایک مضمون لکھا، جس میں وہ مسلمانوں کو انگریزوں اور فرانسیسیوں کے خلاف جہاد پر اُبھارتے ہیں۔ مگر ہمیں اب اس جیسے بیان کی ضرورت ہے۔

الشیخ احمد شاکر اپنی کتاب (کلمہ حق) کے صفحہ نمبر ۱۲۶ پر (مصری اُمّت کے لیئے خصوصاً اور عرب و مسلم اُمّت کے لیئے عموماً پیغام) کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"خبردار! ہمارے دشمن انگریز اور اُنکے حلیفوں اور ہمارے درمیان معاملہ واضح ہو چکا، ہم میں سے دشمن کے چیلوں کے لیئے بھی واضح ہو چکا کہ جو اُن کی سوچ و فکر سے راضی ہوئے اور ہم میں سے دشمن کے غلاموں کے لیئے بھی واضح ہو چکا کہ جنہوں نے اپنی عقلیں اور اپنی نکیلیں اُن کے حوالے کر دیں اور ہم لوگ کہ جنہوں نے صحیح اسلامی فطرت

پر پرورش پائی، ہمیں اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کچھ ہوا بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو سکتا ہے۔

خبر دار! معاملہ واضح ہو چکا اور پوری مصری اُمّت نے اپنی رائے اور اپنے ارادے کا اعلان کر دیا اور (ازہر) نے دشمنوں کے معاملے اور اُنکی نصرت کے بارے میں اپنی صحیح رائے کا اعلان کر دیا۔

اور درست عمل، اللہ تعالیٰ کے لیئے خالص ہو کہ اگر کامیاب ہو تو وہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے کامیاب ہو اور اُس کے لیئے دنیا وآخرت میں ایک مجاہد کا اجر ہو اور اگر وہ قتل ہو تو شہید ہو کر قتل ہو۔ بلاشبہ مصر میں انگریزوں نے مسلمانوں کے خلاف سخت اور دھوکے والی جنگ کا اعلان کیا ہے، سرکشی اور غلبے کی جنگ۔ انہوں نے سوڈان میں مسلمانوں کے خلاف (سوڈان اور اُسکے عوام کے مفاد) کے غلاف اور خول میں لپٹی ہوئی جنگ کا اعلان کیا، خود مختاری کے بہانے سے مزیّن کہ جس سے مصریوں نے اس سے پہلے دھوکا کھایا تھا۔

اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ نہر سوئیز کے علاقے اور اس کے اردگرد کے ملکوں میں انگریزوں نے پرامن شہریوں کو قتل کرنے، عورتوں اور بچوں کو دھوکے سے قتل کرنے اور پولیس اور عدالت کے لوگوں تک سے ظلم وزیادتی جیسے کام حتیٰ کہ اُنکے ظلم وسرکشی سے کوئی چھوٹا بڑا محفوظ نہ رہا۔

اس طرح انہوں نے اپنی واضح اور کھلی دشمنی کا اعلان کیا کہ جس میں کسی قسم کا شک وشبہ اور مغالطہ نہیں، جس کی بناء پر مسلمانوں کے لیئے اُنکے خون اور اموال حلال ہوگئے۔ روئے زمین پر موجود کسی بھی حصّے پر موجود مسلمانوں پر واجب ہے کہ جہاں کہیں وہ (انگریز) پائے جائیں، اُن سے لڑے خواہ وہ شہری ہو یا فوجی۔ کیونکہ وہ سب دشمن ہیں اور سب جنگجو لڑاکے ہیں۔ انہوں نے دھوکے اور سرکشی اور ظلم سے لذّت حاصل کی۔ یہاں

تک کہ (اسماعیلیہ، السویس اور بورسعید) میں اُنکی عورتیں اور لڑکے بھی کھڑکیوں اور بالکنیوں سے پر امن گزرنے والوں پر گولیاں برساتے ہیں، بغیر کسی شرم وحیا کے۔ حالانکہ یہ تو ایسی بزدل قوم ہے کہ کسی بھی کمزور پر شیر بن جاتے ہیں۔ لہٰذا، کسی بھی مسلمان کے لیئے یہ جائز نہیں کہ وہ ان کے سامنے کمزور بنے یا اُنہیں نرمی اور درگزری دکھائے۔

آیت:﴿وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ ---﴾

ترجمہ: "انہیں مارو جہاں بھی پاؤ اور انہیں نکالو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے ---" (سورۃ البقرۃ۔۱۹۱)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں جنگ کے دوران عورتوں کے قتل سے منع کیا ہے۔ جبکہ یہ نہی، واضح علّت کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ عورتیں جنگجو (لڑاکا) نہیں ہیں۔ لہٰذا، اپنے غزوے میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک مقتول عورت کے پاس سے گزرے، تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ:

"یہ عورت تو لڑنے والی نہ تھی۔"

پھر، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عورتوں کے قتل سے منع کر دیا۔ جبکہ انکی عورتیں، فوج میں ہیں جو آدمیوں کے شانہ بشانہ لڑتیں ہیں اور اُن میں سے غیر فوجی عورتیں، مردوں سے مشابہت رکھتی ہیں جو بغیر کسی خوف وخطر کے مسلمانوں پر گولیاں برساتی ہیں۔ لہٰذا، اُن کا قتل کرنا حلال بلکہ واجب ہے۔ دین، جان اور ملک کے دفاع کی خاطر ماسوائے اس کے کوئی ایسی انتہائی کمزور عورت ہو کہ جو کچھ کرنے کی سکت نہ رکھتی ہو اور یہی حال نابالغ لڑکوں اور بوڑھوں کا ہے۔ ان میں سے جو لڑے یا زیادتی کرے، اُسے قتل کیا جائے گا اور

جو کوئی ایسانہ کرے، تو کوئی اُن سے برا سلوک نہ کرے، مگر اُنہیں اور عورتوں کو قیدی بنایا جائے گا۔ اور عنقریب ہم قیدیوں کا (شرعی) حکم بیان کریں گے۔ انشاء اللہ۔

اور ہم نے کہا کہ (روئے زمین کے کسی بھی حصّے میں موجود مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ انہیں (انگریزوں کو) جہاں بھی ملیں، قتل کرے خواہ وہ فوجی ہو یا شہری۔ اور ہمارے اس جملے کے ہر حرف کا معنی ہے۔

لہٰذا، مسلمان جہاں کہیں بھی اور وہ خواہ کسی بھی جنس و قوم سے ہو، اُس پر بھی وہی واجب ہے کہ جو سوڈان اور مصر میں ہم پر واجب ہے۔ حتیٰ کہ انگریز مسلمانوں پر بھی اپنے ملک میں یہی (شرعی) حکم ہے۔ اگر وہ حقیقی مسلمان ہیں، تو اُن پر بھی اُنکی استطاعت کے مطابق وہی واجب ہے کہ جو دوسرے مسلمانوں پر واجب ہے۔ اور اگر اُسکی اُن میں استطاعت نہ ہو، تو اُن پر دشمنوں کے ملکوں سے یا اُن ملکوں سے کہ جہاں وہ دشمن سے اللہ کے حکم کے مطابق لڑ نہ سکتے ہوں، تو ہجرت کرنا واجب ہے۔

کیونکہ اسلام کی ایک ہی قومیت ہے (آج کے زمانے کے اعتبار سے) جو کہ اپنے پیروکاروں کے درمیان سے قومیّت اور وطنیّت کے فرق کو ختم کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

آیت: ﴿إِنَّ هَـٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً۔۔۔﴾

ترجمہ: "یہ تمہاری امت ہے جو حقیقت میں ایک ہی امت ہے، ۔۔۔۔" (سورۃ الانبیاء۔ ۹۲)

اور اس کی بہت سی متواتر دلیلیں ہیں۔ اور یہ دین کی ضروری چیز کے طور پر معروف ہے کہ جس میں کوئی مسلمان شک نہیں کر سکتا بلکہ فرنگی تو اس بات کی یقینی معرفت رکھتے

ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کرتا ماسوائے ہم میں سے اُن لوگوں کہ جن کی تربیت فرنگیوں نے کی اور انہوں نے اپنے دین اور اپنی اُمّت کے خلاف شعوری اور غیر شعوری طور پر جنگ کو اختیار کرلیا ہے۔

آیت: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ، إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا﴾

ترجمہ: ”جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہیں تو پوچھتے ہیں، تم کس حال میں تھے؟ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اپنی جگہ کمزور اور مغلوب تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم ہجرت کر جاتے؟ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ پہنچنے کی بری جگہ ہے، مگر جو مرد عورتیں اور بچے بے بس ہیں جنہیں نہ تو کسی چارۂ کار کی طاقت اور نہ کسی راستے کا علم ہے۔“ (سورۃ النساء۔۹۷، ۹۸)

لہٰذا، اللہ تعالیٰ نے اللہ کے دشمنوں کے ملکوں میں رہنے والے کسی بھی مسلمان کو ہجرت سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا ماسوائے اُن ضعیفوں کے کہ جو حقیقی معنوں میں کمزور ہوں، جو نہیں جانتے کہ کیا کریں اور اپنے معاملے میں کسی چیز کا اختیار رکھتے ہیں۔

اس لیئے ہم پوری اُمّت کے نوجوانوں، بوڑھوں، چھوٹوں، بڑوں، امیروں، غریبوں سب کو خبردار کرتے ہیں کہ وہ اس دین کے لیئے اپنی محبّت ثابت کریں اور اس صلیبی جنگ کے خلاف متحد ہو کر ایک آدمی کی طرح ڈٹ جائیں کہ جس میں اُن (صلیبیوں) کی شکست درحقیقت ہر مقبوضہ علاقے میں مسلمانوں کی فتح ہوگی۔ لہٰذا، ہم اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتے

ہیں کہ وہ اُنکے خلاف کامیابی عطا کرے۔ اور اُنکے بارے میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ فرمان ثابت ہو جائے کہ جو آپ نے معرکہ احزاب کے بعد فرمایا، جس دن آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"آج ہم اُن پر حملہ کریں گے، نہ کہ وہ ہم پر حملہ کریں گے۔"

سو، اللہ تعالیٰ نے احزاب کو شکست دی اور اُنکی طاقت بکھر گئی۔ اور ہم اسی کی تمنّا اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں کہ وہ اس جنگ میں اُن کی طاقت توڑ ڈالے کیونکہ وہ اس سے زیادہ اکھٹے نہیں۔ لہٰذا، جب اللہ تعالیٰ اُن کے اتحاد کو بکھیر دے گا، تو اس کے بعد وہ اللہ کے حکم سے کبھی بھی مسلمانوں کے خلاف اکھٹے نہیں ہو سکیں گے۔

لیکن یہ سب اُمّت کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص پر اور ہمارے اللہ تعالیٰ پر توکّل پر منحصر ہے۔ لہٰذا، جہاد کی طرف چلے آؤ اور پیچھے بیٹھ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

منہج پر نظر ثانی کی دعوت

اے میرے محترم بھائی۔۔۔! میں بار بار آپکو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ آپ آج کہ ان حادثات کو قرآن کی بعض آیات کے تناظر میں دیکھیں اور اُنہیں تلاوت کریں اور فکر کریں اور ان پر غور کریں کیونکہ ہم سب سے غور وفکر اور تدبّر مطلوب ہے۔ لیکن اس تدبّر اور غور وفکر کے لیئے ضروری ہے کہ ان آیات اور ان جیسی دوسری آیات کو سامنے رکھیں، اس لیئے اپنے منہج پر نظر ثانی کیجیئے۔

لہٰذا، اگر تو یہ اور ان جیسی دوسری آیات آپ پر منطبق ہوتیں ہیں، تو پھر آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کیجیئے کیونکہ توبہ کا دروازہ روح کے نرخرے کے پہنچنے تک کھلا ہے۔ اور اگر آپ محفوظ ہیں اور

اُن لوگوں میں سے نہیں کہ جن پر یہ آیات منطبق ہوتیں ہیں، تو اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اُس کا شکر ادا کریں اور ہمیشہ اُس سے ثابت قدمی کی دعا کریں اور اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت کی راہ پر چلتے رہیں۔ اور یہ آیتیں درج ذیل ہیں۔

آیت:﴿وَإِنَّ مِنكُمْ لَمَن لَّيُبَطِّئَنَّ فَإِنْ أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُن مَّعَهُمْ شَهِيدًا ، وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمْ تَكُن بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يَا لَيْتَنِي كُنتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

ترجمہ:"اور یقیناً تم میں بعض وہ بھی ہیں جو پس و پیش کرتے ہیں، پھر اگر تمہیں کوئی نقصان ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا افضل کیا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا، اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کا کوئی فضل مل جائے تو اس طرح کہ گویا تم میں ان میں دوستی تھی ہی نہیں، کہتے ہیں کاش! میں بھی ان کے ہمراہ ہوتا تو بڑی کامیابی کو پہنچتا۔" (سورۃ النساء۔ ۷۲،۷۳)

آیت:﴿الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ فَإِن كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللَّهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ وَإِن كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُم مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ وَلَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ، إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ، مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا﴾

ترجمہ:"یہ لوگ تمہارے انجام کار کا انتظار کرتے رہتے ہیں پھر اگر تمہیں اللہ فتح دے تو یہ کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھی نہیں اور اگر کافروں کو تھوڑا سا غلبہ مل جائے تو (ان سے) کہتے ہیں کہ ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے اور کیا ہم نے تمہیں مسلمانوں کے ہاتھوں

سے نہ بچایا تھا؟ پس قیامت میں خود اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ایمان والوں پر ہر گز راہ نہ دے گا، بے شک منافق اللہ سے چالبازیاں کر رہے ہیں اور وہ انہیں اس چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں، اور یاد الٰہی تو یوں ہی سی برائے نام کرتے ہیں، وہ درمیان میں ہی معلق ڈگمگا رہے ہیں، نہ پورے ان کی طرف نہ صحیح طور پر ان کی طرف اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دے تو تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔" (سورۃ النساء ۱۴۱ تا ۱۴۳)

آیت: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ، فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَن تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ ۚ فَعَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِندِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسَرُّوا فِي أَنفُسِهِمْ نَادِمِينَ﴾

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہی میں سے ہے، ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہر گز راہ راست نہیں دکھاتا، آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھس رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہے، ایسا نہ ہو کہ کوئی حادثہ ہم پر پڑ جائے بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ فتح دے دے۔ یا اپنے پاس سے کوئی اور چیز لائے پھر تو یہ اپنے دلوں میں چھپائی ہوئی باتوں پر (بے طرح) نادم ہونے لگیں گے۔" (سورۃ المائدہ۔ ۵۱، ۵۲)

آیت:﴿لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوكَ وَلَٰكِن بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ، عَفَا اللَّهُ عَنكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ ، لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَن يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ، إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ، وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً وَلَٰكِن كَرِهَ اللَّهُ انبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ ، لَوْ خَرَجُوا فِيكُم مَّا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ، لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِن قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّىٰ جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَارِهُونَ ، وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ ائْذَن لِّي وَلَا تَفْتِنِّي ۚ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا ۗ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ﴾

ترجمہ:”اگر جلد وصول ہونے والا مال واسباب ہوتا اور ہلکا سفر ہوتا تو یہ ضرور آپ کے پیچھے ہو لیتے لیکن ان پر تو دوری اور دراز کی مشکل پڑ گئی۔ اب تو یہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم میں قوت وطاقت ہوتی تو ہم یقیناً آپ کے ساتھ نکلتے، یہ اپنی جانوں کو خود ہی ہلاکت میں ڈال رہے ہیں ان کے جھوٹا ہونے کا سچا علم اللہ کو ہے، اللہ تجھے معاف فرمادے، تونے انہیں کیوں اجازت دے دی؟ بغیر اس کے کہ تیرے سامنے سچے لوگ کھل جائیں اور تو جھوٹے لوگوں کو بھی جان لے، اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ویقین رکھنے والے تو مالی اور جانی جہاد سے رک رہنے کی کبھی بھی تجھ سے اجازت طلب نہیں کریں گے، اور اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کو خوب جانتا ہے، یہ اجازت تو تجھ سے وہی طلب کرتے ہیں جنہیں نہ اللہ پر ایمان ہے نہ آخرت کے دن کا یقین ہے جن کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ

ہر جگہ کے مسلمان اور علماء سے مدد طلب کرنے کے لیئے ملاّ محمد عمر حفظ اللہ کا خطاب- بمؤرخہ ۱۶/۰۷/۱۴۳۲

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

الحمد للہ، کہ جس نے اپنی محکم کتاب میں فرمایا:

آیت:﴿انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ: "نکل کھڑے ہو جاؤ ہلکے پھلکے ہو تو بھی اور بھاری بھر کم ہو تو بھی، اور راہ رب میں اپنی مال و جان سے جہاد کرو، یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو۔" (سورۃ التوبہ ۔۴۱)

اور جس نے یہ فرمایا:

آیت:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ، إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

ترجمہ: "اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ چلو اللہ کے راستے میں کوچ کرو تو تم زمین سے لگے جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کے عوض دنیا کی زندگانی پر ہی ریجھ گئے ہو۔ سنو! دنیا کی زندگی تو آخرت کے مقابلے میں کچھ یونہی سی ہے، اگر تم نے

کوچ نہ کیا تو تمہیں اللہ تعالیٰ دردناک سزا دے گا اور تمہارے سوا اور لوگوں کو بدل لائے گا، تم اللہ تعالی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"(سورۃ التوبہ۔ ۳۸، ۳۹)

اور درود و سلامتی ہو امام المجاہدین، مؤمنوں کے قائد، ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کہ جنہوں نے فرمایا کہ:

الحدیث: "مجھے قیامت تک تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہے حتیٰ کہ اکیلے اللہ تعالی وحدہ لا شریک کی عبادت کی جائے، اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے تلے رکھا گیا ہے، اور ذلّت اور رسوائی اُس شخص کے مقدّر میں لکھی گئی کہ جو میرے حکم کی مخالفت کرے، اور جو کوئی کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے، تو وہ اُنہی میں سے ہے۔" اسے احمد اور ابو داؤد نے روایت کیا۔

امّا بعد:

سو، اے عظیم اُمّتِ اسلام۔۔۔! اے مشرق و مغرب کی سرزمین کے مسلمانو۔۔۔!

آیت: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ۔۔۔﴾

ترجمہ: "بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔۔۔۔" (سورۃ آل عمران۔ ۱۱۰)

اے وہ لوگو۔۔۔! کہ جو اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نبی اور رسول ہونے پر ایمان لائے ہو۔۔۔!

اے تمام مسلمانو۔۔۔!

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ لوگ پوری توجّہ اور اہتمام کے ساتھ اس کھلی صلیبی جنگ کو دیکھ رہے ہیں کہ جس کی قیادت ریاستہائے متحدہ امریکا، برطانیہ اور عیسائی یورپی ملکوں، شمالی اٹلانٹک کے اتحاد نیٹو، روس اور سابقہ کمیونسٹ ملکوں کے عالمی تعاون کے ساتھ اور کفریہ اور مرتد ملّتیں اور مسلمانوں کے جاہل وبے وقوف اور لشکروں کے لشکر، افغانستان کی امارتِ اسلامیہ کے خلاف اُن اہداف کے حصول کے لیئے گروہ بندی کر رہا ہے کہ جن کا انہوں نے اعلان کر رکھا ہے۔ جن میں سر فہرست افغانستان میں اسلامی حکومت کو گرانا اور نام نہاد (دہشت گردی) کا خاتمہ ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ لوگ اس صلیبی حملے کہ جن اسباب کا دعویٰ کر رہے ہیں، یہ تو اُن کے سابقہ تیّار کیئے گئے اہداف کے حصول کا صرف ایک ذریعہ ہیں۔ وہ اہداف کہ جن کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں اپنی کتابِ عزیز میں خبر دی ہے کہ:

آیت:﴿۔۔۔ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

ترجمہ: "۔۔۔ یہ لوگ تم سے لڑائی بھڑائی کرتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان سے ہوسکے تو تمہیں تمہارے دین سے مرتد کردیں اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اور اسی کفر کی حالت میں مریں، ان کے اعمال دنیوی اور اخروی سب غارت

ہو جائیں گے۔ یہ لوگ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے۔" (سورۃ البقرۃ ۔۲۱۷)

بلاشبہ وہ اس اسلامی مملکت کا خاتمہ چاہتے ہیں صرف اس لیئے کہ یہ اسلامی ہے۔ ورنہ کس شریعت اور قانون کے تحت بغیر کسی ثبوت کے، مجرّد شبہے کی بنیاد پر کسی شخص کو سزا دینا جائز ہے؟ جبکہ اُس شخص کی بدولت پوری اُمّت کو سزا دینا تو دور کی بات رہی؟!!

بلاشبہ آسمانی شریعتیں اور بناوٹی (انسانی) قوانین سب اس بات پر متفق ہیں کہ ملزم اُس وقت تک بری ہوتا ہے حتیٰ کہ اُس کا جرم ثابت ہو جائے۔

لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ وہ تو ہم سے صرف اس لیئے لڑتے ہیں کہ ہم نے ایک مستقل اسلامی نظامِ حکومت قائم کیا ہے۔ درحقیقت یہی بات اُن پر اُن حملوں سے زیادہ گراں ہے کہ جو نیویارک اور واشنگٹن میں ہوئے۔

اے پوری دنیا کے مسلمانو۔۔۔!

اب سوال یہ نہیں کہ امریکا کے خلاف ہونے والی کاروائیاں درست تھیں یا غلط، جو ہوا وہ ہو چکا۔ کسی نے اس کی تائید کی اور کسی نے اس کی مخالفت۔

اب جو سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ:

"افغانستان کے خلاف ہونے والے اس نئے صلیبی حملے کے سلسلے میں اُمّتِ مسلمہ پر کیا واجب ہے؟!!

اور اُس شخص کا شرعی حکم کیا ہے کہ جو اُن صلیبیوں سے دوستی کرتا ہے اور کسی بھی قسم کی مدد اور تعاون سے اُن کا ساتھ دیتا ہے؟"

بلاشبہ جس چیز پر اُمّتِ مسلمہ کا اجماع اور آئمہ (دین) کا اتفاق ہے وہ یہ کہ اس جیسی حالت کہ جس میں آج ہم ہیں، ان حملہ آوروں کے خلاف جہاد کرنا ہر مسلمان پر فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ جس میں بیٹے کے لیئے والد سے، غلام کے لیئے آقا سے اور بیوی کے لیئے خاوند سے اور نہ مقروض کے لیئے قرض خواہ سے اجازت لینا ضروری ہوتا ہے۔ اس مسئلے میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں۔

یہ تو ہے ان حملہ آوروں کے خلاف جہاد کا (شرعی حکم اور اس سلسلے میں جو کچھ مسلمانوں پر واجب ہے۔ رہا، اُس شخص کا (شرعی) حکم کہ جو اِن حملہ آوروں کے ساتھ تعاون کرتا ہے، تو اسے اللہ تعالیٰ نے کیا ہی خوب طریقے سے اور وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ سو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی محکّم کتاب میں فرماتے ہیں کہ:

آیت:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ، فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَن تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ ۚ فَعَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِندِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسَرُّوا فِي أَنفُسِهِمْ نَادِمِينَ﴾

ترجمہ:"اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہی میں سے ہے، ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہر گز راہ راست نہیں دکھاتا، آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھس رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہے، ایسا نہ ہو کہ کوئی حادثہ ہم پر پڑ جائے بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ فتح دے دے۔ یا اپنے پاس سے کوئی اور چیز لائے پھر تو یہ اپنے دلوں میں چھپائی ہوئی باتوں پر (بے طرح) نادم ہونے لگیں گے۔" (سورۃ المائدہ۔ ۵۱، ۵۲)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان آیات میں کئی امور کو بیان کیا ہے جن میں سے کچھ یہ ہیں:

۱۔ یہود و نصاریٰ کی دوستی اور اُنکی مدد تعاون سے نہی (انکار)۔

۲۔ یہ کہ جو کوئی اُن سے دوستی کرے اور اُن سے تعاون و مدد کرے، تو اُس کا (شرعی) حکم، اُن (یہود و نصاریٰ) کے (شرعی) حکم جیسا ہی ہو گا۔

۳۔ یہ کہ اُن کی دوستی، منافقوں کے خصائل اور اُنکے اخلاق ہیں۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ مشرکوں سے دوستی کرنا، اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانے کے منافی ہے۔ لہٰذا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

آیت:﴿تَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَن سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ ، وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ---﴾

ترجمہ: ”ان میں سے بہت سے لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں، جو کچھ انہوں نے اپنے لئے آگے بھیج رکھا ہے وہ بہت برا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے، اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر اور نبی پر اور جو نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان ہو تا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے،۔۔۔۔“ (سورۃ المائدہ۔ ۸۰، ۸۱)

ان اور دوسری آیتوں سے علماء نے یہ (شرعی) حکم اخذ کیا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کی مدد کرنا، اسلام کے نواقض (دائرہ اسلام سے نکالنے والے کاموں میں سے ایک کام) میں سے ایک نواقض ہے، جن کے مرتکب شخص پر رِدّت اور ملّتِ اسلامیہ سے نکل جانے کا (شرعی) حکم لاگو ہو گا۔

اے اسلام کے معزز علماء اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والو۔۔۔!

بلاشبہ آپ پر سب سے پہلا واجب اِن حقائق کو ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کرنا ہے۔ اللہ کے اس معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہ کھاؤ۔ کیونکہ یہ تو اُس عہد ومیثاق کا عین تقاضا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اہلِ علم سے کیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

آیت: ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ ۔۔۔﴾

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کروگے اور اسے چھپاؤ گے نہیں،۔۔۔۔" (آل عمران۔۱۸۷)

لہٰذا، لوگوں کے لیئے اُن کے دین کو واضح کرو اور اُنہیں اِسکی راہ میں جہاد کرنے پر ابھارو۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

آیت: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ ۔۔۔﴾

ترجمہ: "اے نبی! ایمان والوں کو جہاد کا شوق دلاؤ۔" (سورۃ الانفال۔۶۵)

اور اے تاجرو۔۔۔ اور صاحبِ اموال لوگو۔۔۔!

بلاشبہ آپ پر سب سے پہلا واجب جو ہے وہ اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

آیت: ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ ۔۔۔﴾

ترجمہ:"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔۔۔۔۔ " (سورۃ التوبہ۔۱۱)

اور فرمایا کہ:

آیت:﴿مَّثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

ترجمہ:"جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں، اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے بڑھا چڑھا کر دے اور اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔" (سورۃ البقرۃ۔۲۶۱)

اور اے نوجوانانِ اسلام۔۔۔!

آپ پر جو سب سے پہلا واجب ہے وہ جہاد اور اُسکی تیّاری (تربیت) اور بندوق چلانا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

آیت:﴿۔۔۔ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ۔۔۔﴾

ترجمہ:"۔۔۔ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو انہیں گرفتار کرو، ان کا محاصرہ کرلو اور ان کی تاک میں ہر گھاٹی میں جا بیٹھو،۔۔۔۔ " (سورۃ التوبہ۔۵)

اور اے ہر جگہ کے مسلمانو۔۔۔!

بلاشبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

”میری اُمّت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے ساتھ کامیاب رہے گا۔ (اور ایک جگہ لفظ یہ ہیں کہ) وہ حق کے ساتھ لڑتے رہیں گے قیامت تک، اُنہیں اکیلا چھوڑنے والا اور اُنکی مخالفت کرنے والا اُنہیں کوئی نقصان نہ پہنچاسکے گا۔“ اسے مسلم نے رویت کیا ہے۔

لہٰذا، اس حدیث نے لوگوں کو تین گروہوں میں تقسیم کر دیا:

۱۔ **الطائفة منصورة:** ”یہی لوگ اہلِ اسلام ہیں، اس پر ڈٹے ہوئے اسی کی خاطر لڑتے ہیں۔“

۲۔ **الطائفة المخالفة:** ”یہ یہود و نصاریٰ، اہل کفر و ردّت اور مسلمانوں کے فاسق و فاجر لوگ ہیں۔“

۳۔ **الطائفة المخذلة:** ”یہ وہ لوگ ہیں کہ جو مسلمان جماعت کی مدد سے پیچھے بیٹھتے ہیں اور اسی کو لوگوں کے لیئے مزیّن کر کے پیش کرتے ہیں۔“

ان کے علاوہ کوئی اور گروہ نہیں۔ لہذا، ہر مسلمان کو سوچنا چاہیئے کہ وہ ان میں سے کسی گروہ کے ساتھ ہے۔

اور اس حدیث میں یہ وضاحت بھی کی ہے کہ (الطائفة المنصورہ) کو اُسکے مخالف مشرک کوئی نقصان نہیں پہنچاسکتے اور نہ اُسکی مدد سے پیچھے بیٹھنے والے اسلام کی طرف منسوب لوگ۔ سو، یہ بہر حال کامیاب گروہ (جماعت) ہے۔

اور ہمیں اس نصرت (کامیابی) پر مکمّل یقین ہے کہ جس کا وعدہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبان مبارک سے کیا۔ لیکن یہ کامیابی، اللہ کے دین کے لیئے ہماری نصرت اور اُس کے لیئے اخلاص کے ساتھ مشروط ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

آیت:﴿۔۔۔ وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾

ترجمہ: "۔۔۔ جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قوتوں والا بڑے غلبے والا ہے۔" (سورۃ الحج۔۴۰)

اور اس کا یہ فرمان بھی کہ:

آیت:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾

ترجمہ: "اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔" (سورۃ محمد۔۷)

اور جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ، ہماری مدد کرے گا، تو اُس کے اتحادی ومددگار ہمارے سامنے کھڑے ہونے کی استطاعت نہیں رکھیں گے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

آیت:﴿إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ ۔۔۔﴾

ترجمہ: "اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔۔۔۔" (سورۃ آل عمران۔۱۶۰)

امریکا اور اُسکے گروہ خواہ کتنے ہی طاقت والے کیوں نہ ہوں، اُنکی یہ قوت اُس قوی وجبّار کی قوّت کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود فرماتے ہیں:

آیت:﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ، وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ ۔۔۔﴾

ترجمہ:"کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ بھاگ نکلے۔ یقیناً وہ عاجز نہیں کر سکتے، تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو۔" (سورۃ الانفال۔۵۹،۶۰)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

آیت:﴿۔۔۔ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا﴾

ترجمہ:"۔۔۔ پس تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو! یقین مانو کہ شیطانی حیلہ (بالکل بوداور) سخت کمزور ہے۔"(سورۃ النساء۔۷۶)

یقیناً امریکا کی فوجیں اور اُنکی تعداد اور اُنکے ساز و سامان وتیاری ہمیں نہیں ڈراسکتے کیونکہ ہم تو اُس اللہ کے لشکر ہیں کہ جو یہ فرماتا ہے کہ:

آیت:﴿وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾

ترجمہ:"اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کے لشکر ہیں اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔"(سورۃ الفتح۔۷)

اور نہ ہی امریکا کی اقتصادی طاقت ہمیں خوفزدہ سکتی ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ:

آیت:﴿۔۔۔ وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ﴾

ترجمہ:"۔۔۔ اور آسمان وزمین کے کل خزانے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں لیکن یہ منافق بے سمجھ ہیں۔"(سورۃ المنافقون۔۷)

اور اسلام کی خاطر مرتا ہے، تو یہی ایسی لذّت اور سعادت ہے کہ دنیا کی ہر سعادت ولذّت سے برتر واعلیٰ ہے کیونکہ موت سے فرار حاصل نہیں۔

لہٰذا، جب اسلام کی خاطر موت ہی عظیم ترین کامیابی ہے، تو پھر مسلمانوں کو ثابت قدم رہنا چاہیئے اور صبر کرنا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ پر توکّل کرنا چاہیئے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

آیت: ﴿۔۔۔ وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾

ترجمہ: "۔۔۔ تم ہی غالب رہو گے، اگر تم ایماندار رہو۔" (سورۃ آل عمران۔۱۳۹)

تو، کیا ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرمان پر اعتبار کریں یا امریکا کے قول پر؟!!

اور جب مشکلات کا آنا ضروری ہے، تو آجائیں اور کون ہے کہ جس پر مشکلات نہیں آتیں؟!!

انگریزوں اور روسیوں نے ہمارے لاکھوں عوام کو قتل کیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری قربانیوں کے سبب اُنہیں برباد کر دیا۔ اور اگر آپ اپنے دین کی خاطر غیرت نہیں کریں گے اور قربانی نہیں دیں گے، تو پھر دنیا کے اُن ملکوں کی طرف دیکھ لیں کہ جن سے اُن کا ایمان اور غیرت سلب کر لی گئی اور پھر اُن سے ہر چیز چھین لی گئی۔

ہم کیونکر ڈریں، جب کہ ہم ہی تو وہ لوگ ہیں کہ جن کی عوام کے ہاتھوں انگریزوں اور روسیوں دو طاقتوں کو شکست ہوئی اور اُنکے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے؟!!

افغانستان وہی پرانا افغانستان ہے۔ اور اُسکی غیرت وہی سابقہ غیرت ہے۔ اور اُس کا دین وہی سابقہ دین ہے اور اُس کا ایمان بھی وہی سابقہ ایمان ہے۔ تو پھر کیا مشکل ہے؟!!

اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ لوگ مر جائیں۔ تو مر جائیں، مگر ایمان اور اسلام کے ساتھ۔ تو، پھر اس میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ سب سے بڑی مصیبت تو یہ ہے اُن سے اسلام اور ایمان سلب کر لیا جائے اور وہ بغیر اسلام اور ایمان کے مریں۔ لہذا، کوئی نہ ڈرے اور ہر کوئی جہاد کے لیئے تیّار رہے۔ اور ہم میں سے ہر کوئی ضرورت کے وقت کسی بھی کام کے مکلّف کرنے پر خود کو مستعد ظاہر کرے۔ اور اپنے دین، ایمان اور کلمے "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کیلیئے ہر قربانی کیلیئے تیّار رہے۔

لہٰذا، ہر کوئی اس کی نیّت کرے اور اس کا عزم کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے اور تمام فتنوں اور آزمائشوں کا خاتمہ کرے۔

اگر آپ بزدل بن گئے اور اپنے دین کے لیئے غیرت نہ آئی، تو آپ کو چاہیئے کہ اپنے اجداد کی تاریخ کو دیکھیں اور اُن معذوروں کی طرف دیکھیں کہ جن کے اعضاء روسیوں کے خلاف جہاد میں کٹے، اُنہیں اپنے دین پر کیسے غیرت آئی اور کس طرح انہوں نے روسی طاقت کو زمین میں ملیامیٹ کر دیا جبکہ آپ مجاہدین کو زندہ دیکھ رہے ہیں۔

بلاشبہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب کچھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ارادے اور تدبّر سے ہو رہا ہے۔ لہٰذا، نہ ڈرو، نہ غم کھاؤ، نہ طالبان کو ملامت کرو اور نہ اُسامہ کو۔

> "تو میں اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ہم اُسامہ کو اُن کے حوالے کر بھی دیں، تو بھی مشکل حل نہیں ہو گی۔ اور اس کے بعد وہ کہیں گے کہ تم نے یہ کیوں کیا اور وہ کیوں کیا؟ اس طرح کرو اور ویسے کرو جیسے ہم تمہیں اس کا حکم دیتے ہیں۔ تو، اس صورت میں ہمارا دین وایمان کہاں ہو گا؟!!"

یہ صرف اور صرف تیسری طاقت ہے کہ جو دنیا پر خود کو مسلّط کرنا چاہتی ہے، جس کو سرسبز باغ سیکولروں (لادینوں) نے دکھائے اور مزیّن کیا اُن کمزور ایمان والوں نے کہ جو اُسکے ساتھ کھڑے

ہیں۔ بلکہ اُس کی صف میں تو وہ بھی کھڑے ہیں کہ جو اُس کے دشمن شمار ہوتے ہیں۔ سو، سب لوگ آپ کے خلاف اکھٹے ہو گئے ہیں۔

لہٰذا، ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنے دین اور ایمان کو یاد رکھے اور تمام حالات میں ثابت قدم رہے، ورنہ وہ تشویش اور پریشانی میں رہے گا، تو یہ چیز اُسے موت سے نجات نہیں دے سکتی کیونکہ موت کا واقع ہونا تو ضروری ہے۔

سب سے پہلے تو پوری دنیا کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے دین کے لیئے غیرت مند بنیں اور اسکا اور افغانستان کا دفاع کریں اور یہ کہ اسلام کی خاطر ہر قسم کی قربانی کے لیئے تیّار رہیں۔ اور اگر وہ ایسا نہ کریں، تو افغان عوام کو چاہیئے کہ وہ اپنے ایمان و غیرت اور اپنی شجاعت پر ڈٹ جائیں اور اپنی سنہری تاریخ کو پھر سے دہرائیں۔

جب انگریزوں نے افغانستان پر حملہ کیا اور جب روسیوں نے افغانستان پر حملہ کیا تھا، تو اسوقت میں تھا اور نہ اُسامہ بن لادن۔ جبکہ افغان عوام اُن کے سامنے پوری شجاعت کے ساتھ ڈٹ گئے تھے بغیر اس کے کہ اس چیز کا انہیں میں حکم دوں یا اُسامہ۔

لیکن افغان عوام نے قربانی دی اور انہوں نے اپنے دین اور اپنے ایمان پر غیرت دکھائی۔

اور اب یہ بھی انہی حملوں کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ لہٰذا، ہر مسلمان کو ثابت قدم رہنا چاہیئے خواہ اس کیلیئے اُسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑیں کیونکہ یہی اصل کامیابی کی راہ ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں۔ اور ہر مسلمان کو اپنے پروردگار پر اعتماد کرنا چاہیئے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس فرمان پر یقین کرنا چاہیئے:

آیت:﴿۔۔۔ وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾

ترجمہ: "۔۔۔ تم ہی غالب رہو گے، اگر تم ایماندار رہو۔" (سورۃ آل عمران۔۱۳۹)

یقیناً ایمان صرف زبانی دعوے کا نام نہیں (کہ صرف یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں)، اس میں اخلاص پیدا کیئے بغیر اور سچا ثابت کیئے بغیر۔ لہٰذا، حقیقی ایمان بہت ضروری ہے اور اس حقیقی (عملی) ایمان کے بعد ہی کامیابی آپ کا ساتھ دے گی۔ اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

میں نہ تو ڈرتا ہوں اور نہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں سے کوئی سمجھوتہ کروں گا۔ میری بادشاہی اور حکومت حتیٰ کہ میری جان کو بھی خطرہ ہے۔ اور میں ان شاء اللہ، ہر قربانی دینے کے لیئے تیّار ہوں۔

اور اگر میں کفّار سے کوئی سمجھوتہ یا صلح کرلوں اسلام کی مخالفت میں، تو وہ میرے لیئے امارت اور حکمرانی کی ضمانت دیں گے اور مجھے مال بھی دیں گے اور میں عیش وآرام میں ہوں گا جیسا کہ وہ تمام ملکوں کے سربراہوں سے معاملات کرتے ہیں۔ لیکن میں اپنی جان تک قربان کردوں گا اور میں اپنے دین اسلام اور اس مبارک وطن پر غیوّر ہوں، تو پھر اُن عام لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جن کے پاس کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ جس کا اُنہیں خوف ہو۔ وہ اپنے دین اور اپنے وطن پر غیرت کیوں نہیں کرتے اور ڈرتے ہیں اور جہاد میں حاضر ہونے کے بجائے ملک سے باہر بھاگ رہے ہیں؟ اُن کو کیا ہو گیا ہے، اُن کے پاس تو ایسا کچھ نہیں کہ جس کا اُنہیں خوف ہو۔۔۔ تعجب ہے؟!!

یقیناً میری حکمرانی، بادشاہی اور میری جان، سب کچھ خطرے میں ہے۔ اس کے باوجود میں اپنے دین پر غیرت کرتا ہوں اور اُس کا دفاع کرتا ہوں۔ تو، آپ کو کیا ہو گیا کہ آپ اپنے دین پر غیرت نہیں کرتے اور ڈرتے ہیں؟

یقیناً آپ کے ایمان میں کمزوری ہے۔ اگر آپ حقیقی مؤمن ہیں، تو آپ کے نزدیک ایمان عزیز ترین اور عظیم ترین ہونا چاہیئے۔ لہٰذا، آپ کو اس کی راہ میں قربانی دینی چاہیئے۔

میں تو ان تمام قربانیوں کے لیئے ان شاء اللہ تیّار ہوں۔ سو، مجھے آپ پر تعجب ہے کہ آپ کیونکر تیّار نہیں؟!! اگر آپ کے پاس ایمان اور غیرت ہے، تو ثابت قدم رہیئے، ورنہ مجھے آپ کی کوئی پرواہ نہیں اور نہ میں آپ کی بات سننے کے لیئے تیّار ہوں۔

میں کیوں آپ کی بات سنوں جبکہ آپ کے پاس غیرت وایمان ہی نہیں؟

آپ مجھے تو مشورہ دیتے ہیں کہ میں یہ کروں اور یہ چھوڑ دوں۔ تو، اگر آپ کے پاس ایمان ہے، تو آپ اپنے دین وایمان سے دستبردار نہ ہوں۔ اور کسی ایسی چیز کو قبول نہ کریں کہ جس میں ایمان، اسلام اور وطن کی آزادی کو خطرہ ہو۔

اگر آپ ہر چیز سے دستبردار ہوتے ہیں اور ہر چیز کو قبول کرتے ہیں، تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ میں ایمان کی کمزوری ہے۔ لہٰذا، آپ پر واجب ہے کہ آپ اپنے ایمان کو مضبوط بنائیں اور اپنے منہج پر نظر ثانی کریں کیونکہ جس شخص کا ایمان مضبوط ہو اور وہ اپنے ایمان کی حفاظت کرنا چاہتا ہے، تو وہ کوئی ایسا کام قبول نہیں کرتا کہ جس سے ایمان واسلام کو خطرہ ہو۔

لہٰذا، ہر مسلمان پر واجب ہے کہ گہرائی کے ساتھ غور وفکر کرے اور اسلام اور قرآن کے لیئے غیرت میں آئے۔ سو، اللہ رؤوف ورحیم ہے، وہ عنقریب ہمیں کامیابی سے ہمکنار کرے گا اور سب سے بڑی کامیابی ہی ایمان پر موت آنا ہے، جس میں کوئی شک نہیں۔

یہی راستہ ہے اسلام کا پرچم بلند کرنے کا۔ جبکہ اس کے علاوہ اسلام کا پرچم بلند کرنے کا اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو بلند کرنے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔

جبکہ اس کے علاوہ دوسرے راستے اسلام کو گرانے کے مترادف ہیں کیونکہ اسلام کو گرانا یہ ہے کہ آپ کفّار کی باتوں اور اُنکے احکامات کو قبول کریں۔ یہ راستہ اسلام کو گرانے کا ہے اور آپ نے اپنے اس فعل کے ذریعے اسلام اور اسکی عزّت کو تباہ کر دیا اور اسے مٹّی میں ملا دیا۔ اسلام کا پرچم کسی موت یا

قربانی سے نہیں گرتا بلکہ وہ اس طرح گرتا ہے کہ آپ وہ چیز قبول کریں کہ جو اسلام کے مخالف ہو اور اُس میں اسلام کو خطرہ ہے۔

جب جہاد کے لیئے عام پکار ہو، تو ہر ایک پر واجب ہوتا ہے کہ وہ تیّار ہو جائے۔

اور میں آپ سے یہ بات حکمرانی اور بادشاہت کی حفاظت کے لیئے نہیں کہہ رہا۔

لہٰذا، اچھی طرح غور کریں کہ اگر میں فقط حکومت میں رہنا چاہتا، تو میرے لیئے ممکن تھا کہ میں دین کے بارے میں کوئی سمجھوتہ کرلیتا اور اسلام سے دستبردار ہو جاتا۔ (اللہ نہ کرے)۔

سو، اگر میں ایسا کروں، تو وہ میری حمایت کریں گے اور مجھے مال و دولت بھی دیں گے حتیٰ کہ فوجی طاقت بھی مہیّا کریں گے۔

اور حکومت باقی رکھنے کا یہ طریقہ نہیں کہ انسان قربانی دینے کے لیئے تیّار ہو۔ جبکہ آپ تو جانتے ہیں کہ میں حکومت اور سلطنت کی خاطر نہیں لڑ رہا اور نہ میں آپ کو اس پر ابھارتا ہوں بلکہ یہ تو قرآن کریم کا حکم ہے۔ تو، قرآن کریم کی طرف دیکھیئے کہ وہ آپ کو کس چیز کا حکم دیتا ہے اور کس راستے کی رہنمائی کرتا ہے؟

میری آپ کے لیئے وہی وصیّت ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن میں وصیّت کی ہے۔ لہٰذا، ہر مسلمان کو چاہیئے کہ تمام معاملات سے خبر دار رہے اور یہ کہ وہ نہ ڈرے۔

اور آپ کو ذرائع ابلاغ عامّہ دھوکہ نہ دے سکیں کہ جس سے آپ کے ایمان کمزور ہو جائیں۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ، تمام مسلمانوں کو توفیق عطاء فرمائے کہ وہ ایمان اور اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ اور توفیق دینے والا تو اللہ ہی ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔۔

خادم الاسلام، امیر المؤمنین ملّا محمد عمر مجاہد

یہ پیغام ہے الشیخ اُسامہ بن لادن کی طرف سے پاکستانی عوام کے نام

اُن مظاہروں کے بعد جو جمعہ بتاریخ ۳۔۷۔۱۴۲۲ھ کو ہوئے کہ جن میں پاکستانی سیکیورٹی فورسز نے مظاہرہ کرنے والے بعض افراد کو قتل کیا۔

آیت:﴿۔۔۔وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۔۔۔﴾

ترجمہ:"۔۔۔ اور شہید ہیں ان کے لیے ان کا اجر اور ان کا نور ہے،۔۔۔۔"(سورۃ الحدید۔۱۹)

پاکستان میں ہمارے مسلمان بھائیوں کے نام

مجھے یہ بڑی افسوسناک خبر ملی ہے کہ کراچی میں ہمارے بعض مسلمان بھائیوں کو اُس وقت قتل کر دیا گیا کہ جب وہ امریکی صلیبی فوجیوں اور اُنکے اتحادیوں کے مسلمانوں کی سرزمین پاکستان اور افغانستان پر حملے کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار کر رہے تھے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ اُنہیں شہیدوں میں قبول فرمائے۔ اور یہ کہ وہ اُنہیں نبیّوں، صدّیقوں، شہیدوں اور صالحین سے ملائے۔ اُنہی کی رفاقت، بہترین رفاقت ہے۔ اور یہ کہ وہ اُنکے ورثاء کو صبر جمیل اور سکون نصیب فرمائے اور اُنکی اولادوں، اُنکے اموال میں برکت عطاء فرمائے اور اُنہیں اسلام کی طرف سے بہترین بدلہ عطاء فرمائے۔

اور اُن میں سے جس نے اپنے پیچھے بچّے چھوڑے ہیں، تو وہ میرے بچّے ہیں اور میں اُن کا کفیل ہوں، اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

اور اس میں کوئی تعجّب کی بات نہیں کہ پاکستان میں اُمّتِ مسلمہ اپنے اسلام کے دفاع کے لیئے اُٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ کیونکہ اس خطّے میں وہ اسلام کی پہلی دفاعی لائن شمار ہوتی ہے جیسا کہ آج سے بیس سال سے بھی زیادہ قبل روسی حملے کے سامنے افغانستان، اپنے لیئے اور پاکستان کے لیئے پہلی دفاعی لائن تھا۔ اور ہم یقینی طور پر اُمید کرسکتے ہیں کہ اس زمانے کے نئے صلیبی حملے کہ جس کی قیادت صلیبیوں کا بڑا سرغنہ (بش)، صلیب کے پرچم تلے کر رہاہے، اس کے خلاف اس معرکۂ اسلام کے پہلے شہید ہمارے یہ بھائی ہوں گے۔

یہ وہ معرکۂ ہے کہ جو اسلام کے یادگار ترین معرکوں میں سے شمار ہوگا۔ ہم پاکستان میں اپنے مسلمان بھائیوں کو اس بات پر اُبھارتے ہیں کہ وہ امریکی صلیبی فوجوں کے پاکستان اور افغانستان پر حملے کو پوری طاقت وقوّت سے روکیں۔

سو، نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

”جس شخص نے نہ تو کسی غزوے میں حصّہ لیا، نہ کسی غازی کو تیّار کیا، نہ کسی غازی کے اہل وعیال کی خبر گیری کی، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سے پہلے اُس پر کوئی بہت بڑی مصیبت نازل کریں گے۔“ اسے ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

اور اے میرے بھائیو۔۔۔! میں آپ کو خوشخبری دیتا ہوں کہ ہم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اقتداء کرتے ہوئے، اپنے دین سے عزّت حاصل کرنے والے اپنے امیر مجاہد امیر المؤمنین ملّا محمّد عمر کی قیادت میں بہادر، مؤمن افغان کے ساتھ جہاد کی راہ پر ثابت قدم ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہیں کہ وہ اُسے (امیر المؤمنین) کو کفر وسرکشی کے لشکروں کے خلاف کامیاب کرے۔ اور یہ کہ وہ اس نئے صلیبی یہودی حملے کو سرزمین پاکستان اور افغانستان پر تباہ وبرباد کرے۔

آیت: ﴿إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾

ترجمہ: "اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے؟ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔" (سورۃ آل عمران۔ ۱۶۰)

آپ کا دینی بھائی

اُسامہ بن محمّد بن لادن

اختتام

اختتام میں اُمّت کے جہاد سے کنارہ کشی کرنے والوں اور شکست خوردہ ذہنوں کے مالک لوگوں کو کہنے کے لیئے میرے پاس ابن الجوزی رحمہ اللہ کے مسلمانوں کے اُس خطاب سے بہتر اور کچھ نہیں کہ جب دوسری صلیبی جنگ نے مسلمانوں کی سرزمین کو روندا اور صلیبی، مسلمان ملکوں کے اطراف میں آگئے، تو آپ (ابن الجوزی) نے لوگوں کو ایسا بلیغ خطاب دیا کہ جس کی آج ہمیں شدید ضرورت ہے اور میں اپنے اِن حالات کے مطابق اُس خطبے کو نقل کر رہا ہوں۔

مسلمان ملکوں پر صلیبی حملے کے دنوں میں ابن الجوزی رحمہ اللہ علیہ نے لوگوں سے دمشق کی جامع مسجد میں خطاب کیا۔ آپ نے فرمایا:

(اے لوگو۔۔۔! تمہیں کیا ہو گیا ہے، تم اپنے دین کو بھول گئے ہو اور تم نے اپنی عزّت کو چھوڑ دیا اور تم اللہ (کے دین) نصرت سے بیٹھ گئے، تو اُس (اللہ) نے بھی تمہاری مدد نہیں کی۔ تم نے گمان کر لیا کہ عزّت مشرک کے لیئے ہے، اللہ نے تو عزّت صرف اللہ، اُسکے رسول اور مؤمنوں کے لیئے رکھی ہے۔

براہو تمہارا۔ کیا اس منظر سے تمہیں تکلیف نہیں ہوتی اور تم غمگین نہیں ہوتے کہ اللہ کا دشمن اور تمہارا دشمن، تمہاری اُن سرزمینوں کے لیئے خطرہ بنا ہوا ہے کہ جسے تمہارے آباء واجداد نے اپنے خون پلائے ہیں۔ یہ دشمن تمہیں ذلیل کرے گا اور تمہیں غلام بنائے گا، تمہیں کہ جو دنیا کی سیادت کرتے تھے۔

کیا اس منظر سے تمہارے دل نہیں پھڑکتے اور تمہارے جذبات نہیں بھڑکتے کہ دشمن نے تمہارے بھائیوں کو گھیر رکھا ہے۔ اور وہ اُنہیں طرح طرح سے ذلیل ورسوا کر رہا ہے؟

کیا تم کھاتے، پیتے ہو اور زندگی کی نعمتوں سے لذّتیں اُٹھاتے ہو جبکہ تمہارے بھائی وہاں شعلوں میں گھرے ہوئے ہیں اور آگ میں گھس جاتے ہیں اور کوئلوں پر سوتے ہیں؟!!

اے لوگو۔۔۔! یقیناً جنگ بھڑک اُٹھی ہے اور جہاد کی منادی ہو چکی اور آسمان کے دروازے کھل گئے۔ تو، اگر تم جنگ کے شہ سوار نہیں بنتے، تو عورتوں کے لیئے یہ راستہ چھوڑ دو کہ وہ یہ جنگ لڑیں۔

اور جاؤ اور خوشبوئیں اور سُرمے لگاؤ۔ اے پگڑیوں اور داڑھیوں والی عورتو۔۔۔!

لہٰذا، لپکو گھوڑوں کی طرف، یہ رہیں اُنکی لگامیں اور اُنکی رسّیاں۔

اے لوگو۔۔۔! کیا جانتے ہو کہ لگامیں اور رسّیاں کس چیز سے بنائی گئیں ہیں؟

اُنہیں عورتوں نے اپنے سر کے بالوں سے بنایا ہے کیونکہ اُن کے پاس اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔

اللہ کی قسم۔۔۔ یہ تو پردہ دار عورتوں کے بالوں کی چوٹیاں ہیں کہ جنکی حفاظت اور پاکیٔ دامن کا یہ عالم تھا کہ جنہیں سورج کی آنکھ نے بھی نہ دیکھا ہو گا۔

اُن (عورتوں) نے اِنہیں کاٹ ڈالا ہے کیونکہ محبّت وعشق کی تاریخ ختم ہو چکی۔

اور اب مقدّس جنگ کی تاریخ شروع ہو چکی ہے اللہ کی راہ میں جنگ۔

پھر، زمین وعزّت کی راہ میں جنگ۔

تو، اگر تم ان کے ساتھ گھوڑوں کو باندھ نہیں سکتے، تو پھر اُنہیں لے لو اور اپنی زُلفیں اور بالوں کی چوٹیاں بنالو کیونکہ یہ عورتوں کے بالوں سے ہیں۔

کیا تم میں کوئی شعور نہیں؟

یہ کہتے ہوئے:

آپ (ابن الجوزی) نے منبر کے اوپر سے لگامیں، لوگوں کے سر پر پھینکیں اور چیخے:

اے مسجد کے ستونو۔۔۔ جھک جاؤ، اور اے شہابو۔۔۔ برسو، اور اے دلو۔۔۔ غیض وغضب سے تڑپ اُٹھو۔۔۔

اس لیئے کہ مردوں نے اپنی مردانگی کھو دیا ہے۔

اللہ، آپ پر (اے ابن الجوزی) پر رحم کرے۔ اگر آپ کا یہ خطاب اُن لوگوں کے لیئے ہے کہ جن کی حکمرانی اُندلس اور بلاط الشہداء جیسے معرکوں تک جا پہنچی تھی۔

تو، پھر آج ہمارے لیئے کیا کہیں گے؟ اور اگر آج آپ ہماری یہ حالت دیکھ لیں، تو ہمیں کن اوصاف سے مخاطب کریں گے؟

والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔